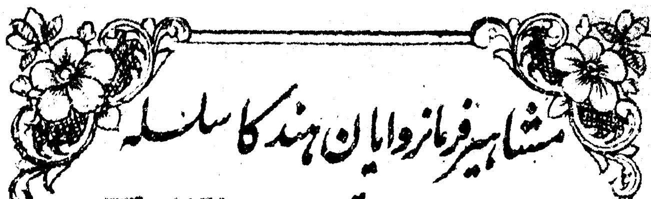


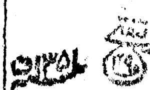
مشاہیر فرمانروایان ہند کا سلسلہ

مرتبہ

سر ولیم ولسن ہنٹر کے سی ایس آئی سی آئی ای۔ ایم اے۔ ایل ایل ڈی

سوانح عمری

اکبر



مصنفہ

کرنیل جی بی میلیسن صاحب سی ایس آئی

مترجمہ

مولوی محمد لطیف صاحب بی اے وکیل ہائی کورٹ

ججمنٹ رایٹر عدالت العالیہ صاحب جوڈیشل کمشنر بہادر ملک اودھ

مطبع منشی نولکشور مقام لکھنؤ مین چھپا

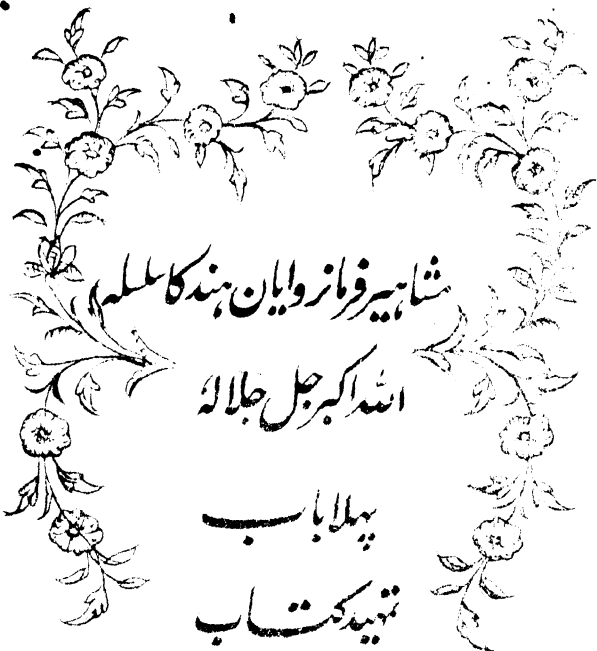
سنہ ۱۹۰۰ء





فہرست مضامین سوانح عمری اکبر

تاریخ



مشاہیر فرمانروایان ہند کا سلسلہ

اللہ اکبر جل جلالہ

پہلا باب

تمہید کتاب

مین اپنے ناظرین سے نظر عنایت کا خواستگار ہو کر حتی الامکان بہت اختصار کے ساتھ وہ نقشہ کھینچتا ہون جسپر مین نے یہ مختصر سوانح عمری اُس شہنشاہ کی لکھی ہے جس نے خاندان مغلیہ کی سلطنت ہندوستان مین مستحکم طور پر قایم کی تھی - *

* اس کتاب کی ترتیب مین مین نے مندرجہ ذیل کتب سے استفادہ کیا ہے :- تزک بابری جو بابر نے خود لکھی ہے اور لیڈن و ارسکین صاحبان نے ترجمہ کی ہے - بابر اینڈ ہمایون مولفہ ارسکین صاحب - آئین اکبری ترجمہ بلاکمین صاحب - ہسٹری آف انڈیا ایز ٹولڈ بای اٹس اون ہسٹورینس جو پروفیسر ڈوسن صاحب نے اُن مسودات سے ترتیب دی ہے جنکو سر ایچ ایم ایلیٹ صاحب نے ناتمام چھوڑ کر وفات پائی - تاریخ فرشتہ ترجمہ ڈو صاحب - الفنسٹن صاحب کی ہسٹری آف انڈیا - ٹاڈ صاحب کی انلیس آف راجستان - ان کے علاوہ اور بھی بہت سی تصانیف سے مین نے مدد لی ہے -

اس طرح کی سلطنت کے قائم کرنے کا اصلی منصوبہ اکبر کا ذاتی نہ تھا۔ اسکے دادا بابر نے ہندوستان کا بہت بڑا حصہ فتح کیا تھا۔ مگر اس فتح کے بعد اور بابر کی وفات سے پہلے جو پانچ برس کا عرصہ گزرا اُس مین بابر کو بہت کم مواقع ایسے ملے کہ اُسے عنان انتظام ہاتھ مین لینی نصیب ہوئی۔ اُسکے رقیب جنکو اُس نے نیچا دکھایا تھا اور نیز اس ملک کے اصلی باشندے دونون یکسان طور پر بابر کو فاتح تسلیم کرتے تھے مگر اس سے زیادہ اُسے نہ مانتے تھے۔ وہ بڑی لیاقت کا آدمی تھا اور ساری عمر سپہگری مین بسر کی تھی۔ سچ پوچھیے تو وہ ایک ابن السبیل تھا۔ مگر بڑا اچھا ہوا ابن السبیل جس مین جوہر قابل اپنے معاصرین سے بہت زیادہ تھا۔ مصیبت کے سخت مکتب مین تعلیم پائی تھی۔ اُس نے اپنے کابل کی بلند عقابی آشیانہ سے زرخیز ہندوستان کی ابتر حالت معائنہ کی اور اس زور شور سے اُسکے میدانون پر ٹوٹ پڑا کہ اُسکا حملہ سنبھالے نہ سنبھلا۔ بابر اس قماش کا آدمی تھا۔ اپنے زمانہ والون سے کہین بڑھا ہوا۔ فیاض۔ محبت والا عالی خیال۔ مگر ہندوستان کے ساتھ جو اُس کا تعلق تھا وہ اس سے کچھہی زیادہ ہوگا کہ وہ یہان کا فاتح تھا۔ سوائے اس طریقہ نظم ونسق کے جس مین اُسکی ساری عمر گزری تھی اور کسی طریقہ کی طرف خیال کرنیکا اُسکو وقت ہی نہین ملا

اور یہ وہی طریقہ تھا جو اُس کے افغان متقدمین نے ہندوستان مین جاری کیا تھا
یعنی یہ کہ بڑے بڑے لشکرون کے ذریعہ سے حکومت کرین اور ہر لشکر پر ایک
ایسا سردار افسر ہو جو اپنا مطیع ہو - اور ہر لشکر ایک ایک صوبہ مین کسی ایسے مقام
پر رہے جو وسط مین واقع ہو - یہ مسئلہ حل طلب ہے کہ کیا بابر کی حکمت عملی کا اصلی
اصول یہ نہ تھا کہ بجاے ہندوستان کے وسط ایشیا مین سلطنت قائم کرے -
اس طریقہ مین باشندگان ملک کی بہبود کو کچھ دخل نہ تھا - یہ ممکن ہے کہ اگر
بابر زندہ رہتا اور اسکی زندگی کے ساتھ اُسکی بیش بہا لیاقت بھی قائم رہتی تو
جسطرح اُس کے پوتے نے یہ سمجھ لیا اسی طرح رفتہ رفتہ وہ بھی یہ سمجھ لیتا کہ یہ
طریقہ عملی طور پر ناپسندیدہ ہے اور اس مین یہ کسر ہے کہ الحاق کے بڑے
اصول یعنی فاتح و مفتوح کے تعلقات کو ایک کر دینے کا منشا فوت ہو جاتا ہے -
اور اس سے تالیف قلوب نہین ہوتی اور رنجش دور نہین ہوتی - سلطنت جڑ
نہین پکڑنے پاتی اور زمانہ کے حوادث سے معرض خطر مین رہتی ہے - چونکہ بابر
کے حالات ہمکو اُن تذکرون سے معلوم ہوے ہین جنمین اُسنے اپنے دلی راز
ظاہر کیے ہین اور اپنی خطاؤن کا اعتراف کیا ہے اور اپنے حوصلون کی سب حالتین
دکھلائی ہین اسلیے ہم یہ خیال کر سکتے ہین کہ اگر بابر کو موقع ملتا تو ضرور وہ ایسا ہی کرتا -

مگر دو موقع ہی تو اُسے نہین ملنے پایا - بابر کی پانی پت والی پہلی لڑائی (جس نے ہندوستان کے شمالی مغربی صوبے اُسے ملے) اور اُس کی موت کے درمیان مین جو وقفہ ہوا وہ اس قدر کم تھا کہ اس نے اُسے اس سے زیادہ خیال کرنے کی مہلت نہ دی کہ اپنی فتوحات کو مستحکم کرے اور کچھ اور صوبے اپنی فتوحات مین شامل کرے - وہ ہندوستان مین فاتح بن کر آیا اور پانچ برس جو آگرہ مین ٹھکر حکومت کی وہ بھی بس فاتح ہی بن کر کی -

اس کا بیٹا ہمایون قدرتی طور پر اس کام کے انجام دینے کے قابل تھا جو بابر نے مجبوری سے ڈال رکھا تھا - اسکے مزاج مین تلون اور بے استقلالی تھی اور اُس کی لیاقت مین استعداد نظمی کی کمی تھی اسلیے وہ اور بھی اُس کام کے قابل نہ تھا - اُس نے آٹھ برس ہندوستان مین حکومت کی - اور ایسی سلطنت کی بنیاد مین جو ٹھہرنے والی ہو ایک پتھر بھی اپنے ہاتھ سے نہ رکھا - اور جب اس مدت کے اختتام پر اُسکی سلطنت اُسکے اور افغان متقدمین کی سلطنتون کی طرح اسی سبب یعنی جڑ مضبوط نہ ہونے کی وجہ سے میدان مین ایک ہی شکست کھا کر گر گئی تو اُسکے ہاتھ سے ایک دم سے وہ سارا ملک نکل گیا جو بابر نے دریائے انڈس کے جنوب مین حاصل کیا تھا - ظاہر اسباب تو ایسا ہی معلوم ہوتا تھا کہ

اُس کی زندگی وفا کرتی تو آگے چل کر بھی وہ اسی طریقہ پر حکومت کرتا جو اُسکے پہلے کے بہت سے فاتحون نے کے اور خود اُسکے ہاتھون مین چل نہ سکا۔ اپنے مرنے سے کچھ ہی پہلے اُس نے ایک دستور انتظام ہندوستان کا مرتب کیا تھا۔ یہ وہی پرانا دستور تھا کہ علیحدہ علیحدہ لشکر ایک مقررہ وسطی مقام پر رہین اور کسی کو ایک دوسرے سے کچھ علاقہ نہ ہو مگر سب کے سب بادشاہ کی نگرانی مین رہین۔ اسمین شک نہین کہ ممالک مفتوحہ پر مسلط رہنے کے لیے تو یہ طریقہ بے نظیر تھا مگر اسمین یہ بڑی کسر تھی کہ کوئی تدبیر اسکی نہ تھی کہ مختلف صوبجات اور وہان کے باشندون کو متفق کر کے ایک کر لیا جاے۔

وہ حادثہ جس نے دوسری جنگ پانی پت کے پہلے ہمایون کی وفات سے تیرہ سال اکبر کو جو ابھی صرف چودہ برس کا لڑکا تھا بابر کی سلطنت کا وارث بنا دیا ہر اعتبار سے ہندوستان کی خوش نصیبی کا باعث تھا۔ ہمایون مدتون باہر رہا تھا اور برسون تقدیر سے لڑتا پھرا تھا۔ مگر اس پر بھی نہ اُسنے کچھ سیکھا اور نہ وہ کچھ بھولا جو لڑکا کہ اُسکا جانشین ہوا وہ باوجود اسکے کہ ایسی کم عمری ہی مین ایسے بڑے بڑے اتفاقات اُسکو پیش آچکے تھے اور زمانہ کے اتنے نشیب و فراز دیکھ چکا تھا کہ ایک معمولی آدمی اپنی ساری عمر مین دیکھتا۔ ابھی پھر بھی ناکردہ کار رہتا۔ البتہ اُسکے

ساتھ ایک ایسا شخص تھا جو اُس زمانہ مین سب سے بڑا سردار سمجھا جاتا تھا - مگر اُس نے
بھی آئین سیاست کی تعلیم اپنے شاگردی کے باپ کے سخت مکتب مین پائی تھی -
پھر بھی اس لڑکے مین علاوہ اور بہت سے جوہرون کے نظمی قابلیت خداداد
تھی - اُن چند برسون مین بھی کہ اس کی اجازت سے اس کے نامی سردار نے
اُسکے نام سے سلطنت کی اُسنے اُن اسباب پر بہت غور کیا جنکی وجہ سے اُس سے
پہلے کی سلطنتین نیست و نابود ہو گئی تھین اور جو اُن سلطنتون کی جڑ پکڑنے کے
مانع ہوے تھے - جب اُسنے اپنے منصوبے پکے کر لیے تو عنان سلطنت اپنے
دست خاص مین لی اور اُس خاندان کی بنیاد ڈالی جو اُسوقت تک کہ اسکے طریقہ کی
پیروی کرتا رہا برابر پھولتا پھلتا رہا اور جب اسکے طریقہ کے ایک بہت بڑے
اصول (یعنی بے تعصبی و صلح کل) کی تقلید چھوڑ دی تو اُسپر ادبار آنا شروع ہو گیا -

مین سمجھتا ہون کہ جو خلاصہ مین نے اوپر لکھا ہے اُس سے صاف
طور پر ناظرین کی سمجھ مین آگیا ہو گا کہ اگرچہ ایک طرح پر بابر ہندوستان مین سلطنت
مغلیہ قائم کرنے کا بانی تھا تاہم اُس نے اپنے جانشین کو محض ایک فاتح
کی صورت مین اپنا جانشین کیا تھا - بلاشک ہمایون کو یہی صورت میراث مین پہونچی
تھی اور جب وہ اس مین کچھ اور ایزاد نہ کر سکا تو جو کچھ باپ نے جیتا تھا وہ بھی

گیا بیٹھا - یہ بھی صحیح ہے کہ آخر کار اُس نے اُسکا ایک جزو پھر حاصل کر لیا مگر پھر
بھی وہی فاتح ہی رہا - پوتے نے البتہ جڑون کو اس طرح زمین کے اندر پہونچایا
کہ وہ مضبوط ہو گئین اور نہال سلطنت بڑھا اور اقوام مفتوح کی بہبود اور خوشنودی
کے قیمتی اور کثیر پھلون سے لدگیا -

اس خلاصہ کو مین نے اس کتاب کے آیندہ صفحات مین وسعت دیکر
لکھا ہے - میری راے مین یہ کتاب قدرتی طور سے تین حصون پر منقسم ہے
پہلا حصہ مین نے بابر کے حال مین لکھا ہے کہ وہی ہندوستان پر حملہ کرنے
اور اُسے فتح کرنے کے منصوبے کا بانی مبانی تھا - وہ ایک بڑا شخص تھا -
اور چاہیے جس زمانہ مین وہ ہوتا وہ بڑا ہی شخص ہوتا - باوجودیکہ اُسنے اڑتالیس
ہی برس کی چھوٹی سی عمر مین وفات پائی وہ اپنے کارنامے ایسے چھوڑ گیا ہے
کہ اس انیسوین صدی کے خاتمہ پر بھی اُنکا پڑھنا خالی از دلچسپی ومنفعت نہین ہے
اس وجہ سے کہ جیسا ناظرین خود ہی دیکھینگے کہ پوتے نے جو کام کیے اُن مین
دادا کی اُلوالعزمی اور مستعدی اور خلقی عالی ظرفی کا رنگ بھرا ہوا تھا مین نے
یہی مناسب سمجھا کہ اسکے حالات کو اچھی طرح وسعت دے کر لکھون - ہمایون
کی سوانح عمری بھی سچ پوچھیے تو پہلے ہی حصہ سے متعلق ہے - اس کے متعلق

مین نے صرف اسی قدر لکھنے پر اکتفا کیا ہے جو اس غرض سے ضروری ہے کہ اُسکے زوال کے اسباب معلوم ہوجایئن اور اس کتاب کے ہیرو کے زمانہ طفولیت کے حالات کا بھی ذکر ہوجاے کیونکہ وہ ہیرو سندھ مین اسی زمانہ مین پیدا ہوا تھا جب اس کا باپ ہندوستان سے بھاگ کر گیا تھا۔

باقی دو ثلث اس کتاب کا اکبر کے حالات مین ہے۔ مگر اب اس حصہ کے بھی مین نے دو حصے کیے ہین۔ اس دو ثلث کے پہلے حصہ مین مین نے اُس زمانہ کے مسلمان مورخون کی سند لیکر اُنکی تصانیف سے اکبر کی سلطنت کے پولیٹکل واقعات کا بیان کیا ہے۔ آخر کے باب مین مین نے اکبر کی تصویر کھینچی ہے کہ وہ آدمی کیسا تھا۔ آئین اکبری و دیگر تصانیف کی بنیاد پر مین نے یہ دکھلانے کی کوشش کی ہے کہ وہ منتظم کیسا تھا۔ ترتیب دینی کیسی جانتا تھا۔ اور اُس دستور کو کیسے اُس نے پھیلایا جو ہم انگریزون نے بہت کچھ حاصل کیا ہے یعنی یہ کہ کیسے لُسنے وہ اختلاف مٹاے جو پانسو برس سے چلے آتے تھے اور ان بغضون کو دور کیا جو ہمیشہ سے قائم تھے۔ مین نے یہ بھی دکھلایا ہے کہ شوہر ہونے کی حیثیت سے وہ کیسا تھا۔ باپ ہونے کی حیثیت سے کیسا تھا۔ اور آدمی ہونے کی حیثیت سے کیسا تھا کہ اُس نے باوجود

اُس مذہبی تعلیم کے جسمین اپنے سے اختلاف کرنے والونسے عداوت رکھنے کا نقش بہت
زور شور سے جما دیا جاتا ہے اپنی عقل کو پوری آزادی کے راستہ پر چلنے دیا
اور اپنے طرز عمل کا اپنی عقل ہی کو رہبر بنایا مین کہہ سکتا ہون کہ یہ باب اس کتاب کا
سب سے دلچسپ حصہ ہے - اور مین اسکی دلچسپی کے صلہ مین اپنے ناظرین
سے خواستگار ہون کہ اس سے پہلے کے ابواب مین جو حالات پڑھنے
کی تکلیف مین نے اُنکو دی ہے اُسکو معاف فرمائین -

دوسرا باب

بابر کا خاندان اور عالم طفولیت

نوین اپریل ۱۳۳۶ء کو مقام شہر سبز مین جو سمرقند سے تیس میل جانب شمال واقع ہے اصلی مغلون کی قوم برلاس کے سردار کا سب سے بڑا لڑکا پیدا ہوا اُس لڑکے کو جسکا نام تیمور تھا اور جسکا ننھیالی سلسلہ چنگیز خان سے ملتا تھا قدرت نے کچھ اوصاف ایسے عطا کیے تھے جنکی بدولت آدمی کو اپنے ہمجنسون پر قابو ہوجاتا ہے۔ تقدیر کی یاوری سے اُسے اُن اوصاف سے بہترین طریقہ پر کام نکالنے کا موقع ہاتھ لگا۔ چنگیز خان کی نسل ذکور رفتہ رفتہ بالکل کمزور اور سست ہوگئی تھی اور ۱۳۶۰ء مین تو وہ خاندان اس نسل کے سلسلہ مین بالکل ہی نابود ہوگیا اُس زمانہ مین تیمور کی عمر چوتیس برس کی تھی۔ یہ جو جگہ خالی ہوئی تو اس پر اُسنے قبضہ کرلیا اور بہت سے تقدیری انقلابات کے بعد سولھون آنے کا مالک بن گیا۔ علی الرغم عدو دریاے آمون اور سیحون کے دوآبہ کے پورے ملک کا فرمانروا بن کر سمرقند مین سلطنت قائم کی۔ پھر اُس نے ان فتوحات کا آغاز کیا جن کا خاتمہ اُسکی جان کے ساتھ ہوا۔ پورے مغلستان پر حکومت کرنے لگا یعنی

یہ کہ جنوب کی جانب تبت کے پہاڑون اور انڈس مکران کے درمیان کے ملک پر اور شمال کی جانب سائبیریا تک تسلط کرلیا۔ اور قبچاق کا ملک جو دریائے فرات کے نیچے کی طرف کے بہاد کے شمال مین واقع ہے اور نیز بحر ارال و بحر خزر مع اُن زرخیز زمینون کے جو دریائے ڈان و والگا پر ہین اور وہ حصص زمین جو دریائے پوکسین کے کنارہ واقع ہین اُس کی عملداری مین آگئے۔ ہندوستان بھی فتح کرلیا اور آنبائے ڈارڈنیلز سے لیکر دہلی تک کے باشندے سب اُسکی برتری ماننے لگے۔ اور جب ۱۸۔ فروری ۱۴۰۵ء کو اُسنے انتقال کیا تو اپنے پیچھے ایک ایسی سلطنت چھوڑی جو دنیا کی سب سے بڑی سلطنتون مین شمار ہوتی ہے۔

اُسکی وفات کے بعد یہ سلطنت بہت جلد تتر بتر ہوگئی۔ اُسکے پوتے ابو سعید نے پھر کچھ اُسے ترتیب دیا مگر جب ۱۴۶۹ء مین مقام اردبیل کے پاس پہاڑون مین اس شہزادہ کی فوج کو غنیم کے یکایک آپڑنے سے شکست ملی اور شہزادہ نے وفات پائی تو اُسکے بیٹون مین پھر پھوٹ ہوگئی تیسرے بیٹے عمر شیخ کو صوبۂ فرغانہ ملا جو اپنے صدر مقام کوہ قند کے نام سے مشہور ہے۔

عمر شیخ بابر کا باپ تھا - یہ ایک بلند حوصلہ آدمی تھا اور اپنی سلطنت بڑھانے کی فکر مین رہتا تھا - مگر اُس کے خاندان کے اور لوگون کے دلون مین بھی یہی حوصلے جوش زن تھے اور جب ۱۴۹۴ع مین ایک حادثہ سے اُس کی جان گئی تو اُسوقت مین وہ آخسی کے قلعہ مین محصور تھا جسے اُسنے اپنا دارالحکومت بنا رکھا تھا -

اُسکا سب سے بڑا بیٹا بابر جو اس وقت پورے بارہ برس کا تھا اُن دنون آخسی سے چھتیس ۳۶ میل کے فاصلہ پر اندجان مین تھا - غنیم اندجان کی طرف بڑھا - بابر نے اپنے باپ کی موت کے دوسرے دن (۹ - جون) بالاحصار پر قبضہ کر لیا اور حملہ کرنے والے سے معاملہ کر لینے کی فکر کی - اگر غنیم کے لشکر مین حسد اور پھوٹ نہ ہوتی تو بابر کو اس کوشش سے شاید ہی کچھ فائدہ ہوتا مگر یہ حسد اور پھوٹ اُسکے ایسی کام آئی کہ فرغانہ مین جو کچھ بچ رہا تھا وہ اسکو پھر مل گیا مگر خجند مرغنان اور اُراتوپ تین بڑے بڑے شہر اُسکے پاس سے نکل گئے -

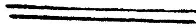
غنیم کے رخصت ہو جانیکے دو برس بعد تک یہ لڑکا چپ چاپ بیٹھا اپنی طاقت کو مضبوط کرتا گیا اور موقع کا منتظر رہا - جب سمرقند مین ابتری پھیلی تو وہان پہنچ کر وہ بڑا کہ یہ شہر اس زمانہ مین وسط ایشیا کا سب سے بڑا شہر تھا - نومبر ۱۴۹۷ع

مین اُسنے یہ شہر لے ہی کر چھوڑا - مگر چونکہ فوج کو لوٹ کی اجازت نہین دی اسلیے ہزارون آدمی اُسے چھوڑ چھوڑ کر چلے گئے - مگر یہ قبضہ کیے ہی رہا - حتی کہ یہ خبر آئی کہ فرغانہ پر حملہ ہوا ہے تو مجبور ہو کر قبضہ چھوڑنا پڑا - اپنی روانگی کے کچھ پہلے سے وہ ایک سخت بیماری کی وجہ سے بہت ضعیف ہو گیا تھا اور جب آخر کار فرغانہ پہونچا تو پہونچتے ہی یہ سنا کہ اسکے دار الحکومت والون نے اپنے تئین غنیم کے حوالہ کر دیا - اب بابر بے بادشاہت کا بادشاہ رہگیا - اُسنے لکھا ہے کہ "اندجان بچانے کو سمرقند چھوڑا تھا - اب یہ کھلا کہ یہ بھی ہاتھ سے گیا اور وہ بھی نہ بچ سکا"

مگر وہ کوشش مین لگا رہا اور فرغانہ پھر لے لیا (اب یہ فرغانہ پہلے سے بہت چھوٹا رہ گیا تھا) اور پھر سمرقند پر چڑھائی کی - مگر ازبکون نے اُسے محاصرہ اُٹھا لینے پر مجبور کر دیا اور چونکہ اُسکی اپنی سلطنت بھی اس عرصہ مین دوسرون نے چڑھائی کرکے فتح کر لی تھی اسلیے وہ اپنی جاے ولادت مقام کیش کی طرف چلا گیا - بہت سے خطرے اُٹھانے اور تقدیر آزمائیان کرنے کے بعد اُسنے یہ ٹھان لی کہ جو معدودے چند ہمراہی رہ گئے ہین اُنکو لیکر واپس آئے اور یکایک بیخبر سمرقند پر ٹوٹ پڑے - یہ بڑی دلیری کا ارادہ تھا کیونکہ اُسکی

کل جمعیت کی تعداد صرف دو سو چالیس رہ گئی تھی۔ اُسنے زور لگایا۔ ناکام رہا
پھر زور لگایا۔ کامیاب ہوا۔ وہ بالکل ٹھیک وقت سے پہونچا کیونکہ اہل قلعہ کا
آخری حصہ زیر ہوا ہی تھا کہ اذبکون کا سردار اس طرف اپنی فوج کے ہراول حصہ
کو لیکر سرپٹ گھوڑا مارے ہوے آتا دکھائی دیا مگر اُسنے شکست کھائی اور بھاگنا پڑا
لیکن بابر اپنی فتح کو قائم نہ رکھ سکا۔ موسم بہار مین اذبک فوج لیکر چڑھ آئے
اُن کو پسپا کرنے کے لیے بابر نے اپنی فوج شہر کے باہر بخارا کی سڑک پر بڑے
موقع سے جمائی کہ داہنی طرف کے پہلو پر دریاے کوہک حائل تھا۔ اگر وہ اسی
قناعت کرتا کہ اس موقع سے غنیم کی آمد کا انتظار کرے تو غالب تھا کہ غنیم کو لوٹ
جانے پر مجبور کر دیتا کیونکہ یہ موقع ایسی مضبوطی کا تھا کہ وہان سے ہٹنا بہت
مشکل تھا۔ لیکن اگرچہ اُسکی راے کے خلاف تھا مگر نجومیون نے یہ ترغیب دی
کہ اس موقع سے آگے بڑھ کر اذبکون کی فوج پر حملہ کیا جاے۔ جو لڑائی ہوئی اسمین
قریب قریب جیت ہی چکا تھا کہ آخر کار شکست کھائی اور شہر پناہ کے اندر پناہ لی
یہان آکر پانچ مہینہ تک تو جما رہا مگر آخر رسد نہ ملنے سے عاجز آکر دب نکلا۔ اُسے
یہ اجازت مل گئی کہ اپنے ساتھیون کو لیکر شہر سے نکل جاے۔ اور وہ پہلے تو اراتوپہ
گیا اور پھر دہقات گیا کہ یہ گانون اراتوپ کے خان وقت نے اسکو عطا کیا تھا

تین برس تک ابن السبیل بنا پھرتا رہا - کبھی جنگلون مین خانہ بدوش مارا پھرتا تھا اور کبھی فوج کشی کرکے تخت چھین لیتا تھا - ہمیشہ خوش رہتا تھا اور اسی امید سے اسکا دل بڑھا رہتا تھا کہ آخر کار ضرور کامیابی ہوگی - اور ہمیشہ بہت ہمت اور مستعدی سے کام لیتا تھا - اُسنے کوشش کی کہ فرغانہ پھر لے مگر مجبور ہوا اور اس کوشش سے باز رہا - تب طرح طرح کی وضع کے دو تین سو آدمی لیکر خراسان پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کیا - یہ دیوانہ پن کی حرکت معلوم ہوتی تھی - مگر اُسکا دیوانہ پن بھی تدبیر سے خالی نہ تھا - اسکا حال کہ کس طرح اُسنے چڑھائی کی اور چڑھائی کا نتیجہ کیا ہوا ہم اب آیندہ مین بیان کرینگے -



تیسرا باب

بابر کابل فتح کرتا ہے

اس زمانہ مین سلطنت کابل کے صرف دو صوبے تھے۔ کابل اور غزنین۔ یعنے وہ حصہ ملک جسے شرقی افغانستان کہنا مناسب ہے۔ ہرات ایک ایسی خود مختار سلطنت کا دارالخلافت تھا جو اس زمانہ مین وسط ایشیا مین سب سلطنتون سے بڑھی ہوئی تھی۔ قندھار۔ بجاور۔ سوات اور پشاور مین وہ سردار حکمران تھے جنکو کابل سے کچھ علاقہ نہ تھا۔ صرف نشیبی ملک اور مفصلات کی وادیون کی قومین وہان کے بادشاہ کی تابع حکومت تھین۔ پہاڑی فرقے اُس زمانہ مین بھی ایسے ہی خودسر اور سرکش تھے جیسے کہ اُن کی نسل والے قریب قریب زمانہ حال تک رہے ہین۔ کابل مین اس زمانہ مین قریب قریب بدعملی کی سی حالت ہو رہی تھی۔ حاکم قندھار کے بیٹے محمد مقیم نے بادشاہ وقت عبدالرزاق (جو اُس ابوسعید کا پوتا تھا جسکا ذکر اس سے پہلے باب مین آچکا ہے) پر یکایک بیخبر حملہ کرکے شہر سے نکال دیا تھا اور یہ شہزادہ (محمد مقیم) فکر مستقبل سے بے خوف اسطرح سلطنت کر رہا تھا کہ گویا ساری دنیا مین امن چین ہے اور کم سے کم اُسکی ذات کو تو کوئی خطرہ نہین ہے۔

ہم لکھ چکے ہین کہ بابر نے اپنی خانہ بدوش زندگی سے عاجز آکر خراسان پر چڑھائی کرنے کا ارادہ مستحکم کر لیا تھا۔ چنانچہ اُسنے دجلہ عبور کیا اور یہان حاکم وقت سلطان خسرو کا بیٹا باقی اُس سے مل گیا۔ اجمیر کی طرف کوچ کیا اور کچھ دن وہان رہے۔ چونکہ کہ مغل جو خسرو کے ملازم تھے باغی ہو گئے ہین بابر نے تالکان کا رخ کیا تاکہ یہان موقع جنگ اچھا ہاتھ آئے۔ ان دونون مقامات کے درمیان بہت سے مغل آکر اس سے آملے اور یہ سنا گیا کہ سلطان خسرو اپنی بقیہ فوج لیکر کابل کیطرف جا رہا ہے۔ یہ دونون فوجین ایسی قریب قریب آگئین کہ دونونکے سردارون کی ملاقات ہوئی اور ملاقات کا نتیجہ یہ ہوا کہ خسرو نے پورے طور سے اطاعت قبول کر لی اور اسکی ہتیار فوج بابر کیطرف آئی۔ یہ قوت پاکر بابر نے کابل پر چڑھائی کی اور محاصرہ کرکے کابل لے ہی لیا۔ (اکتوبر ۱۵۰۴ء) اس طرح جو تقدیر نے یکایک پلٹا کھایا تو بابر ایک دم سے کابل اور غزنین کا بادشاہ ہو گیا کہ یہ سلطنت فرغانہ کی اس سلطنت سے کہین زیادہ قوی تھی جسے وہ میراث مین پاکر گنوا چکا تھا۔

بابر ابھی نئی سلطنت کے تخت پر بیٹھا ہی تھا کہ دریاے جھلم کے جنوب یعنے ہندوستان کی سرحد کے اندر صوبہ بھیڑا پر حملہ کرنیکے لیے بلایا گیا۔ یہ دعوت

اس درجہ اُسکی خواہش کے مطابق تھی کہ انکار نہ کیا۔ اور جلال آباد کی طرف روانہ ہوا۔ جنوری ۱۵۰۵ء کا زمانہ تھا۔ سلطان بابر نے (جواب اسی لقب سے پکارا جاتا تھا) اپنے روزنامچہ مین وہ خیالات لکھے ہین جو اسکے دل مین ایشیا کے اس ہمارک حصہ کے اول مرتبہ دیکھنے سے پیدا ہوے۔ کچھ شک نہین کہ حملہ آوری مین جو لوگ اُس کے قائم مقام ہوے اُنکے دل مین بھی یہی خیالات پیدا ہوے اور ان ہی کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ آگے بڑھنے آنے پر مستعد رہے۔ بابر لکھتا ہے ،، اس سے پہلے مین نے گرم ملک نہین دیکھے تھے ہندوستان کا ملک دیکھا تھا۔ اس سرزمین مین پہونچکر تو مین نے بالکل ایک نئی دنیا دیکھی ترکاریان پھولون کی بودے پھلون کے درخت وحشی جانور سب جدا گانہ تھے مجھپر حیرت طاری ہوئی اور واقعی حیرت کی جگہ بھی تھی،، پھر وہ درہ خیبر کو طے کر کے پشاور آیا اور دریاے انڈس عبور نہین کیا بلکہ کوہاٹ بنگش بنو دشت مین ہوتا ہوا ملتان پہونچا۔ وہان سے چل کر کچھ دن دریاے انڈس کے کنارہ کنارہ چلتا رہا۔ پھر پچھم کی طرف مڑا اور جو تالی اور غزنین کے راستہ سے کابل واپس آگیا۔ کہا تو یہ جاتا ہے کہ یہ بابر کا پہلا حملہ ہندوستان پہ تھا۔ مگر چونکہ وہ اس ملک کے کنارہ ہی تک آیا اسلیے اس مہم کو ایک قزاقی چال سمجھنا چاہیئے

خیر وہ جو کچھ ہوا اُسنے بابر کے دل مین یہ شوق غالب کر دیا کہ جس قدر جلد ممکن ہو جتنا دیکھ چکا ہون اس سے زیادہ دیکھنا چاہیے -

مگر مثل اور فاتحون کے جنھون نے ہندوستان کی جانب توجہ کی وہ اسے نہایت ضروری سمجھتا تھا کہ پہلے قندھار کی حکومت کو مضبوط کرلے - کچھ عرصہ تک اندرونی شورشون کی وجہ سے اس مہم مین دیر لگی - اور جب یہ شورشین فرو ہوئین تو بابر بیرونجات کے واقعات کی طرف متوجہ رہا - اُسکا پرانا دشمن شیبانی پھر سمرقند مین حکومت کر رہا تھا اور کچھ چھوٹی چھوٹی فتوحات حاصل کرکے بلخ کا محاصرہ کرنے آیا تھا - سلطان حسین مرزا والی ہرات کو اسکے بڑھنے سے اندیشہ ہوا اور اُسنے بابر کے پاس ایک ایلچی بھیجا کہ اس غنیم پر حملہ کرنے مین میری مدد کیجیے - بابر نے فوراً تعمیل کی - اور جون ۱۵۰۶ء مین کابل سے چلکر کہرد مین پہونچا اور وہان رسد جمع کرنیکو ٹھہر گیا - ابھی اس کام مین مصروف ہی تھا کہ ایک آدمی نے آکر خبر دی کہ سلطان حسین مرزا کا انتقال ہو گیا - وہ فوراً بڑھا اور آٹھ سو میل طے کرکے سلطان مرحوم کے لڑکون اور اُنکی فوج سے دریاے مرغاب پر جا ملا -

سلطان کی جگہ اسکے دو لڑکے مشترکاً فرمانروا ہوے تھے - بابر نے

انکو وجیہ قابل اور ذکی پایا۔ مگر نازک مزاج اور عیش پسند تھے اور بالکل اس کام
کے نہ تھے کہ شیبانی جیسے دلیر کا مقابلہ کر سکین۔ یہ لوگ تو لشکر مین رنگ رلیان
منا رہے تھے اور شیبانی بلخ فتح بھی کر چکا تھا۔ کچھ حجت کے بعد ان دونون
بادشاہون نے یہ فیصلہ کیا کہ فی الحال فوج برطرف کر دی جاسے اور موسم بہار
مین پھر از سر نو ابتدا کرین۔ جاڑا آچلا تھا۔ اگرچہ بابر کی راے اسکے خلاف تھی
مگر اُسکے دونون میزبانون نے اُسے اس پر راضی ہی کر لیا کہ ہرات مین ان
لوگون سے ملاقات کرے۔ بابر نے جو اپنی سوانح عمری اپنے قلم سے لکھی ہے
اسکے صفحے کے صفحے اس شاہی شہر کی شان وشوکت کے حالات سے بھرے
پڑے ہین۔ بیس دن تک وہ ہر روز نئے نئے مقامات ملاحظہ کرتا رہا اور آخر
۲۴ دسمبر کو وطن کو لوٹ آنے کا ارادہ مصمم کیا۔

ہمارے ملک کے لوگ جنھون نے ۱۸۷۹ء کی جنگ افغانستان دیکھی
ہے وہ اچھی طرح سمجھ سکتے ہین کہ یہ سفر کس درجہ صعب اور دشوار تھا۔ مختصر یہ کہ
ناممکن تو نہ تھا اور باقی ہر طرح مشکل تھا۔ یہ فاصلہ گرمی کے موسم مین بیس دن کے
سفر سے طے ہوتا۔ پہاڑون کا راستہ اگرچہ گرمی مین زیادہ دشوار گزار نہین
ہوتا مگر جاڑے کے موسم مین تو نہایت ہی دشوار گزار تھا۔ اسی موسم مین

بابر نے ایسی حالت مین کوچ کیا کہ چارون طرف برف باری ہو رہی تھی - خود رہبر بنا اور بے انتہا جفاکشی سے اپنی فوج کو خستہ اور تباہ حالت مین درہ زرین پر پہونچایا - وہان پہونچکر تو بالکل ہی آس ٹوٹ گئی - شدت کا طوفان تھا - برف بہت گہری جم گئی تھی - اور درہ اس قدر تنگ تھا کہ ایک آدمی سے زیادہ ایک ساتھ نہ جا سکتا تھا - مگر بابر بڑھا ہی چلا گیا اور رات ہوتے ہوتے ایک لمبے غار پر پہونچا جسمین چند آدمیون کے لائق گنجایش تھی - بابر کے مزاج مین جو اعلی درجہ کا جوہر دریا دلی کا تھا اُسکے اقتضا کے بموجب اُسنے اپنے ہمراہیون کو اس غار مین جگہ دی اور خود اُسکے دہانہ کے قریب ایک بیلچہ لیکر اپنے واسطے برف مین ایک گڑھا کھودلیا - اسی عرصہ مین جو لوگ غار کے اندر گئے تھے وہ جتنا آگے بڑھتے گئے اسی قدر غار کی وسعت زیادہ نظر آئی اور یہ معلوم ہوا کہ اس مین پچاس ساٹھ آدمی پناہ لے سکتے ہین - تب بابر بھی داخل ہوا اور اپنے ہمراہیون کے ساتھ جو تھوڑی سی رسد رہگئی تھی اُسکے کھانے مین شریک ہوا دوسرے دن صبح کو برف باری موقوف ہوئی اور ہولے تند ٹھہر گئی تو فوج آگے بڑھی آخر کار ماہ فروری کے آخر مین کابل کے قریب پہونچے - مگر یہان آتے ہی یہ سنا کہ شہر مین غدر ہوگیا ہے اور اگرچہ اہل قلعہ اب تک ثابت قدم ہین مگر حالت

بہت نازک ہو رہی ہے۔ بابر اس نازک وقت کے لیے طیار تھا۔ اپنے طرفداروں سے پیام سلام شروع کیے اور بہت خوبصورتی کے ساتھ یکایک بیخبری کی حالت مین پھر کابل لے لیا۔ باغیون کے ساتھ جو سلوک اُسنے کیا وہ انتہا درجہ کی رحم دلی کا تھا۔

اسی سال یعنے ۱۵۰۶ء کے موسم بہار مین اذبکون کے سردار شیبانی خان (جو پہلے بابر کو سمرقند سے نکال چکا تھا اور بلخ پر حملہ کرکے فتح کرچکا تھا) نے خراسان پر حملہ کیا اور ہرات پر قبضہ کرلیا۔ قندھار جو ایک حد تک فرمانروایان ہرات کے مضافات سلطنت مین سمجھا جاتا تھا امیر میر ذوالنون بیگ (جو سلطان حسین مرزا کے تخت مین حاکم قندھار تھا) کے لڑکے قابض ہوگئے تھے۔ اُن لوگون نے شیبانی کے خلاف بابر سے مدد مانگی۔ چنانچہ بابر قندھار روانہ ہوا۔ راستہ مین سلطان حسین کے نکالے ہوے گھرانے کے بہت سے متوسلین اسکے ساتھ ہوگئے۔ مگر اسکے قندھار پہونچنے سے پہلے ہی شیبانی خان نے ذوالنون کے بیٹون کو ایسا دبایا تھا کہ انھون نے اسکی بادشاہت قبول کرلی تھی۔ چنانچہ انھون نے بابر کو اس حال کی اطلاع اس طریقہ سے کی کہ شبہ کرنے کی گنجائش ہی نہ تھی۔ بابر بھی مستعد ہوگیا کہ اب اسلحہ ہی کے زور سے اپنا حق لونگا۔

اُسکے پاس کچھ فوج بیشمار نہ تھی مگر اُسے اپنے آپ پر اور اپنی فوج پر بھروسہ پورا تھا - پہلے پہل قلات غلزئی مین اس صورت حال کے تغیر کی بو اُسکی ناک مین پہونچی تھی - وہین سے اُسنے تارناک کے معبر کی طرف کوچ بول دیا جب وہان اُسکے خیالات کی تصدیق ہوئی تو وہ جنگ کے خیال سے دریا کے کنارہ کنارہ بابا والی کی طرف بڑھا - (یہ مقام قندھار سے پانچ چھ میل کے فاصلہ پر ہے) - اور کالی شادکی پہاڑی پر قبضہ کرلیا - یہان آرام کرنیکی نیت سے ٹھہر گیا اور اپنے رسد رسانون کو رسد فراہم کرنیکی غرض سے روانہ کیا - یہ لوگ لشکر سے چلے ہی تھے کہ غنیم کی فوج جسکی تعداد پانچہزار تھی شہر کی طرف سے ادھر بڑھتی ہوئی نظر آئی - بابر کے پاس کل جمع ایک ہزار مسلح آدمی تھے باقی رسد جمع کرنیکی فکر مین گئے ہوے تھے - مگر اُسنے سوچا کہ اب پس وپیش کا وقت نہین ہے - اپنے آدمیون کو حملہ روکنے کی ترتیب سے جما دیا اور حملہ کا منتظر رہا - اس حملہ مین خود ذوالنون کے بیٹے فوج لیکر بڑی جانبازی سے مقابلہ مین آئے مگر بابر نے نہ صرف انکو پسپا کرکے بھگا دیا بلکہ تعاقب کرکے انکو شہر سے الگ کردیا اور شہر مع تمام خزانجات کے بابر کو مل گیا - اس لڑائی مین بہت بیش بہا غنیمت ہاتھ لگی - مگر بابر قندھار مین ٹھہرا نہین - اپنے بھائی

ناصر مرزا کو وہان کی حفاظت کے لیے چھوڑا اور خود کابل کو مراجعت کی اور
جولائی سنہ ۱۵۰۷ء مین نہ وہ خود رقم طراز ہے بہت غنیمت اور بڑی ناموری کے
ساتھ کابل پہونچ گیا -

یہان پہونچکر دم بھی نہ لینے پایا تھا کہ پھر یہ سنا کہ شیبانی خان قندھار کے
سامنے آگیا ہے اور بھائی کو محصور کر لیا ہے حیران ہوا کہ کیا کرے کیونکہ اتنی
قوت نہ تھی کہ میدان مین شیبانی کا مقابلہ لڑسکے - مگر چونکہ قدرتی طور سے
مدبر واقع ہوا تھا اسنے فوراً یہ سمجھ لیا کہ اس وقت جو طریقہ میرے لیے سب سے
زیادہ کار آمد ہوگا وہ یہی ہے کہ یہ ظاہر کرو دن کہ جنگ کے لیے طیار ہون
ب بھی تذبذب رہگیا کہ یہ اظہار بدخشان کی طرف منسوب کیا جاے کہ وہان سے
سمرقند کی حالت مخدوش ہوجائیگی یا یہ کہ ہندوستان پر چڑھائی کیجاے - آخر کار
یہی فیصلہ کیا کہ ہندوستان ہی پر چڑھائی ہو جس قدر جلد فیصلہ کیا تھا اسی سرعت
کے ساتھ اس پر عمل بھی کیا اور دریاے کابل کے نیچے نیچے دریاے انڈس
کی طرف روانہ ہوا - مگر جلال آباد پہونچے تھے جتنے ہی روز ہوے تھے کہ یہ سننے مین
آیا کہ قندھار والون نے شیبانی کی اطاعت کر لی - یہ سنکر گویا اس مہم کا خاتمہ ہی فوت
ہوگیا اور بابر کابل واپس آیا -

آیندہ سات برس کے زمانہ مین اگرچہ واقعات بہت سے گزرے مگر انکا ذکر سرسری ہی طور پر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے - اس سات برس (از ۱۵۰۴ء لغایت ۱۵۱۱ء) مین بابر نے شمال کی جانب چڑھائی کی - فرغانہ پھر لیا - ازبکون کو شکست دی - بخارا و سمرقند فتح کر لیا - مگر ازبک پھر لوٹ کر آئے اور بابر کو شکست دیکر ان دونون شہرون کے چھوڑنے پر مجبور کر دیا - انکو پھر لینے کی کوشش مین بابر نے غجدیوان مین شکست کھائی اور پھر حصار* بھاگا - کچھ عرصہ بعد جب امید مین جان باقی نہ رہی تو وہ اوائل ۱۵۱۴ء مین پھر کابل واپس آگیا - اسکے بعد آٹھ برس اور ایسے گزرے کہ اس زمانہ کے واقعات بھی سرسری ہی طور سے لکھنے کے ہین - اس زمانہ مین بابر نے پہاڑی افغانون کی سرزنش کی - سوات فتح کیا اور آخر کار ۱۵۲۲ء مین ایک صلحنامہ کی روسے قندھار بھی اُسے مل گیا - قندھار پر قبضہ کر کے مع مضافات قندھار (جنمین اُس قسیبی زمین کے بھی کچھ حصے شامل تھے جو دریاے ہلمند کے نیچے والے بہاو کے متوازی

* مشرقی تاریخ مین دو مقام حصار کے نام سے مشہور ہین - ایک تو ہندوستان مین دہلی سے تقریباً سو میل جانب شمال واقع ہے اور دوسرا ایران کے صوبہ آذربایجان مین تخت سلیمان سے تیس میل کے فاصلہ پر ہے - جس حصار کا ذکر بیان کیا گیا ہے وہ دریاے دجلہ کے کنارے ملخ سے ایک سو تیس میل جانب شمال و مشرق واقع ہے -

چلی گئی نہیں) اپنی سلطنت مین ملالیا۔

اس عرصہ مین ذوالنون کا فرزند اکبر جو پہلے قندھار مین حکمران تھا سندھ پر چڑھ کر گیا اور فتح کرلیا اور بھکر کو اپنا دارالسلطنت بنایا۔ جون ۱۵۲۴ء مین وہ مرگیا۔ جب اسکی خبر شاہ حسن حاکم نرساپور کو پہونچی تو اس شریف سردار نے کہ تیموریہ کے گھرانے کا سچا جان نثار تھا فوراً بابر کی بادشاہت کا ڈنکا بجوایا اور سارے سندھ کے ملک مین اُسی کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ مخالفت تو بہت ہوئی۔ مگر شاہ حسن نے سارا صوبہ زیر کرلیا اور بابر کو اپنا والی مان کر حکومت کرتا رہا۔ آخرکار ۱۵۲۵ء مین وہ ملتان بلایا گیا۔ اُسکے قلعہ ملتان پر چڑھائی کی اور عرصہ تک محاصرہ ڈالے رہنے کے بعد اگست یا ستمبر ۱۵۲۶ء مین یورش کرکے قلعہ لے ہی لیا۔ اسی عرصہ مین ہندوستان مین بہت سے واقعات ہوچکے تھے۔ ۲۹۔ اپریل سنہ مذکور کو جنگ پانی پت کی بدولت ہندوستان بابر کے ہاتھ آگیا تھا۔ بابر کے اس ملک پر حملہ کرنیکے حالات بیان کرنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ نہایت مختصر طور پر یہ تذکرہ بھی کردیا جاے کہ اس زمانہ مین جو لوگ یہان حکمران تھے انکی کیا حالت تھی۔

چوتھا باب

بابر کے حملے ہندوستان پر

ہندوستان کی تاریخ کے مبدلے زمانہ مین ایام سلف سے گیارھوین صدی کے آغاز کے محمود غزنوی والے حملہ تک جو حالت تھی اسکا بیان کرنا مقصود نہین ہے - واقعی بات یہ ہے کہ اس زمانہ کے حالات کی تفصیلی معلومات دنیا مین بہت کم ہین - یہ تو معلوم ہی ہے کہ اس ملک مین انڈس سے لے کر راس کماری تک بہت سی مختلف قومین آباد تھین اور وہ مختلف زبانین بولتی تھین - برہمن بودھ اور جین مذہب رائج تھے اور جو لڑائیان اوقات معلوم پر مختلف صوبون اور قسمتون کے بادشاہون مین ہوا کرتی تھین اُنمین سے اکثر مذہبی ہوتی تھین -

سب سے پہلے سنہ ۱۰۰۱ع مین محمود غزنوی کے حملہ سے اس نظام مین خلل واقع ہوا - لیکن اگرچہ محمود اور اُسکے غزنوی خاندان والے اور قائم مقام دہلی اور راجپوتانہ اور گجرات کی آخری حد تک پہونچ گئے تھے ان لوگون کی مستقل حکومت عملی طور پر پنجاب سے آگے نہین بڑھی - دریاے ستلج کے جنوب و مشرق کا

ملک برابر ہند ہ فرمانروایون کا تابع رہا۔ مگر ۱۱۸۶ء مین غوری خاندان نے غزنوی خاندان کا خاتمہ کر دیا۔ اس خاندان کا بانی مغربی افغانستان کے ضلع غور کا رہنے والا تھا۔ یہ مقام شہر ہرات سے ایک سو میں میل جانب جنوب و مشرق کابل کے راستہ پر واقع ہے ۱۲۰۶ء مین خاندان بھی نابود ہو گیا اور خلجی یا غلجی خاندان قائم ہوا۔ اس گھرانے کے بادشاہ تینتیس ۳۳ برس تک دہلی ور اُن ممالک مغربی و شمالی کے نام سے مشہور تھے حکومت کرتے رہے ور اپنے فتوحات کو نربدا اور دکن سے آگے تک بڑھا کر ۱۳۲۱ء مین تخت کی غلامون کے تغلق خاندان کے لیے جگہ خالی کر دی۔ شاہان تغلق استحکام دینے کے فن سے نابلد تھے اکیانوے برس جو انھون نے سلطنت کی تو اس عرصہ مین بہت سے صوبے دہلوی مرکز حکومت سے الگ ہو گئے۔ سلطنت حالت انحطاط مین تو تھی ہی تیمور کا حملہ (۱۳۹۸ء) اور بھی اسکے حق مین سم قاتل ہو گیا۔ البتہ بارہ برس تک بادشاہ وقت سلطان محمود کے پاس سلطنت باقی رہی۔ پھر کچھ عرصہ کے لیے اس خاندان مین چلی گئی جسے کوئی شاہی حقوق حاصل نہ تھے۔ یہ خاندان جسے اہل تاریخ سیدون کا خاندان کہتے ہین بہلے نام تقریبًا تینتیس ۳۳ برس تک شمالی ہندوستان پر حکومت کرتا رہا۔ مگر اس سلطنت مین کچھ اتفاق نہ تھا

اور لودی خاندان کے ایک طاقتور افغان نے موقع پاکر اپنے پاس قوت جمع کر لینے کی کوشش کی۔

اس زمانہ مین ہندوستان مین مسلمانون کی حکومت کی یہ صورت ہو گئی تھی کہ متفرق صوبون پر متفرق سردار مسلط تھے اور سچ پوچھیے تو یہ سب کے سب کسی ایک فرمانروا کے تابع نہ تھے۔ سنہ ۱۴۵۰ع مین دہلی اور اسکے آس پاس کے تھوڑے سے ملک پر سیدون کے خاندان والے قابض تھے۔ دار الحکومت کے چودہ ہی میل کے اندر احمد خان میوات مین خود مختارانہ حکومت کرتا تھا۔ صوبہ سنبھل جواب روہیلکھنڈ کے نام سے مشہور ہے اور جو برابر شہر دہلی تک چلا گیا ہے دریا خان لودی کے تصرف مین تھا۔ جلیسر جواب ضلع ایٹہ ہو گیا ہے عیسے خان ترک کے پاس تھا۔ وہ ضلع جواب فرخ آباد کے نام سے مشہور ہے راجہ پرتاب سنگہ کے پاس تھا۔ بیانہ داود خان لودی کے پاس تھا۔ لاہور اور دیپال پور اور سرہند پانی پت کے جنوب تک بہلول لودی کا قبضہ تھا۔ ملتان جونپور بنگال مالوہ اور گجرات مین ہر جگہہ الگ الگ اپنا اپنا بادشاہ تھا۔

ان مین سے بہت سے صوبون اور نیز اس مشرقی ملک پر جو مغربی پہاڑ کے ٹھیک شمال مین واقع ہے سیدون کے خاندان کے زوال کے بعد

(۱۴۵۰ء لغایت ۱۴۸۸ء) بہلول لودی جو سلطان بہلول کے نام سے
مشہور ہوا فرمانروائی کرتا رہا - اسکے بعد اُسکا بیٹا سلطان سکندر لودی بادشاہ
ہوا اور بہار کو زیر کرکے بنگال پر حملہ کیا - مگر بالآخر صوبہ بنگال وہان کے بادشاہ
علاء الدین ہی کے پاس چھوڑ دیا اور اقرار کرلیا کہ اب کبھی بنگال پر چڑھائی
نکریگا - اور وسطی ہندوستان کا بہت بڑا حصہ تاخت و تاراج کرڈالا - جب
۱۵۱۸ء مین اُسنے وفات پائی تو اُسنے اس صوبہ کو جواب پنجاب کہلاتا ہے
اور ممالک مغربی و شمالی (جسمین جونپور بھی شامل تھا) اور وسطی ہندوستان
اور مغربی بہار کو اپنی عملداری مین مجتمع کرلیا تھا مگر سچ پوچھیے تو یہ اجتماع محض
برائے نام تھا - افغان سردار جنکو لودی سلطان نے ضرورت سے مجبور
ہوکر مختلف صوبے سپرد کررکھے تھے ایک طرح پر ضرور اپنے بادشاہ کے ساتھ
ماتحت جاگیر کا تعلق رکھتے تھے مگر ہر سردار اپنے اپنے علاقہ مین پورا پورا
خود مختار تھا اور اپنے ہی احکام کی تعمیل چاہتا تھا -

اس انتظام کا نتیجہ یہ تھا کہ جب سلطان سکندر مرا تو بہت سے بڑے
بڑے سردار اس برائے نام ماتحتی کی بھی تاب نہ لاسکے اور سب نے
بالاتفاق یہ ٹھہرائی کہ اُسکے بیٹے ابراہیم کو صرف دہلی کی بادشاہت حوالہ

کرین اور جونپور کو چھوڑ کر سلطان مرحوم کی باقی سلطنت آپس مین تقسیم کرلین - جونپور کا صوبہ ابراہیم کے چھوٹے بھائی کو دیدیا جائے کہ شاہ دہلی کے تابع رہکر الگ بادشاہت کرے - مگر اپنے ایک عزیز خان جہان لودی کے سمجھانے سے ابراہیم نے جو اجازت دیدی تھی اُس سے انحراف کیا اور اپنے بھائی کو جو جونپور روانہ ہوچکا تھا واپس بلایا - بھائی نے واپسی سے انکار کیا - خانہ جنگی ہوئی اور ابراہیم فتحیاب رہا - اپنے بھائی کے مرنے پر ۱۵۱۸ء مین ابراہیم نے اپنے بلند حوصلہ سردارون پر اپنا رعب حکومت جمانا چاہا - انھون نے بغاوت کی - اس نے بغاوت کو فرو کیا - مگر اس فتحیابی سے جو طرز لمانہ کام اُسنے لیے اُن سے بجاے اسکے کہ ناراضی کی آگ پر پانی پڑے بغاوت کے شعلے اور تو بھڑک اُٹھے - صوبجات بہار اور جونپور مسلح ہوکر اُٹھ کھڑے ہوے - پنجاب نے بھی ان ہی کی تقلید کی - یہ خانہ جنگی بڑے جوش وخروش سے ہوئی اور دونون طرف تقدیر پلٹے کھاتی رہی - جب یہ ابتری کی حالت انتہا کو پہونچ گئی تو سلطان ابراہیم کا چچا علاءالدین بھاگا بھاگ بابر کے پاس پہونچا کہ وہ اس زمانہ مین اضلاع قندھار پر تسلط بٹھانے مین مصروف تھا - اور اُس سے التجا کی کہ مجھے دہلی کے تخت پر بٹھا دیجیے - قریب قریب اسکے ساتھ ہی ساتھ

دولت خان حاکم لاہور جو ابراہیم کے فوجی سردار سے تنگ آگیا تو شاہ کابل کے
پاس یہ اور بھی زیادہ دلکش پیام پہونچا کہ میری مدد کیجیے تو اسکے صلہ مین آپ کو
اپنا بادشاہ مان لونگا۔ بابر راضی ہوگیا اور فوراً لاہور کی طرف روانہ ہوا۔
ہندوستان کی اندرونی حالت کا جو نقشہ مین نے اوپر کھینچا ہے
اس سے امید ہے کہ ناظرین بخوبی سمجھ لینگے کہ محمود غزنوی کے حملے کے بعد
جو پانچ صدیان گزری ہین انمین کیون کسی خاندان کی سلطنت اچھی طرح جڑ نہ پکڑ سکی
کیا غزنوی کیا غوری کیا تغلق کیا سید کیا لودی غرضکہ ہر خاندان کا جو جانشین ہوتا
وہ اپنے ہی فائدہ اور اپنے ہی ذات کے واسطے لڑتا جو بادشاہ برسر حکومت
ہوتا اسکے سردار بھی اس خصوص مین اپنے مالک ہی کی تقلید کرتے۔ غرض ہندوستان
اس طرح تاخت و تاراج ہوچکا تھا اور اُسکا کچھ حصہ جاگیردار سرداروں کے پاس
بھی تھا۔ ان جاگیرداروں پر اطاعت واجب تو تھی مگر اُسکا ادا ہونا نہ ہونا بادشاہ
کی طاقت اور لیاقت پر منحصر تھا۔ فاتح و مفتوح کی اغراض اس طرح ایک نہین کیجاتی
تھین جیسے انگلستان فتح ہونے پر وہان کے فاتح کی تھین۔ مسلمان لوگ گویا غیر
قومون کے غاصب بادشاہ تھے اور وہ غیر قومین اسوجہ سے اطاعت کر رہی
تھین کہ مقابلہ کا یارانہ تھا۔ اسکا خیال بھی نہ آتا تھا کہ جو خاندان برسر سلطنت ہو

اسکے ساتھ ہمدردی کا مادہ انمین پیدا کیا جائے - فاتح لوگ اجنبی وارد ہوئے - اور اجنبی وارد رہے بھی - انکا قبضہ محض بیرونی تھا - رعایا کے دلون مین انکی محبت نے جڑ نہین پکڑی تھی اور محض تلوار کے زور سے قبضہ قائم تھا - اس خصوص مین اس خاندان اور اُس خاندان مغلیہ مین جسکا بادشاہ اکبر تھا اور جو ان خاندانون کے بعد ہی قائم ہونیوالا تھا زمین آسمان کا فرق تھا -

اس بروارد کی آمد کو چھوڑ دیجیے جسکا ذکر تیسرے باب کے شروع مین ہوا ہے تو بابر کا پہلا حملہ ہندوستان پر ۱۵۱۹ء مین ہوا - بعض مورخ راوی ہین کہ اسی سال دوسرا حملہ بھی ہوا - مگر غالباً فرشتہ کی یہ روایت صحیح ہے کہ یہ برائے نام حملہ محض یوسف زئیون پر چڑھائی تھی کہ اسی کے سلسلہ مین بابر پشاور تک بڑھ آیا تھا مگر دریاے انڈس کو عبور نہین کیا - بہرحال اسمین کچھ شک نہین کہ ۱۵۲۰ء مین اُسنے پھر چڑھائی کی اور یہ چڑھائی تیسرے حملے کے نام سے مشہور ہے -

اس دفعہ بابر نے انڈس عبور کیا - جو حصہ ملک اب قسمت راولپنڈی کہلاتا ہے اُسکو طے کرکے دریاے جہلم عبور کیا - اور سیالکوٹ پہونچا مگر اُسے چھوڑکر سید پور گیا اور اُسے تاراج کیا - دارالسلطنت کابل پر حملہ ہونے کے اندیشہ سے اسے یہان سے مراجعت کرنی پڑی -

تیسرے یلغار مین جو ناکامی ہوئی اس سے بابر کو اب پورا یقین ہو گیا کہ
ہندوستان کے کسی حملہ مین کامیابی اُس وقت تک یقینی نہین ہو سکتی کہ قندھار
مین اچھی طرح سے پاؤن نہ جم جائین۔ اس وجہ سے آیندہ دو تین برس تک
بابر اسی مین لگا رہا کہ اس حصن حصین پر تسلط بٹھائے اور غزنین اور خراسان کے
درمیانی ملک کو بھی اپنا کرلے۔ وہ ان صوبون پر عمدہ طور سے مسلط ہونے
مین کامیاب ہوا ہی تھا کہ علاءالدین لودی اور دولت خان حاکم لاہور سے
پیام پہونچے۔ دولت خان کا پیام سنکر اُسنے یہ فیصلہ کر لیا کہ ہندوستان پر چوتھا
حملہ کر ڈالے۔ ایک دفعہ پھر اٹک، جہلم اور چناب عبور کیے اور لاہور سے دس
میل کے اندر ہی اندر بڑھ آیا۔ یہان لودی خاندان کے طرفدارون کی فوج
سے مقابلہ ہوا اور اُسے شکست دی۔ بابر کی فوج کو لاہور غنیمت معلوم ہوا۔
مگر یہان صرف چار روز ٹھہر کر آگے بڑھی اور دیپال پور پہونچکر یورش کی۔
دولت خان اور اُسکے بیٹے بھی آن ملے۔ مگر ان لوگون کو جو انعامات عطا ہوئے
اُس سے انکی سیری نہ ہوئی اور اپنے نئے آقا کے خلاف سازش کرنی شروع کی۔
بابر دہلی جا رہا تھا۔ سرہند کے قریب پہونچکر اُسے ان لوگون کی کارسازیان معلوم
ہو گئین۔ اور اُسنے یہ قصد کر لیا کہ سردست آگے بڑھنا ملتوی کرکے کابل کو لوٹ جائے

چنانچہ ایسا ہی کیا۔ مگر جانے سے پہلے پنجاب کو چھوٹے چھوٹے حصون مین تقسیم کرکے جن سرداروں کی وفاداری پر اعتماد تھا اُن کے حوالہ کردیا۔

بابر ابھی اندس پار اترا ہی ہوگا کہ پنجاب مین ازسرنو ہلچل پڑگئی۔ علاء الدین لودی جسے دیپال پور* کا ضلع ملا تھا یہان سے مایوس ہوکر اس امید پر کابل کو بھاگا کہ بابر خود آکر ہندوستان پر حملہ آور ہوگا۔ مگر بابر اس وقت اسکی یہ امید پوری نکرسکا کیونکہ ازبک بلخ کا محاصرہ کیے لیتے تھے۔ تاہم علاء الدین کو کچھ فوج دیدی اور پنجاب کے سردارون کے نام حکم بھیجدیا کہ اُسکی مدد کرین۔ پھر بھی اس شاہزادہ کو اس چڑھائی مین ناکامی نصیب ہوئی اور پریشانی کی حالت مین دہلی سے پنجاب بھاگ آیا جس وقت یہ پنجاب مین پناہ گزین ہوا ہے بابر ہندوستان پر پانچوان حملہ کرنیکی طیاری کررہا تھا۔

مین اس حملہ کے بہت ہی مختصر حالات لکھنے پر قناعت کرونگا۔ اپنے بیٹے ہمایون کو لیکر درہ خیبر سے اُترکر بابر پشاور مین آیا۔ دو دن وہان ٹھہرا۔ ۱۶۔ دسمبر کو اندس عبور کیا اور بڑی تیزی کے ساتھ سیالکوٹ کیطرف بڑھا۔ ۲۹۔ دسمبر کو

---

* دیپال پور ضلع مانٹگمری مین ایک قصبہ ہے جو لاہور سے چالیس میل جانب جنوب و مغرب واقع ہے۔ بابر کے وقت مین یہ بہت بڑا مقام تھا۔

وہان پہونچکر علاءالدین کے شکست پانے اور بھاگ جانے کا حال معلوم ہوا۔مگر
ہمت نہ ہاری اور دوسرے ہی دن صبح کے وقت پرسرور کی طرف کوچ کیا۔
یہ مقام دریاے راوی کے کنارہ سیالکوٹ اور کالانور کے بیچون بیچ مین واقع
ہے۔وہان سے بیاس کی طرف بڑھا اور اسے عبور کرکے ملوات کے مضبوط قلعہ
پر چڑھائی کی کہ یہین اُسکا سب سے پہلا حامی دولت خان پناہ گزین تھا۔ملوات
بہت جلد زیر ہوگیا۔پھر بابر جالندھر دوآب مین ہوکر ستلج کی طرف بڑھا۔اور جیسا کہ
وہ خود لکھتا ہے "ہمت کی رکاب مین پائون رکھکر اور تائید ایزدی کی لگام ہاتھ
مین لیکر" روپڑ کے پاس پار اترا۔وہان سے انبالہ ہوتا ہوا سرساوا+ کے سامنے
جمنا کنارہ آگیا۔وہان سے دو منزل دریا کے نیچے کی طرف کو چلا۔دو منزل اور
بڑھ کر پانی پت پہونچا کہ یہ مقام دہلی سے ترپن میل جانب شمال و مغرب واقع ہے
یہان پہونچکر مقام کیا اور فوج کی قلعہ بندی کی۔اُس دن اپریل ۱۵۲۶ء
کی بارھوین تاریخ تھی۔

× اس سفر کا مفصل اور دلچسپ حال بابر نے خود اپنی توزک بابری کے کئی صفحون
مین لکھا ہے۔

+ سرساوا دریاے جمنا کے جنوبی کنارہ پر سہارنپور سے دس میل کے فاصلہ پر مغرب و شمال
کے درمیان کے گوشہ مین واقع ہے۔

نو دن بعد ابراہیم لودی فوج لیکر آیا (جسکی تعداد بابر کے اندازہ مین ایک لاکھ تھی) اور اس حملہ آور پر اُسی کے مورچون پر آکر حملہ کیا - بابر لکھتا ہے کہ جب وہ جنگ شروع ہوئی تو آفتاب ایک نیزہ پر آگیا تھا - اور دوپہر تک جنگ برپا رہی کہ اس وقت غنیم بالکل ہی خستہ اور تباہ حال ہوگئے - یہ فتح ہر طرح پرشانی تھی - ابراہیم لودی نے بہادری سے کے ساتھ لڑتے ہوئے جان دی اور ہندوستان اس فاتح کے قدمون سے آلگا - اُسی دن بابر نے دہلی اور آگرہ پر قبضہ کرنیکے لیے فوج روانہ کی - دہلی مین ۲۴ - اپریل کو اور آگرہ مین ۴ - مئی کو حسب خواہ نتیجہ ظہور مین آیا - + +

× × توزک بابری مین یہ حالات لکھنے کے بعد کہ وہ کس طرح چھوٹی سی حالت سے ابتدا کرکے ہندوستان سے مبارک ملک کا فاتح بنگیا بابر لکھتا ہے کہ " مین اس کامیابی کو اپنی ذاتی طاقت کی طرف منسوب نہین کرتا اور نہ یہ خوش تقدیری میری حسن تدبیر کا نتیجہ ہے بلکہ یہ سب خدا کی مہربانی اور رحم کے چشمہ سے مجکو ملا ہے - "

پانچوان باب

شمال و مغرب کے دو بڑے بڑے طاقت کے مرکزون کا مالک بنکر بابر نے جو بڑا مدبر اور مآل اندیش تھا ہندوستان کی واقعی حالت کا جائزہ لیا۔ فوراً اسکی سمجھ مین آگیا کہ مین شمالی ہندوستان کا مالک ہون اور بس یہی کل کائنات ہے۔ اودھ جونپور اور غربی بہار کے بڑے بڑے صوبے ابراہیم کے خلاف باغی ہو گئے تھے اور اگرچہ شہزادہ مذکور نے باغیون سے مقابلہ کرنیکو فوج بھیجی تھی یہ بات یقینی تھی کہ اس نئے حملہ آور کے خلاف دونون فریق ایک ہو جاینگے۔ پھر بنگال وہان کے بادشاہ نصرت شاہ کا تھا۔ گجرات سکندر شاہ کے پاس تھا۔ مالوہ مین سلطان محمود کی حکومت تھی۔ تینون سلطنتین بڑی طاقت ور اور خود مختار تھین۔ البتہ مالوہ کا ایک حصہ نامور ہندو راجہ رانا سانگا نے پھر فتح کرلیا تھا اور اس حصہ مین قلعہ جات ذیل شامل تھے جو اس زمانہ مین بہت مشہور تھے۔ رنتھنبور جو دریاے چنبل اور بناس کے سنگم کے [illegible] واقع ہے۔ سارنگ پور جو کالی سندھ کے کنارہ پر [illegible] ہے۔ چندیری [illegible]

بادشاہت قایم کی تھی اور وجیانگر کا راجہ خود مختار تھا - بابر کو یہ بھی معلوم ہوا کہ
بہت سے راجہ اور رائے ایسے بھی ہین کہ کبھی مسلمان بادشاہون سے زیر
بھی نہین ہوئے -

مگر یہ بھی بابر بہت جلد سمجھ گیا کہ ان معدودے چند راجاؤن کی خود مختاری
سے کوئی بڑی مشکل نہ پیش آئیگی - اصل مشکل یہ تھی کہ جو خاندان بابر سے پہلے
برسر سلطنت رہے انھون نے ہندو رعایا کی تالیف قلوب نہین کی اسلیے وہ
لوگ اس حملہ آور کی دشمنی پر آمادہ تھے - ارسکین صاحب لکھتے ہین کہ ہندوستان
کے شمال مین اب تک بہت کچھ ہندوون کا نظام قائم تھا - گانون اور ضلع
کے انتظام اور حکومت کا وہی دستور چلا جاتا تھا - اسی طرح چھوٹے چھوٹے
سردارون کی جاگیرون یا چھوٹی چھوٹی مقامی حکومتون کی تقسیم قایم تھی - اور
ملکی انقلابات مین رعایا بہ نسبت اسکے جو دارالحکومت مین فرمانروا ہوتا تھا
اسی کا زیادہ خیال کرتی تھی جو خاص اُنکے اوپر برسر حکومت ہوئے مختصر یہ کہ جو
کبھی ایسے خوش ترکیب نظام کا خیال اُنکو نہین آیا تھا کہ جو سب سے بڑی طاقت والے
ایک ہی مرکز سے چلتا ہو اسلیے جو سب سے آخر کا فاتح ہوتا تھا اُسے وہ ناخواندہ
مہمان سمجھتے تھے اور اسکی مخالفت ہی مین اپنا فائدہ سمجھتے تھے -

پرانے شاہی خاندانون کے مسلمان وفادارون کی سازشون نے
اُس ہراس کو اور بھی بڑھا دیا جو ایسے نئے حملہ آور کے آنے سے پیدا ہوا تھا
جسکے مزاج اور عادات سے یہان کے لوگ بالکل بیخبر تھے - ان لوگون کی
حجت یہ تھی کہ اس حملہ آور مغل کی کامیابی کے معنی ہین ہم سب کی بربادی - غرض
انھون نے کوئی وقیقہ ہندو رعایا کے دلون پر یہ جما دینے کا اُٹھا نہین رکھا
کہ ان وسط ایشیا کے وحشیون کی حرص وہوس سے نہ تمھارے مندر محفوظ
رہینگے اور نہ تمھاری بہو بیٹیان - ان فہمایشون سے جو ہراس دل مین سما گیا
تھا اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ جب یہ رحم دل اور فیاض حملہ آور آگرہ کی طرف بڑھا تو
ہندو لوگ بھاگ گئے کہ عزت جانے کا یقین ہو تو اُس سے جنگل ہی کی مصیبتین
اُٹھانی بہتر ہین -

بابر کو یہ مشکل اور آن پڑی کہ اسی زمانہ مین اُسکی فوج مین ناراضی پھیلی -
اس فوج مین زیادہ تر شرقی افغانستان کے بلند سلسلہ کوہ کے پہاری لوگ تھے
جب تک لڑائی کی امید رہی یہ لوگ خوشی خوشی اپنے بادشاہ کے ساتھ چلے
گئے - مگر پانی پت کی فتح سے سارا شمالی ہندوستان زیر ہو گیا تھا - دلی سے
آگرہ کا سفر ویران ملک مین ہو کر کرنا پڑا - موسم ایسا تھا کہ ہمیشہ ہی اُ‌س زمانہ مین

سخت گرمی پڑتی ہے اور ۱۵۲۶ء مین تو اس غضب کی گرمی پڑی تھی کہ معمولی
طور سے جو ہر سال گرمی ہوتی تھی اس سے کہین بڑھی ہوئی تھی جیسے
ہمارے شہزادہ چارلی کے پہاڑی فوج والے ۱۸۴۵ء مین شاکی ہوگئے تھے
ویسے ہی یہ پہاڑی فوج والے بھی شاکی ہوے - یہ لوگ بھی اپنے پہاڑی وطن
کو واپس جانے کے آرزومند تھے - یہ ناراضی کچھ سپاہیون ہی تک محدود نہ تھی
سردار بھی شاکی تھے - اور یہ شکایتین اس درجہ بلند ہوئین کہ آخر کار بابر کے
کانون تک پہونچ گئین -

بابر اپنی فتحیابی سے بہت خوش تھا - نہ گرمی اور نہ رعایا کی ناراضی اُسے
اس بات کو مخفی رکھ سکتی تھین کہ اُسنے ایشیا کا سب سے عمدہ سب سے زیادہ
زرخیز اور سب سے زیادہ قابل قدر حصہ فتح کیا ہے - اُسنے اپنے عجیب و غریب
تذکرہ (توزک بابری) کے بڑے بڑے چھپے ہوے میں سے زیادہ صفحون مین
یہی حالات لکھے ہین - اُسنے شروع یون کیا ہے " یہ بہت نادر ملک ہے -
اور ملکون کے مقابلہ مین یہ بالکل نئی دنیا ہے - اُسنے ایک ہی نظر مین یہ دیکھ
لیا تھا کہ فتح کے جو معنی وہ سمجھے ہوا تھا اُسکے پورے طور سے حاصل کرلینے
کے لیے سب کام بنا بنایا ہے اور آیندہ سے شاہ کابل کا خطاب شہنشاہ

ہندوستان کے بڑے خطاب سے دب کر رہے گا۔مختصر یہ کہ اپنے اراوہ
سے پلٹنا تو وہ جانتا ہی نہ تھا۔

اُسنے سب دقتوں کا خیال کر لیا تھا اور یہ بھی سوچ لیا تھا کہ کیسے انکو رفع
کرنا ہوگا۔چونکہ پورا کاروباری آدمی تھا اُسنے سب سے پہلے اس دقت کی
جانب توجہ کی جو واقعی سب سے بڑی تھی۔یعنی فوج کی ناراضی۔اپنے سرداروں
کو جمع کر کے ایک جلسہ مین اصلی حالت کا مرقع دکھلا دیا اور یہ جتا دیا کہ دیکھو کیسی
کیسی شدید منزلین کرنے اور سخت لڑائیان لڑنے کے بعد یہ بیشمار زرخیز اور وسیع
صوبے ہاتھ لگے ہین۔انکو چھوڑ کر کابل چلا جانا بڑی بے شرمی کی بات ہے
اپنی تقریر کے خاتمہ مین بابر نے کہا "جو شخص اپنے تئین میرا دوست کہتا
ہے وہ آیندہ سے ہرگز ایسی رلے نہ دیگا۔لیکن اگر تم مین کوئی شخص ایسا
بھی ہے کہ کسی طرح ٹھہرنے پر آمادہ نہ ہو اور واپسی کے خیال سے باز نہ آئے
تو وہ ابھی سے رخصت ہوجاے" اس تقریر کا اثر حسب دلخواہ ہوا۔اور جب
الفاظ کی جگہ افعال ہونے لگے اور نئے نئے وقوعہ ہوے اور نئی نئی کامیابیان
نصیب ہوئین تو ناراضی جاتی رہی جوش پیدا ہوگیا۔*

* بابر نے اپنے دوستون مین سے ایک شخص کو جسے گرمی بہت سخت معلوم ہوتی تھی اور جسے اسی وجہ

بابر کی اس مستقل مزاجی کا صلہ ایک اور طریقہ سے بہت جلد مل گیا جب
یہان کے باشندون اور نوآباد مسلمانون اور ہندو زمینداروں اور تاجرون کو
یہ حال معلوم ہوا کہ بابر اپنا قبضہ مستقل طور سے رکھنا چاہتا ہے تو انکا ہراس
یکایک کم ہوگیا - اسی عرصہ مین اُسکی فیاض اور شریف طبیعت کے بہت سے
ثبوت بھی مل گئے اور عوام کے دلون پر انکا بڑا اثر پڑا - روز بروز اُسکے جھنڈے
کے نیچے لوگ جمع ہوتے گئے - دیہات والے اور دوکاندار اپنے گھرون کو
واپس آئے اور پھر لشکر مین چہل پہل ہوگئی - ابراہیم لودی نے جو فوج جونپور
اور اودھ کی بغاوت فرو کرنے کے لیے بھیجی تھی اُسنے بھی تھوڑے ہی عرصہ
بعد بابر کو اپنا بادشاہ تسلیم کرلیا - اسی درمیان مین اپنی فوج سے عقلمندی سے
کام لیکر بابر نے رہیلکھنڈ کا بھی بڑا حصہ فتح کرلیا - جمنا کنارہ رابیڑی کے
تاکہ پر اپنا تسلط بٹھایا اور اٹاوہ اور دھولپور کا محاصرہ کرلیا - مگر وسطی ہندوستان
مین کچھ دقتین اسکو پیش آنیوالی تھین اور اسطرف سے غافل رہکر بھی بن نہ پڑتی تھی

اُسنے حاکم غزنین مقرر کردیا تھا اس زمانہ مین کہ یہان پانون خوب جم گئے تھے ایک قطعہ لکھکر بھیجا
تھا جسکا ترجمہ حسب ذیل ہے :- بابر خداوند کریم کا ہزار ہزار شکر کر کہ اُسنے اپنی فیاضی سے سندھ
اور ہند اور بہت سی سلطنتین تجھکو بخشی ہین - اگر تجھسے گرمی برداشت نہ ہوسکے اور سردی کا
ارمان ہو تو بس یہ یاد کرلے کہ غزنین مین کیسا جاڑا اور پالا پڑتا ہے -

یہ دقتین رانا سانگا رانائے چتور نے برپا کی تھین - مین یہ بیان کر چکا ہون
کہ کس طرح اس بڑے راجہ نے (جو ہر اعتبار سے بڑا کہلانے کا مستحق تھا) پہلے
کے مسلمان حملہ آورون سے اپنی موروثی سلطنت کا بیش قرار حصہ واپس
لے لیا تھا - سچ پوچھیے تو وہ اس سے بھی کچھ زیادہ کر گزرا تھا - ابراہیم
لودی کو بکرا دل اور چاولی کی لڑائیون مین دو دفعہ بر سر میدان شکست
دے چکا تھا اور اور سردارون کے مقابلہ مین تو سولہ لڑائیان جیت چکا
تھا - بابر کے ہندوستان پہونچنے سے پہلے ہی رنتھنبور کا مشہور قلعہ اُسنے
لے لیا تھا - اور یہ ملک گیری کا سلسلہ ہنوز جاری تھا اور رانا اسے بڑھاتا ہی
جاتا تھا - اس وقت جس خبر سے بابر کو پریشانی ہوئی وہ یہ تھی کہ اس بڑے
راجپوت راجہ نے کندار کا قلعہ (جو رنتھنبور سے چند میل جانب مشرق
واقع ہے) لے لیا -

برسات کا موسم قریب اختتام آیا تو بابر نے جلسہ مشورت کیا کہ اس وقت
کے اور نیز آیندہ مشکلون کے رفع کرنیکی کیا تدبیر کیجائے - اس جلسہ مین یہ طے
پایا کہ بابر کا فرزند اکبر ہمایون* جسکی عمر اسوقت اٹھارہ برس کی تھی پورب کی طرف

* مشہور تذکرہ یعنے توزک بابری مین سند رجہ ذیل یادداشت ہمایون کی لکھی ہوئی ہے

روانہ ہوا اور دوآب اودھ اور جونپور مین تسلط بٹھلائے اور بابر خود آگرہ مین رہ کر سب امور ملکی کی بذات خاص نگرانی کرے۔ رانا سانگا کے معاملہ مین یہ ٹھہری کہ پہلے نزدیک کے دشمنون کو زیر کر لیا جاوے پھر اُس پر چڑھائی کی جاوے۔

ہمایون کو اس مہم مین پوری کامیابی ہوئی اُسنے بہار کی سرحد تک کا ملک فتح کر لیا۔ جب ۶- جنوری ۱۵۲۷ء کو وہ واپس آیا تو بابر نے بیانہ اور دھولپور زیر کر لیا۔ گوالیار کا قلعہ بڑی چال سے لے لیا۔ ملتان کے تسخیر ہوجانے کی بھی خبر آگئی۔ اب جو انڈس سے لیکر مغربی بہار کی سرحد تک اور کالپی اور گوالیار سے لیکر کوہ ہمالیہ تک بابر کی عملداری ہوگئی تو پھر وہ نامی رانا سے چتور رانا سانگا کی طرف متوجہ ہوا۔ ۱۱- فروری کو بابر نے آگرہ سے رانا کی فوج کے مقابلہ مین کوچ کیا۔ لودی خاندان کے مسلمان مددگار رانا سے مل گئے تھے۔ اُن کو لیکر

"اسی مقام پر" (مراد ہے مقام شاہ آباد سے کہ دریاے سرستی کے بائین کنارہ پر واقع ہے) "پانی پت کے راستہ مین ملا ہے اور "آج ہی کے دن" (یعنی ۶- مارچ ۱۵۲۶ء) "ہمایون کی داڑھی مین مقراض یا استرا پہلی دفعہ لگا تھا۔ چونکہ میرے والد صاحب نے اس کتاب مین اپنے پہلی مرتبہ استرا لگنے کا ذکر لکھا ہے لہذا مین نے بھی اپنے ساتھ اس واقعہ کے پیش آنے کی یادداشت یہان درج کر دی۔ اس زمانہ مین میری عمر اٹھارہ برس کی تھی۔ اب کہ میری عمر چھیالیس برس کی ہے مین محمد ہمایون حضرت شاہنشاہی کی دست خاص کی لکھی ہوئی کتاب تُوزک نقل کر رہا ہون"۔

وہ بھی بڑھا۔ اور بیانہ میں لشکر ڈالا۔ یہ مقام بیانہ سے تقریبًا بارہ میل اور آگرہ سے بیانہ ہو کر تقریبًا باسٹھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ بابر سیکری (جو اب فتحپور سیکری کے نام سے مشہور ہے) تک بڑھا چلا گیا اور وہاں پہونچکر مقام کیا۔ پہلے جو چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ہوئیں ان میں راجپوت ہی نفع میں رہے اور بابر کے سپاہیوں میں بیدلی پھیل گئی اس وقت بابر نے اسی پر قناعت کی کہ اپنے لشکر کو جہاں تک ممکن ہوا ایسا مضبوط کر لیا کہ بخوبی حملہ روک سکے اور ایک دستہ فوج کا میوات کے تاراج کرنے کے لیے بھیجدیا۔

اپنے لشکر کے قفس میں گرفتار معاملات کی ردی حالت مستقبل سے دلشکستہ اور اس مجبوری کی بیکاری سے تنگ آکر بابر نے اپنی زندگی کے گزشتہ واقعات پر نظر ڈالی اور بہت انکسار اور تاسف کے ساتھ یہ دریافت کیا کہ وہ قرآن مجید کی ایک بڑے تاکیدی حکم کی جو شراب پینے کی ممانعت میں آیا ہے ہمیشہ خلاف ورزی کرتا رہا ہے۔ اُسنے فورًا دل میں ٹھان لی کہ اسکی اصلاح کر کے رہونگا اپنے طلائی ساغر اور نقرئی صراحیاں منگا کر اپنے سامنے تڑوا ڈالیں اور چاندی سونا بیچکر اُسکے دام غریبوں کو خیرات کر دیے۔ لشکر میں جسقدر شراب تھی وہ پینے کے کام کی نہ رکھی یا زمین پر پھینکدی۔ اُسکے تین سو سرداروں نے بھی اُسی کی تقلید کی

آخر کار یہ دیکھکر کہ اب یہان زیادہ عرصہ تک ٹھہرنا ممکن نہین ہے بابر چار پانچ
کو دو میل غنیم کی طرف بڑھ گیا اور وہان مقام کرکے دوسرے دن ایک ایسی
جگہ پر پہونچا جو اُسنے پہلے سے لڑائی کے لیے انتخاب کر رکھی تھی۔ یہان
اپنی فوج کے پرے جنگ کے لیے مستعد کرکے جما دیے۔ سولھوین تاریخ
کو راجپوت اور اُنکے رفیق بڑھے اور رن پڑا۔ بابر نے اس لڑائی کا دلکش اور
بالکل سچا حال اپنے تذکرہ مین لکھا ہے یہان صرف اسقدر لکھنا ہے کہ اُسے
ایسی صریحی فتح نصیب ہوئی× کہ دوسرے ہی دن راجپوتانہ اُسکے قدمون کے
نیچے تھا۔ وہ بیانہ تک بڑھگیا وہان سے میوات پہونچا اور سارے ملک کو
زیر کر لیا۔ اس فتح کا نتیجہ صرف یہی نہین ہوا کہ اُسنے اپنی ذاتی کوشش سے
ملک بڑھا لیا بلکہ دوآبہ کے وہ شہر جو باغی ہوگئے تھے آپ ہی مطیع ہوگئے اور
بابر کو ملگئے۔ جب دوآبہ مین بالکل امن ہوگیا تو بابر سب سے پہلے وسطی
ہندوستان کے ہندو راجاؤن کی طرف متوجہ ہوا۔ اس زمانہ مین چندیری
کا راجہ ان راجاؤن کا سردار تھا۔ چندیری کے قلعہ (شہر اور قلعہ دونون

× رانا سانگا سخت زخمی ہوا اور اُسکی فوج کے چیدہ چیدہ سردار کام آئے۔ رانا نے مذکور نے
اسی برس میوات کے سرحد پر مقام بسوا مین انتقال کیا۔

ایک ہی نام سے مشہور رہیں یہ پہونچکر بابر کو خبر ملی کہ پورب میں اسکے فوجی سردار بدنصیب رہے اور لکھنؤ سے تعاقب کی حالت میں بھاگ کر قنوج آ نا پڑا۔ ہرچند کہ وہ جانتا تھا کہ یہ بیڈھب ہوئی ہے وہ اس خبر پر بھی مطمئن رہا اور چندیری کا محاصرہ بدستور قایم رکھا اور چند دن بعد قلعہ پر یورش کی۔ اس ملک کو زیر کر کے بابر نے فورًا پورب کیطرف کوچ کیا۔ اُسکے شکست پائے ہوے فوجی سردار قنوج کے پاس مل گئے۔ وہین دریاے گنگا پر پل باندھا اور غنیم یعنی لودی خاندان کے پس ماندہ لوگون کو اپنے سامنے سے بھگاتا ہوا پھر لکھنؤ پر آکر مسلط ہوگیا اور گومتی اور گھاگرہ عبور کر کے بیدل غنیم کو بالکل منتشر کر دیا۔ وہان سے آگرہ واپس آیا اور رشتہ انتظام جسے سلجھاتا ہوا چھوڑ کر گیا تھا پھر ہاتھ مین لیا۔

مگر بابر کو فرصت سے بیٹھنے کی مہلت نہ ملی جونپور کی قدیم مسلمانی جماعت اب تک اچھی طرح مطیع نہ ہوئی تھی۔ اور بہار کا زرخیز ملک جو جونپور سے ملا ہوا ہے اس پر اب تک حملہ ہی نہوا تھا۔ اب دونون صورتون کے مسلمان سردار ایک ہوگئے کہ لودی خاندان کے ایک شہزادہ کو جسنے بابر کے مقابلہ مین راناسانگا کو مدد دی تھی دونون صوبون کی حکومت متفقہ پر سرافراز

کرین - یہ سازش اسقدر چپکے چپکے ہوئی تھی کہ یکم فروری ۱۵۲۹ء سے پہلے
بابر کو اسکی خبر بھی نہ ہوئی - اس وقت وہ دھولپور مین تھا کہ یہ مقام اُسے
بہت عزیز تھا - یہان اپنے سردارون کے ساتھ باغات ہوا رہا تھا اور
شہر کی تزئین و ترتیب مین مصروف تھا - اسی دن آگرہ واپس آیا اور جو
کچھ فوج موجود تھی اُسے لیکر دوسرے ہی دن اپنے بیٹے عسکری کی فوج
سے جا ملنے کی غرض سے روانہ ہوا عسکری کی فوج کڑا کے قریب
گنگا کے واہنے کنارے پر موضع دوکی مین پڑی ہوئی تھی - ستائیس
تاریخ کو بابر یہان پہونچا - عسکری کی فوج دریا کے دوسرے کنارہ پر پائی
فوراً شاہزادہ کو ہدایت کی کہ ہم داہنے کنارہ چلتے ہین تم ہمارے ساتھ ساتھ
بائین کنارہ پر بڑھے چلو -

بابر کو یہان جو خبر پہونچی تھی وہ کچھ تسکین بخش نہ تھی - غنیم کی فوج کی تعداد
ایک لاکھ تھی کہ محمود لودی کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوگئی تھی - اور اسکا
ایک سپہ سالار شیر خان جسکا اُسنے اپنی خاص عنایات سے اعزاز بڑھایا تھا

× کڑا اب ویران ہوگیا ہے - قسمت الہ آباد کی ایک تحصیل مین واقع ہے - بابر اور اکبر
کے وقت مین یہ مقام بڑی اچھی حالت مین تھا -

باغیوں سے مل گیا تھا اور اپنے حصہ فوج کے ساتھ بنارس پر قابض ہو گیا تھا۔ محمود لودی اس متبرک شہر سے چھبیس میل کے فاصلہ پر چنار کا محاصرہ کیے پڑا تھا۔

بابر فوراً آگے بڑھا۔ محمود لودی کو چنار کا محاصرہ اٹھا لینے پر مجبور کیا۔ شیر خان کو بھی بنارس خالی کر کے گنگا پار چلا جانا پڑا۔ بابر نے کرمنا سا ندی عبور کر کے گنگا اور بکسر کے سنگم پر چونسہ مین پڑاؤ ڈالا۔ پھر وہان سے کوچ کر کے غنیم کو آرہ تک بھگا لیگیا۔ یہان پہونچکر بہار کی بادشاہت لی۔ یہین یہ خبر معلوم ہوئی کہ اپنے تھوڑے سے ہمراہیون کے ساتھ محمود لودی نے بادشاہ بنگال کے پاس پناہ لی ہے۔

نصرت شاہ بادشاہ بنگال کو محمود لودی کی بہن بیاہی تھی۔ اُسنے بابر کے ساتھ ایک طرح کا معاہدہ سا کر لیا تھا کہ کوئی بادشاہ دوسرے کی سلطنت پر حملہ نہ کرے۔ مگر باوجود اس معاہدہ کے اُسنے سارن یا چمپا کے صوبہ پر تصرف کر لیا اور اپنی فوج لیکر گنگا اور گھاگرا کے اتصال پر ایسے اچھے موقع سے جم گیا کہ حملہ روکنے کے لیے بڑی مضبوطی ہو گئی۔ بابر نے بھی ٹھان لی کہ بنگال کی فوج کو اس جگہ سے ہٹا کر رہونگا۔ اُسے بہت جلد معلوم ہو گیا کہ اس علاقے

حصول کی یہی ایک تدبیر ہے کہ جبر سے کام لیا جائے۔ اُسنے اپنی فوج کو چھہ حصون مین ترتیب دیا۔ چار حصے اپنے بیٹے عسکری کو جو گنگا کے بائین کنارہ پر بٹھا دیے کہ گھاگرا اُتر کر غنیم پر چڑھائی کرو اور اُنکو وہان سے نکال کر گھاگرا کے اوپر کیطرف اُنکا تعاقب کرو۔ دو حصے خود اپنے ساتھ لیے کہ پہلے گنگا اُترین پھر گھاگرا اتر کر غنیم کی فوج پر حملہ کرین اور اُسے اپنی جگہہ سے اُکھاڑ دین۔ یہ دو طرفہ چڑھائی ۶۔ مئی کو ہوئی اور اُسمین پوری کامیابی ہوئی۔ بنگال کی فوج کو خاطر خواہ شکست دی اور یہ فتح ہر لحاظ سے پورا فیصلہ کر دینے والی ہوئی۔ بالآخر بنگال سے ان شرائط پر صلح کر لی کہ وہ صوبہ جو اب مغربی بہار کے نام سے مشہور ہے بابر کو دیدیا جائے اور دونون مین سے کوئی بادشاہ ایک دوسرے کے دشمن کو مدد نہ دے اور ایک دوسرے کی عملداری مین دست اندازی نہ کرے۔

یہان تک میری رہنمای زیادہ تر اسی نامور کے لکھے ہوے تذکرہ سے ہوئی ہے جسکے مختصر کارنامے مین نے یہان درج کیے ہین۔ اب تھوڑا سا بیان اور باقی ہے۔ بہار کی لڑائی اور فتحیابی سے واپس آنیکے کچھ ہی عرصہ بعد بابر کی تندرستی خراب ہونی شروع ہوئی۔ یہ حالت چھپ تو

سکتی ہی نہ تھی - اُسکے فرزند اکبر ہمایون کو جو اس زمانہ مین بدخشان کا حاکم تھا اس حال کی خبر پہونچی - شہزادہ نے وہان کی حکومت اپنے بھائی ہندال کے سپرد کی اور بعجلت تمام آگرہ روانہ ہوا - شروع سنہ ۱۵۳۰ مین پہونچا - بہت آوبھگت ہوئی - اور اُسنے اپنی ظرافت طبع اور شریفانہ برتاؤ سے بہت سے دوست بنا لیے - چھہ ہی مہینہ یہان رہا تھا کہ سخت علیل ہوگیا - جب علالت بڑھی اور شہزادہ کی جان کے لالے پڑے تو ایک امر ایسا وقوع مین آیا کہ اُس سے بخوبی تمام بابر کی بے ریا شفقت کا اظہار ہوتا ہے - توزک بابری کے تتمہ کے باب* مین اس واقعہ کو یون بیان کیا ہے -

جب دوا سے شفا ہونے کی سب امید دن کا خاتمہ ہوگیا کچھہ کامل فن طبیب شہنشاہ سے شہزادہ کی ردی حالت کا ذکر کر رہے تھے - ابو البقا نامی ایک شخص نے کہ اپنے علم وفضل کی وجہ سے بہت وقعت کی نگاہون سے دیکھا جاتا تھا بابر سے کہا کہ ایسی حالت مین بعض اوقات خدا ے ذو الجلال یہ منظور فرما لیتا ہے کہ جو قیمتی چیز کسی دوست کو سب سے زیادہ

* یہ باب مترجمون کا ایزاد کیا ہوا ہے - یہی واقعہ ارسکین صاحب نے بھی اپنی کتاب بابر اینڈ ہمایون مین لکھا ہے -

عزیز ہو اُسے دوسرے دوست کی جان کی عوض فدیہ دے۔ بابر نے کہا
میری جان ہمایون کو سب چیزون سے زیادہ عزیز ہے اور ہمایون کی جان
مجھکو عزیز ہے۔ لہذا مین بہت خوشی سے اپنی جان اپنے بیٹے کی جان پر سے
قربان کرتا ہون۔ اور خدا سے دعا مانگی کہ اے سب سے برتر میری اس قربانی
کو قبول فرما۔ اہل دربار بہت کچھ سمجھاتے رہے مگر نہ مانا۔ کہا جاتا ہے کہ بابر
اس ارادہ پر ثابت قدم رہا اور تین دفعہ مرنے والے شہزادہ کے گرد طواف
کیا اور جس سنجیدگی سے مسلمان قربانی ادا کرتے ہین اسی طرح یہ رسم پوری
کر کے الٹ ہٹا اور صدق دل سے دعا مانگی۔ تھوڑی دیر بعد سنا کہ بابر کہہ رہا
ہے مین نے لے لی۔ مین نے لے لی۔" مسلمان مورخ لکھتے ہین
کہ قریبا قریب اسی لمحہ سے ہمایون اچھا ہونے لگا اور بابر کی طاقت اسی
دن سے گھٹتی گئی۔ سنہ ۱۵۳۰ء کے آخر تک زندہ رہا۔ ۲۶۔ دسمبر کو اپنی عمر
کے انچاسوین برس مین آگرہ کے قریب چار باغ مین جان آفرین کو جان
سپرد کی۔ اُسکی مرتے وقت کی وصیت کے مطابق اُسکی نعش کابل پہونچائی
گئی اور وہان شہر کے قریب ایک پرفضا مقام پر دفن ہوئی۔

دنیا کے مشہور فاتحون مین بابر کا نام بہت اونچی جگہہ پر چمکتا نظر آئیگا۔

چھٹا باب

ہمایون۔اور اکبر کے ایام طفولیت

دلیر خوش مزاج ظریف طبع دل بہلانے والا ساتھی اعلی درجہ کا تعلیم یافتہ
فیاض اور رحم دل ہمایون اس کام کے لیے کہ سلطنت کی بنیاد ایسے اصولون
پر جمائے کہ اُسکو قیام ہو اپنے باپ سے بھی بڑھکر نا قابل تھا۔ اُسکی بیشمار خوبیون
کے ساتھ بہت سے خوبیون کے مٹا دینے والے عیوب بھی تھے۔وہ متلون
طبع سبک سر اور غیر مستقل تھا۔اور اسے فرض کا خیال اسکے دل مین راسخ نہ تھا
اُسکی فیاضی اسراف کے درجہ کو پہونچ جاتی تھی اور شفقت کمزوری کی حد تک
بڑھ جاتی تھی۔وہ اس قابل نہ تھا کہ کسی سنجیدگی کے کام مین اپنی توجہ تھوڑے
سے عرصہ کے لیے بھی مصروف رکھ سکے۔اور محتوی قوانین کے وضع
کرنے کی نہ اُس مین قابلیت تھی نہ رغبت۔غرض باپ نے جو سلطنت میراث
مین چھوڑی تھی اسکے استحکام دینے کے لیے پیٹ بھر کر نا قابل تھا۔

اُسکی تخت نشینی کے بعد جو آٹھ برس گذرے اُن کے سوانح تفصیل
کے ساتھ لکھنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔اُسکا انتظام ایسا ابتر تھا او

ہو تو بھی اُسکے زیر حکومت تھیں اُنکے دلون مین اُسنے وقعت و اعتبار اس قدر کم پیدا کیا تھا کہ جب اپریل ۱۵۴۰ء مین شیرخان سور نامی سردار (جسنے بابر کی اطاعت کرلی تھی اور اب اُسکے اس بیٹے کے خلاف اُٹھ کھڑا ہوا تھا جسکی جگہ وہ شیرشاہ کے لقب سے بادشاہ ہوا) نے قنوج مین اُسے شکست دی تو ساری بنی بنائی عمارت اُسکے ہاتھون مسمار ہوگئی - کچھ واقعات اور بھی پیش آئے اور جنوری ۱۵۴۱ء مین تو ہمایون کو معدودے چند ہمراہیان کے ساتھ ملک سندھ مین انڈس کے کنارہ جزیرہ بھکر کے سامنے مقام روڑی مین پناہ لینی پڑی - جو میراث باپ سے ترکہ مین پائی تھی وہ سب گنوا بیٹھا -

ہمایون نے سب ملا کر ڈھائی برس سندھ مین بسر کیے اور ناحق اس کوشش مین لگا رہا کہ اسی ملک مین اپنے پانون جما لے - اُسکے یہان رہنے کے زمانہ کا سب سے زیادہ قابل یادگار واقعہ یہ تھا کہ ۱۵ - اکتوبر ۱۵۴۲ء کو اُسکے ایک بیٹا پیدا ہوا جسکا نام اُسنے جلال الدین محمد اکبر رکھا - مین اُن واقعات کا ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہون جو تاریخ ہندوستان مین ایسا انقلاب عظیم پیدا کرنے کا باعث ہوئے -

۱۵۴۱ء مین ہمایون کی فوج بھکر کا محاصرہ کیے ہوے پڑی تھی ہمایون کو اپنے بھائی ہندال کی نیت مین فتور معلوم ہوا - (ہندال کو اُسنے یہ مہم سپرد کی تھی کہ سہوان کے زرخیز صوبہ پر یلغار کرکے قبضہ کرلے) - اور قصبہ پاترین جو دریاے انڈس سے بیس میل جانب مغرب واقع ہے اُس سے ملاقات ٹھہرائی - ہندال وہان مع اپنے سردارون کے موجود ملا اور پورے لوازم شاہانہ کے ساتھ مراسم استقبال بجالایا - اس تقریب مین جو خوشیان ہوئین تو ہندال کی مان نے جو ہمایون کی سوتیلی مان تھی ایک بہت بڑا جلسہ دیا اور اُس مین امرا کی سب بیگمات کی دعوت کی - انمین ہمایون کی ایک لڑکی حمیدہ کو جو اس سردار کی بیٹی تھی جو ہندال کا استاد رہا تھا خاص التفات کی نظر سے دیکھا - وہ اسقدر متاثر ہوا کہ وہین پوچھا کہ اس لڑکی کی نسبت تو کہین نہین ہوئی جواب ملا کہ بات چیت تو ہوگئی ہے مگر منگنی کی کوئی رسم ادا نہین ہوئی ہمایون بولا کہ یہ صورت ہے تو مین اس سے شادی کرونگا ہندال کو یہ تھیلی پر سرسون جمانا پسند نہ آیا اور دھمکی دی کہ اگر اسمین کد کیجیے گا تو مین آپ کی خدمت سے الگ ہوجاؤنگا - دونون بھائیون مین ایسا جھگڑا پڑا کہ افتراق ہی ہوگیا ہوتا مگر ہندال کی مان کو یہ تعلق پسند تھا اُسنے زور لگایا اور ہندال کو ٹھنڈا کیا - اور

دوسرے دن حمیدہ جس نے ابھی اپنی عمر کا چودھوان سال پورا کیا تھا ہمایون کی بیوی بن گئی - کچھ دنون بعد یہ دل شاد میان بیوی اسی لشکر مین آگئے جو بھکر کے سامنے پڑا ہوا تھا -

مگر زمانہ ہمایون کی تدبیرون کے موافق نہ تھا - سب منصوبے بگڑتے گئے - آخر ۱۵۴۲ء کے موسم بہار مین اپنی کم سن بیوی کو لیکر مارواڑ کے ریگستانی بیابان مین پناہ لینے کو بھاگنا پڑا - اگست کے مہینہ مین جیسلمیر پہونچے - وہان کے راجہ نے ٹھہرنے نہ دیا تو بڑا ریگستان طے کرنا پڑا - سفر مین پانی کی قلت نے دم پر بنادی - بہت دلیری سے یہ مصیبتین جھیلتے ہوے ۲۲ - اگست کو ریگستان کے کنارہ امرکوٹ کے قلعہ پر پہونچے راجا قلعہ مذکور شرط مہمانداری بجالایا اور وہین ۱۵ - اکتوبر کو حمیدہ بیگم کے بطن سے اکبر تولد ہوا - ہمایون چار دن پہلے ہی سے امرکوٹ سے صوبہ جون پر یلغار کرنے گیا ہوا تھا - جب یہ خبر اُسے پہونچی اس وقت کی باتین لکھنے کے قابل ہین - اُسکا ایک ساتھی لکھتا ہے کہ "جیسے ہی بادشاہ خدا کا شکر کرکے فارغ ہوے امرا پیش ہوے اور مبارکبادین گزرین - بادشاہ نے جوہر (مورخ و مصنف تذکرۃ الواقعات) کو یاد فرمایا اور پوچھا کہ ہمنے تمھارے پاس کیا امانت

کڑی سواری لیتے مع الخیر ایران کی سرحد مین داخل ہو گئے - اُنکے جاتے ہی عسکری مرزا پہونچا - بھائی کے نکل جانے سے جو نایوسی ہوئی اُسے شیرین کلامی سے چھپایا اور معصوم شہزادہ کی دلداری کی اور قندھار پہونچا دیا کہ وہان کا حاکم تھا - اور اپنی بیوی کے سپرد کیا اور جو اُسکی دائیان تھین اُن کو بدستور رہنے دیا -

۱۵۴۴ء مین پورے سال بھر یہ خورد سال شہزادہ اس حفاظت کی حراست مین رہا - مگر دوسرا سال شروع ہوتے ہی اُسکی حالت مین انقلاب آیا اُسکے باپ کو شاہ طہماسپ نے کچھ فوج دے دی تھی اُسکی مدد سے اُسنے مغربی افغانستان پر چڑھائی کی اور ریگستان کے بیچ مین ہوکر سیدھا قندھار آیا - اس حرکت سے کامران گھبرایا اور اس خیال سے کہ کہین ایسا نہو ہمایون اپنے بیٹے کو نکال لیجاے اُسنے تاکیدی حکم بھیجا کہ لڑکے کو کابل پہونچا دو جب وہ رازدار افسر جنکی معرفت کامران نے یہ پیغام بھیجا تھا قندھار پہونچے تو عسکری مرزا کے مشیرون نے جلسہ مشورت منعقد کیا تاکہ اس امر پر غور کرین کہ اسکی تعمیل کی جاے یا نہین - بعض نے یہ سمجھکر کہ ہمایون کا ستارہ اب اوج اقبال پر آیا ہے یہ صلاح دی کہ لڑکے کو اعزاز کے ساتھ باپ کے پاس پہونچا دیا جاے

معتمد ملازم کوچ قلان نامے کے سپرد کردیا۔

مگر اس زمانہ مین واقعات پر واقعات ہوتے چلے جاتے تھے۔ ہمایون نے قندھار مین جڑ مضبوط کرلی تو فوج لیکر کابل روانہ ہوا اور ماہ نومبر کے پہلے ہی ہفتہ مین شہر مذکور کے سامنے آگیا اور پندرھوین تاریخ کو وہان کے لوگون کے ہتھیار رکھوالیے۔ کامران تو غزنین بھاگ گیا مگر باپ کو اتنی مدت کے بچھڑے ہوئے بیٹے کو گلے سے لگانے کی خوشی ضرور نصیب ہوئی۔ لڑکے کی مان حمیدہ بیگم تو سال آئندہ کے موسم بہار تک نہ پہونچ سکی۔ مگر کوچ قلان نکال دیا گیا اور شہزادہ کا پرانا اتالیق اتکہ خان[x] اپنی جگہ پر بحال ہوگیا۔

کچھ عرصہ تک تو یہ لڑکا بہت شان وشوکت سے رہا۔ مگر جاڑا آیا تو چونکہ ہمایون نے اس عرصہ مین صوبہ بدخشان لے لیا تھا یہ رائے قرار پائی کہ موسم زمستان کی سختی کے مہینے اس صوبہ کے قلعہ ظفر مین بسر کیے جائین۔ وہان کے راستہ مین ہمایون ایسا بیمار پڑا کہ جینے کے لالے پڑ گئے۔ دو مہینہ صاحب فراش رہنے کے بعد اچھا ہوا۔ مگر اسی عرصہ مین بہت سے سردا

x اسکا اصلی نام شمس الدین محمد غزنوی تھا۔ سنہ ۱۵۴۰ء مین شیر شاہ سے جو لڑائی قنوج مین ہوئی تھی اس مین اسنے ہمایون کی جان بچائی تھی۔

یہ سمجھکر کہ اب انکا وقت آگیا ہے اسکے بھائیون کے پاس چلے گئے تھے اور کامران نے اپنے خسر کی فوج سے مدد لیکر کابل پر اور کابل کے ساتھ اکبر پر بھی قبضہ کر لیا تھا - پہلا کام جو اس فاتح کابل نے کیا وہ یہ تھا کہ آتکہ خان کو نکالکر اپنا ایک خاص ملازم شہزادہ کے واسطے مقرر کر دیا -

مگر طاقت کا آنا تھا کہ ہمایون نے فورًا اپنا دار السلطنت لینے کے لیے پھر چڑھائی کی - کامران کی بہترین فوج کے ایک دستہ کو سواد شہر مین شکست دیتا ہوا آگے بڑھا اور کوہ اکبین پر جہان سے شہر بالکل سامنے پڑتا ہے ڈیرے ڈال دیے اور شہر پر گولے برسانے لگا - کچھ دن بعد گولہ باری ایسی سخت ہو گئی اور ایسا نقصان پہونچایا کہ اسکے بند کرنے کی غرض سے کامران نے بھائی کو کہلا بھیجا کہ اگر گولہ باری بند نہ ہو گی تو مین خرد سال اکبر کو دیوار کے اوپر عین زد کے مقام پر بٹھا دونگا[1] - ہمایون نے گولہ باری بند کر دینے کا

[1] ابو الفضل نے اکبرنامہ مین لکھا ہے کہ شہزادہ واقعی بٹھا دیا گیا تھا اور حیدر مرزا ملا مداوانی نوشتہ

حکم دیدیا مگر محاصرہ بدستور جاری رکھا اور ۲۸ - اپریل ۱۵۴۷ء کو فاتح بنکر شہر مین داخل ہوا - کامران رات ہی کو بھاگ گیا تھا -

کامران بدخشان کو بھاگا تھا وہان بھی ہمایون نے اُسکا پیچھا کیا - مگر جاڑے کا موسم آیا تو اُسکے بعض بڑے بڑے سردار باغی ہوگئے اور اُسے چھوڑکر کامران سے جاملے - ہمایون کبھی آگے بڑھ گیا کبھی پھر مراجعت کی - آخر ۱۵۴۸ء کے موسم گرما مین یہ طے کر لیا کہ ایک دفعہ پوری کوشش کرکے اپنی شمالی سلطنت پر تسلط کر لینا چاہیے - جون کے مہینہ مین اکبر اور اکبر کی مان کو ساتھ لیکر کابل سے روانہ ہوا - گلبھن پہونچکر اکبر اور اُسکی مان کو کابل واپس بھیجدیا اور خود تالکان پر چڑھائی کی اور کامران کو ہتھیار رکھدینے پر مجبور کر دیا - اپنی شمالی سلطنت پر تسلط جمانے کے بعد ہمایون بادشاہ (کہ اب وہ اسی لقب سے مشہور تھا) کابل کو واپس آیا -

۱۵۴۹ء کے موسم بہار کے آخر مین پھر کابل چھوڑا اور مغربی کندز کے ملک مین بلخ لینے کی طیاری کی - مگر ازبکون نے پسپا کر دیا تو ۱۵۵۰ء کے جاڑے بھر کے لیے پھر کابل آرہا - پھر ایک عجیب واقعہ پیش آیا - کامران جبکا ہمایون کے ساتھ بلخ کی مہم مین شریک ہونا اصل مین اس ہزیمت کا

باعث ہوا تھا اور جو بعد مین کھلم کھلا باغی ہوگیا تھا ہمایون کی شکست کے بعد
دجلہ کے کنارے بڑے زور شور سے لڑا اور ہمایون کے پاس اطاعت کا پیام
بھیجا - ہمایون نے اکبر کو کہ اس وقت آٹھ برس کا بچہ تھا کابل کی سلطنت سپرد
کی اور محمد قاسم خان بیرلاس کو اُسکا اتالیق مقرر کیا اور خود لبنے بھائی کی گرفتاری
کو دارالسلطنت سے روانہ ہوا - مگر ایسا غافل چلا کہ کامران اُسکی چالون کو
سمجھ گیا اور تنگناے کب چک کے سرے پر یکایک بیخبر آن پڑا اور اُسے
مجبوراً بھاگ کر راہ لینی پڑی - اس طرح بھاگنے مین ہمایون بری طرح زخمی
ہوا تھا مگر خیر درہ سرطان کے سرے تک مع الخیر پہونچ گیا - یہان بہ نسبت
وہان کے محفوظ تھا - اس عرصہ مین کامران نے کابل پر چڑھائی کی اور تسخیر
کرلیا اور اکبر تیسری دفعہ پھر اپنے چچا کا قیدی بنا - ہمایون اس نقصان پر کان
دبا کر چپکا نہین ہو رہا اپنے جان نثارون کے دل بڑھا کر پھر پہاڑ طے کیے
اور شہر پر چڑھائی کی - شترگردان پہونچکر دیکھا کہ کامران کی فوج مقابلہ کے لیے
طیار کھڑی ہے - کچھ دن بیکار صلح کے پیام ہونے کے بعد ہمایون نے
حملہ کا حکم دیا - نتیجہ یہ ہوا کہ ہمایون کو پوری فتح ہوئی - کامران بھاگ گیا - کچھ دیر
تو ہمایون کو یہ اندیشہ رہا کہ مبادا کامران بھاگتے وقت اُسکے بیٹے کو بھی لیتا

گیا ہو - مگر شہر مین داخل ہونے سے پہلے ہی اُسے یہ دیکھکر بہت مسرت ہوئی کہ اکبر جسن انکہ کے ساتھ کہ اب وہ اسی کی سپردگی مین تھا لشکر مین آن پہونچا - دوسرے دن ہمایون شہر مین داخل ہوا -

اس دفعہ جو یہ فتح ہوئی وہ ناطق اور دیرپا تھی - ہمایون نے جو انعام اور صلے تقسیم کیے تو اپنے بیٹے کو بھی فراموش نکیا - اکبر کو چرخ کا ضلع جاگیر مین مرحمت کیا اور محمد خان سیستانی کو اُسکا وزیر مقرر کیا اور اُسکی تعلیم بھی اسی کے سپرد کی - اگلے سال ہمایون کی دقتون کے اسباب ایک ایک کرکے دور ہوتے گئے - البتہ اگست ۱۵۵۳ء مین کامران ایک مرتبہ کچھ فوج لیکر آیا تھا مگر ایسے زور شور سے کھدیڑا گیا کہ ہتھیار ڈال دینے پر مجبور ہوگیا - مکہ کو جلا وطن کیا گیا اور چار برس بعد وہین وفات پائی - دوسرا بھائی ہندال مرزا اٹھارہ مہینہ پہلے ہی کامران کے تعاقب مین مارا جاچکا تھا - تیسرا بھائی عسکری مرزا جو فطرتی طور پر دغاباز واقع ہوا تھا ۱۵۵۱ء مین مکہ کو جلا وطن کیا گیا* اور اگرچہ اب تک بقید حیات تھا مگر کچھ نقصان نہ پہونچا سکتا تھا - جب بھائیون کا بکھیڑا پاک ہوگیا تو ہمایون تسخیر کشمیر کی طرف متوجہ ہوا -

* اور وہین ۱۵۵۸ء مین وفات پائی -

مگر اسکے سردار اور لشکر والے اس مہم کے ایسے مخالف تھے کہ مجبوراً اپنی مرضی کے خلاف اس سے باز رہنا پڑا - انڈس عبور کرنے پر قناعت کی - انڈس اور جھلم کے دریائی ملک مین لشکر ڈالے پڑا ہوا تھا کہ حکم دیا کہ پشاور کے قلعہ کی مرمت کی جائے - یہ مرمت کا ہے کو تھی از سر نو پہلے سے بھی بڑا قلعہ تعمیر کرنا تھا اُس زمانہ مین بھی ہمایون کو ہندوستان پر حملہ کرنے کا خیال تھا اور وہ اس بات کا آرزومند تھا کہ درون کے آگے ایک مامن ایسا بنائے کہ وہان سب فوج جمع ہو کر آسکے - اُس نے کام ایسے زور شور سے جاری کرایا کہ اسی سال ۱۵۵۴ء کے آخر مین قلعہ بنکر طیار ہو گیا - تب ہمایون کابل واپس آیا - اور جاڑے اور گندہ بہار کے موسم مین ہندوستان مین اس نازک وقت کا سامان جمع ہو گیا جس سے ہمایون کو اپنے منصوبے پورے کرنے کا موقع ملا -

---

ساتوان باب

ہمایون کا ہندوستان پر حملہ کرنا۔ اور وفات پانا۔

شیرخان سور جس نے ۱۵۴۰ء میں ہمایون کو قنوج میں شکست دی تھی اپنی فتح سے یون متمتع ہوا تھا کہ بابر نے جو ملک فتح کیے تھے اُن پر قبضہ کر لیا اور ان میں کچھ اضافہ بھی کیا۔ وہ آدمی ضرور قابل تھا مگر اتفاق اور یکجہتی پیدا کرنے کے جوہر سے وہ بھی اسی طرح بے بہرہ تھا جیسے کہ وہ شہزادہ (ہمایون) جسکی جگہ اسنے چھینی تھی۔ وہ بھی علیحدہ علیحدہ لشکر رکھنے کے اصول پر حکومت کرتا تھا اور ہر صوبہ اور ضلع کا انتظام الگ الگ تھا۔ ۱۵۴۵ء میں محاصرہ کالنجر میں ادھر تو قلعہ اسکے قوی ہاتھون سے تسخیر ہوا اُدھر اپنے زخمون سے وہ جان بحق تسلیم ہوا

اسکا دوسرا بیٹا سلیم شاہ سور (جو سلطان اسلام کے لقب سے بھی مشہور ہے) اسکی جگہ تخت نشین ہوا اور سات آٹھ برس تک سلطنت کرتا رہا۔ اسکو یہ کچھ واقفیت تو اسکی ضرور ہو گئی ہوگی کہ جو طریقہ انتظام مجھے ورثہ میں ملا ہے وہ بہت کمزور ہے کیونکہ اسکے زمانہ سلطنت کا بڑا حصہ اُن سازشون کے

دفع کرنے مین صرف ہوا جو ان سردارون مین قائم ہوگئی تھین جو اُسکے مختلف
صوبجات پر اسکی طرف سے قابض تھے۔ اُسنے جب وفات پائی تو ایک کم سن
بچہ اپنی جانشینی کو چھوڑا مگر سردار اُٹھ کھڑے ہوے اور نتیجہ یہ ہوا کہ خورد سال شہزادہ
تو برلے نام صرف تین دن بادشاہت کرکے قتل ہوا اور اُسکا ماموں سلطان
محمد شاہ عادل کا لقب اختیار کرکے تخت کا مالک بن بیٹھا۔ یہ شخص جاہل اور
ظالم تھا۔ کسی اصول کا پابند نہ تھا اور انتہا درجہ کا شہوت پرست تھا۔ مگر اپنی
خوش قسمتی سے اسنے اپنا وزیر ایک ہندو ہیمو نامے کو کیا تھا کہ یہ اصل مین تو
صوبہ میوات کے قصبہ ریوڑی کا ایک دوکاندار تھا مگر جوہر قابل ایسا پایا تھا کہ
آخر کار سارا کاروبار سلطنت اپنے ہاتھون مین لے لیا تھا۔ مگر ہیمو کی قابلیت سے
بھی ان صوبون کی بغاوت نہ رکی جو شیر شاہ نے اپنے بیٹے کو میراث مین دیے
تھے۔ ابراہیم خان بیانہ مین باغی ہوا اور دہلی آگرہ لیکر اپنے تئین سلطان مشہور
کیا۔ ستلج کے شمال مغرب کے ملک کا حاکم احمد خان پنجاب دبا بیٹھا اور
سکندر شاہ کے لقب سے اپنے تئین بادشاہ مشہور کیا۔ مشرقی صوبجات کے
دو دعویدار آپس مین جھگڑتے رہے اور شجاع خان نے مالوہ کی سلطنت
دبا لی۔ اسکے بعد جو لڑائیان ہوئین اُنمین کچھ زمانہ تک سکندر شاہ غالب رہا

ابراہیم خان کو آگرہ سے بیس میل دور مقام فرح پر شکست دی اور دہلی پر چڑھائی کی اور قبضہ کرلیا۔ وہ جونپور اور بہار لینے کے لیے یلغار بھیجا نیکی طیاری کر ہی رہا تھا کہ اس خطرہ کی خبر پائی جو کابل کیطرف سے آنیوالا تھا۔

جو واقعات اسکے بعد ظہور مین آئے اُن کے نتائج البتہ بڑے بڑے ہوے۔ نومبر ۱۵۵۴ء مین ہمایون ایک مختصرسی فوج لیکر کابل سے انڈس کی طرف روانہ ہوا مگر جیسے جیسے وہ آگے بڑھتا گیا فوج کی تعداد بھی زیادہ ہوتی گئی۔ اکبر بھی ساتھ تھا۔ ۲ جنوری ۱۵۵۵ء کو دریاے انڈس عبور کرکے ہمایون راولپنڈی آیا اور وہان سے دریاے راوی کے آگے کی طرف کالانور پہونچا۔ یہان پہونچکر فوج کی تقسیم کی۔ اپنے سب سے بہتر سپہ سالار بیرم خان کو جالندھر مین بھیجا اور خود لاہور پر چڑھائی کی اور وہان سے اپنے خاص دوست ابوالمعالی کو دیپال پور لینے کے لیے روانہ کیا کہ یہ مقام اس زمانہ مین بڑے موقع کی جگہ سمجھا جاتا تھا کیونکہ ملتان اور دارالسلطنت کے درمیان کا جھلک تھا وہ سب اسی کے ذیل مین پڑتا تھا۔

دار وا تون کا تار بندھ گیا۔ بیرم خان نے سکندر شاہ کے سپہ سالارون کو تیج کنارے مچھی واڑہ مین شکست دی اور سرہند پر چڑھا چلا گیا۔ سکندر اس

ن ا سکا کام تمام کر دونگا۔ بہت بڑی فوج لیکر بعجلت تمام اس
رم مورچہ بند ہو بیٹھا اور ہمایون کو کمک کے واسطے لکھا۔
خرد سال اکبر کو بھیجدیا اور کچھ دن بعد خود بھی روانہ ہوا۔ سکندر انکے
پہلے ہی پہونچ گیا تھا مگر حملہ کرنے مین پس وپیش کر رہا تھا۔ اس
نے اسکو ... دیا۔ ہمایون نے پہونچنے کے ساتھ ہی چوطرفہ لڑائی ڈالدی
پائی۔ سکندر شاہ سلسلہ کوہ سیوالک مین بھاگ گیا اور ہمایون اپنی
کے ساتھ دہلی روانہ ہوا۔ ۲۳۔ جولائی کو وہان قبضہ کرکے
ج کا ہیلکھنڈ کے تاراج کرنے کو بھیجا اور دوسرا دستہ آگرہ
کو روانہ کیا۔ ابوالمعالی کو تسخیر پنجاب کے لیے پہلے ہی سے
ا۔

ہمایون کی مصیبتون کا خاتمہ نہین ہوا تھا۔ محمد شاہ عادل کے
پہ سالار ہیمو نے تخت بنگال کے چھوٹے دعویدار کو جو ممالک
پر حملہ آور ہوا تھا جمنا کنارہ کالپی کے قریب شکست دی تھی اور اب
دہلی پر چڑھائی کرنے کی طیاری کر رہا تھا۔ سکندر شاہ نے سرہند
ی تھی مگر اب پنجاب مین وہ بھی پر پرزے نکالنے لگا تھا۔ ان

معیبتون کا مقابلہ کرنے کو ہمایون نے اپنا قیام تو دہلی ہی مین رکھا اور پنجاب کے معاملات کو زور براہ کرنے کے لیے اکبر کو مع اسکے اتالیق بیرم کے روانہ کیا ہم پہلے اکبر کا حال لکھینگے۔ یہ شہزادہ شروع جنوری ۱۵۵۶ء مین سرہند پہونچا۔ یہان اس سے وہ بہت سے سرداران ملے جو اسکے باپ کے عزیز دوست ابوالمعالی کے تکبر کی وجہ سے بیزار ہوگئے تھے اور انکو لیکر اسنے مقام پہلور پر دریاے ستلج عبور کیا اور ضلع کانگڑہ مین مقام سلطان پور کی طرف بڑھا۔ اور وہان سے ہریانہ تک سکندر شاہ کے تعاقب مین گیا۔ وہان پہونچکر دوسرے ہی دن صبح کے وقت خبر آئی کہ ہمایون پر ایک حادثہ جانکاہ گزرا ہے آگے کا کوچ ملتوی کیا اور کالانور کی طرف روانہ ہوا کہ جب تک کچھ اور خبر نہ آئے وہین قیام رہے۔ اس مقام کے قریب ہی پہونچا تھا کہ ہمایون کا لکھا یا ہوا ایک خریطہ ملا کہ جلد صحت ہوجانے کی امید ہے۔ مگر تھوڑی ہی دیر مین ایک ہرکارہ اور آیا اور یہ خبر لایا کہ بادشاہ سلامت نے انتقال فرمایا۔ اکبر فوراً بادشاہ بنا دیا گیا۔

یہ وقت ایک ایسے لڑکے کے لیے بہت نازک تھا جسے دنیا مین آئے صرف تیرہ برس چار مہینے ہوئے تھے۔ البتہ وہ پنجاب پر مسلط تھا سرہند

آٹھوان باب

اکبر کا اپنے باپ کے تخت کے واسطے لڑنا

ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ اکبر جس وقت اپنی فوج لیکر قصبہ کالانور مین داخل ہورہا تھا اُسی وقت باپ کے وفات کی خبر ملی تھی اُس وقت کابل کی بغاوت کی کچھ خبر نہ تھی۔ نہ اکبر کے اتالیق بیرم خان نے دل مین یہ خیال کیا تھا کہ ہیمو دہلی پر چھاپا مارنے والا ہے۔ غرضکہ پہلے چند روز تک تو یہی معلوم ہوا کہ بس ایک ہی حریف سے مقابلہ کرنا ہے۔ اور وہ حریف کون۔ وہی سکندرشاہ جسکی سرکوبی کو باپ نے اُسے پنجاب بھیجا تھا۔ یہ سکندرشاہ ہنوز مستعد جنگ تھا اور بہت آہستگی کے ساتھ کشمیر کی طرف کو ہٹتا جاتا تھا۔ اسلیے اس خرد سال بادشاہ اور اُسکے اتالیق نے یہ سمجھا کہ پہلا کام یہی کرنا چاہیے کہ پنجاب پر تسلط بٹھا لیا جاے اور یہ کام اسی طرح بن پڑیگا کہ سکندرشاہ کا تعاقب کیے جائین۔ چنانچہ کالانور سے فوج چلی اور سکندر کو بھگاتی ہوئی آگے بڑھی اور یہانتک تعاقب کیا کہ وہ کوہ سیوالک کے سلسلہ مین مان کوٹ کے قلعہ مین جا کر پناہ گزین

ہوا چونکہ مان کوٹ کا قلعہ بہت مضبوط تھا اور ہندوستان و کابل دونون جگہ سے ناموافق خبرین پہونچ رہی تھین سردارون نے اسی پر قناعت کی کہ کچھ فوج قلعہ کا محاصرہ رکھنے کے لیے چھوڑ دی اور جالندھر کو مراجعت کی۔

یہ وقت واقعی بہت نازک تھا۔ صرف کابل ہی مین بغاوت نہین ہوئی تھی بلکہ ہیمو نے بھی جسکی فوج ہر قدم پر بڑھتی ہی جاتی تھی بغیر لڑے بھڑے آگرہ لے لیا اور وہان کے قلعہ کی بھاگتی ہوئی فوج کا پیچھا کرتا ہوا دہلی کی طرف بڑھا۔ دوسرے دن خبر آئی کہ ہیمو نے دہلی کے پاس مغلون کی فوج کو شکست دی اور دہلی پر قبضہ کر لیا۔ تردی بیگ بچی کھچی فوج کو لیکر سرہند کی طرف بھاگ گیا۔

یہ ضروری بات نہین ہے کہ جہان بہت سے صلاح کار جمع ہون وہان ہمیشہ عقلمندی ہی سے کام ہوتے ہون۔ جب اکبر نے ہیمو کی کامیابی کا حال سنا تو اپنے جنگ آزما سردارون کو جمع کر کے صلاح پوچھی۔ سوا ایک شخص کے سب ہی نے تو یہ رائے دی کہ کابل لوٹ چلنا چاہیے۔ یہ تو یقینی بات ہے کہ آپ کو اپنا پہاڑی دار السلطنت پھر ملجائیگا۔ پس جب تک ایسی صورت نہ نکلے کہ ہندوستان پر نئے سرے سے حملہ کرنے کا موقع ہاتھ آئے

وہین جمے بیٹھے رہین - بیرم خان نے بڑے شد و مد سے اس راے کی مخالفت کی - اُس نے اسپر اصرار کیا کہ فوراً ستلج عبور کرکے سرہند مین تردی بیگ سے جلکر مل جاؤ اور پھر وہان سے فی الفور ہیمو کے مقابلہ مین بڑھو - اُسنے کہا کہ دہلی دو دفعہ لی ہے اور دو ہی دفعہ کھوئی ہے اب تو چاہیے جو کچھ جوکھون اُٹھانی پڑے اُسے پھر جیت کر رہنا ہے - دہلی سے قسمت کا فیصلہ ہوگا کابل سے نہوگا - دہلی کا مالک ہوے پیچھے کابل کا لے لینا کچھ بڑی بات نہین ہے - اکبر کی بھی راے اپنے اتالیق کی صلاح کے موافق ہوئی اور فی الفور ستلج عبور کرنے کا حکم ہوگیا -

واقعی اکبر اور بیرم نے یہ دیکھا کہ ہندوستان کی سلطنت اور کابل کی مختصر بادشاہت ان دونون مین سے ایک ہی انتخاب کرنی ہے کیونکہ ہندوستان مین جو اس خاندان کے طرفدار تھے اُن سے معلوم ہوچکا تھا کہ ہیمو طیاری کر رہا ہے کہ دہلی پر جو قبضہ کرلیا ہے تو اب پنجاب بھی فتح کرے - اس وجہ سے کامیاب رہنے کے لیے یہ بیحد ضروری تھا کہ اس سے پہلے ہی یہان پہونچ رہین اور بجاے اسکے کہ اُسے چڑھ آنے دین خود اُسپر چڑھکر جائین کہ ایشیائی لوگون کی نظرون مین یہ بہت بڑی بات شمار کی جاتی ہے - اکبر ماہ اکتوبر مین جالندھر

سے روانہ ہوا اور ستلج عبور کر کے سرہند پہونچا - وہان تردی بیگ اور وہ سردار ملے گئے جنھون نے دہلی کی شہر پناہ کے نیچے ہیمو سے شکست کھائی تھی - یہان پہونچکر جو واقعات پیش آئے اُن سے اکبر کے دل مین پہلا بیج اُس ناپسندیدگی کا بویا گیا جو اُسکو اپنے اتالیق کے اختیارات کے بیجا کام مین لانے سے پیدا ہوئی تھی - تردی بیگ ایک ترکی سردار تھا - جب ہمایون مرا تو یہ تردی بیگ ہی سا شخص تھا کہ ایسی عقلمندی اور وفاداری سے کام لیا کہ بغیر خونریزی کے اکبر تخت نشین ہوگیا حالانکہ کامران کا ایک بیٹا اس وقت دہلی ہی مین موجود تھا - یہ سچ ہے کہ بعض اور سردارون کی یہ راے تھی کہ ہیمو سے شکست کھانے کے بعد تردی بیگ نے دہلی بہت جلد خالی کردی - مگر فن جنگ کی غلطی کوئی جرم تو نہین ہے اور پھر کم ازکم اُس نے یہ تو کیا کہ اکبر کو سرہند مین ایک بہت طاقتور فوج مدد کے لیے دی - مگر تردی بیگ اور بیرم خان ہمیشہ سے ایک دوسرے کے حاسد تھے - مذہبی اختلاف کی وجہ سے بیرم کے دل مین اس حسد کو اور بھی ترقی ہوئی کیونکہ بیرم مذہب اسلام کے شیعہ فرقہ کا پیرو تھا اور تردی بیگ سنی تھا جب تردی بیگ سرہند پہونچا تو بیرم نے اُسکو

اپنے خیمہ مین طلب کیا اور قتل کرڈالا* - اکبر اس ظالمانہ برتاو سے سخت ناراض ہوا اور بیرم اپنی صفائی کرنے مین کامیاب نہوا - یہ سمجھ لینا چاہیے کہ بیرم نے یہی عذر کیا ہوگا کہ انتظام اسی کا مقتضی تھا کہ سردارون کو پورے طور سے مطیع کر لینے کے واسطے یہ کام انجام پا جائے -

اس عرصہ مین ہیمو دلی ہی رہا اور راجہ کا نیا خطاب اختیار کرکے اپنا دل خوش کرتا رہا اور فوج بھی جمع کیے گیا - جب اُسنے سنا کہ اکبر سرہند آن پہونچا تو اپنا توپخانہ دلی سے ترپن میل جانب شمال پانی پت کو اس ارادہ سے روانہ کیا کہ اسکے پیچھے پیدل اور سوار لیکر مین خود جاؤنگا - ادھر اکبر سرہند سے اسی مقام کی جانب بڑھا تھا - اسکے علاوہ یہ اور ہوشیاری کی تھی کہ علی قلی خان شیبانی کو دس ہزار سوار دے کر آگے بھیجدیا تھا - یہ وہی سپہ سالار تھا جو

* ڈوسن صاحب کی کتاب سر ہنری الیٹس ہسٹری آف انڈیا ایز ٹولڈ بای اٹس اون ہسٹوریین جلد پنجم صفحہ ۲۵۱ ملاحظہ طلب - صرف ایک مورخ جو یہ لکھتا ہے کہ اکبر نے ایک طرح کی اجازت اس فعل قبیح کی دیدی تھی وہ بدایونی ہے - ابوالفضل اور فرشتہ نے واقعی اسکی تردید کی ہے - بلاکمین صاحب نے جو آئین اکبری کا قابل قدر اڈیشن شایع کیا ہے اُسکے صفحہ ۳۱۵ مین یہ واقعہ اُسیطرح درج ہے جسطرح بدایونی نے لکھا ہے - مگر مترجم نے یہ عبارت اضافہ کی ہے کہ "اکبر ناراض ہوا - بیرم کا یہ تعجیل کا فعل بھی ایک بڑا سبب اس بے اعتباری کا تھا جو چغتائی سردارون کو اسکی جانب سے ہوگئی تھی"

تردی بیگ کے ساتھ ہیمو سے دلی مین لڑا تھا اور جس نے تردی بیگ کے بہت جلدی بھاگ آنے پر نفرین کی تھی۔ علی قلی گھوڑے پر سوار پانی پت تک آیا اور ہیمو کی فوج کی توپون کو جو غیر محفوظ حالت مین پایا تو فوراً جھپٹ پڑا اور سب کی سب چھین لین۔ اس جانبازی کی بدولت خان زمان کا خطاب پایا کہ آگے چل کر تاریخ مین اسکا ذکر اسی نام سے کیا گیا ہے۔ اس نقصان سے ہیمو کا بالکل دل ٹوٹ گیا کیونکہ یہ لکھا ہے کہ یہ توپین روم سے ملی تھین اور بڑی عظمت کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھین۔ مگر پھر بھی اُسنے زیادہ دیر نہ لگائی اور فوراً پانی پت کی طرف بڑھا۔

۵۔ نومبر ۱۵۵۶ء کو صبح کے وقت اکبر اور بیرم میدان پانی پت کی طرف چڑھے چلے جا رہے تھے کہ ہیمو کی فوج اپنی طرف بڑھتی ہوئی نظر آئی۔ مین تو سمجھتا ہون کہ اس خردسال بادشاہ کے دل مین یہ خیال اُسوقت ضرور گزرا ہوگا کہ پورے تیس برس پہلے اُسکے دادا بابر نے اسی میدان مین لودی خاندان کو شکست دیکر ہندوستان کی سلطنت حاصل کی تھی۔ اب وہ اس غاصب کی فوج سے لڑنے سے مقابلہ کرنا تھا جو شادی کے تعلق سے اُس خاندان سور سے وابستہ ہوگیا تھا جسنے اُسکے باپ کو یہان سے نکالا تھا۔

وہ جانتا تھا کہ اُس صدی بھر مین جو لڑائیان ہوئی ہین اُن مین یہی فیصلہ کرنیوالی لڑائی ہو گی - مگر باوجود پیش بین ہونے کے وہ یہ نہ سمجھتا ہو گا کہ اسی لڑائی سے ہندوستان مین اس خاندان کی بنیاد پڑیگی جو دو سو برس سے اوپر ہی اوپر قائم رہیگا اور پھر اُسکے خاک مین ملانے کے لیے بھی شمال ہی سے حملہ ہوگا اور پانی پت ہی مین ایک اور جنگ برپا ہو گی - اور پھر ایک غیر ملک کی اجنبی قوم اطلانطک کے ایک جزیرہ سے نکل کر سب کو مٹا دے گی -

ہیمو نے اپنی فوج کے تین حصے کیے تھے - آگے پانسو ہاتھی تھے جنمین سے ہر ایک پر ایک اعلی درجہ کا افسر سوار تھا اور سب کے آگے خود ہیمو اپنے عزیز ہاتھی پر سوار تھا - پہلے تو وہ مغلون کے بائین بازو پر ٹوٹا کہ وہ آگے کو بڑھتا آتا تھا اور اُسکو بالکل منتشر کر دیا - مگر چونکہ اسکی پیدل فوج کے سردار اس حملہ مین مدد نہ دے سکے اسلیے پیچھے ہٹ کر قلب کی طرف بڑھا کہ وہان بیرم بذات خاص تعینات تھا - اس بیدار مغز سپہ سالار نے پہلے ہی سے اس حملہ کا انداز سمجھکر اپنے تیر اندازون کو حکم دیدیا تھا کہ سوارون کے مُنھ پر تیر برسانے شروع کرو - ایک تیر ہیمو کی آنکھ مین لگا - وہ اپنے ہودج مین گرا اور ذرا سی دیر کو بیہوش ہو گیا - سردار کا گرنا تھا کہ فوج مین ابتری

پھیل گئی۔ حملے سست ہونے لگے حتے کہ موقوف ہی ہوگئے۔ بیرم کے
سپاہیون نے فوراً ہی تو اس موقوفی کو شکست بنا دیا۔ جس ہاتھی پر ہیمو
سوار تھا اُسنے فیلبان کے مارے جانے* پر جنگل کا رخ کیا۔ ایک سردار
شاہ قلی محرم بہارلو نے جو بیرم کا ساتھی اور دور کا رشتہ دار تھا اس ہاتھی
کا تعاقب کیا مگر وہ یہ نہ جانتا تھا کہ کون اسپر سوار ہے جب پاس پہونچکر
گردن کا رسہ پکڑا تو معلوم ہوا کہ یہ تو مین نے زخمی ہیمو کو قیدی بنایا ہے۔
پکڑ کر بیرم کے پاس پہونچایا۔ بیرم اسے نوجوان بادشاہ کے حضور مین لیگیا
اکبر نے میدان مین شروع سے آخر تک پوری داد شجاعت اور جانبازی
کی دی تھی مگر جنگ کے متعلق احکام صادر کرنا اپنے اتالیق ہی پر چھوڑ رکھا
تھا۔ اس وقت کے واقعہ کو اس زمانہ کے لکھنے والون نے یون لکھا ہے
بیرم نے زخمی سپہ سالار کو پیش کر کے اپنے آقا سے کہا " یہ حضور کی پہلی لڑائی
ہے اس کافر پر اپنی تلوار کا وار کیجیے کہ یہ بڑی ناموری کا کام ہے" اکبر
نے جواب دیا " وہ تو آپ ہی مر رہا ہے مین کیا مارون۔ اگر ہوش مین ہوتا

* عام طور سے یہی روایت مشہور ہے مگر ابوالفضل لکھتا ہے کہ فیلبان نے اپنی جان بچانیکو
اپنے مالک سے بیوفائی کی۔ دیکھو ایلیٹ صاحب کی تاریخ جلد پنجم صفحہ ۲۵۲ کا حاشیہ۔

اور قوت رکھتا ہوتا تو البتہ مین تیغ آزمائی کرتا اور اس سے لڑتا۔ جب اکبر نے انکار کیا تو بیرم نے خود ہی اس قیدی کو قتل کر ڈالا۔

بیرم نے غنیم کے تعاقب مین اپنے سوارون کی فوج دہلی روانہ کی کہ انکو دم نہ لینے دو۔ یہ مغلیہ فوج راستہ مین کہین نہین ٹھہری اور مارا مار ۳۵ میل کا دھاوا کر دوسرے ہی دن صبح کے وقت دہلی مین داخل ہوگئی۔ اسکے بعد اکبر کا کوئی خوفناک رقیب ہندوستان مین باقی نہ رہ گیا۔ اُسکی وہی حالت ہوگئی جو تیس برس پہلے اُسکے دادا کو نصیب تھی۔ اب یہ دیکھنا باقی رہگیا کہ آیا یہ لڑکا بھی اُس موقع سے کام لیتا ہے یا نہین جسے اسکے باپ اور دادا دونون نے ہاتھ سے کھو دیا تھا۔ اس غرض سے کہ جو کام اکبر کو کرنا تھا اسکی پوری کیفیت ناظرین پر منکشف ہوجاے مین باب آیندہ مین مختصر طور پر یہ دکھلاؤنگا کہ اُسکی تخت نشینی کے وقت ہندوستان کی کیا حالت تھی اور اُسکے آگے کا باب اس تحقیق مین صرف کرونگا کہ کس طرح چاردہ سالہ لڑکے کو بیرم خان کی اتالیقی سے استفادہ پہونچنے کا قرینہ تھا۔

نواں باب

ہندوستان کی عام حالت سولھوین صدی کے وسط مین

ستلج کے جنوب مین جو ملک مغلون کے افغان متقدمین نے فتح کیا
تھا وہ ایسا نہ تھا کہ اُسے سلطنت ہندوستان کہنا زیب دیتا۔ بلکہ وہ دہلی کی
سلطنت تھی۔ یعنی اُن ممالک کی سلطنت تھی جو ۱۸۵۷ء تک ممالک مغربی و شمالی
سمجھے جاتے تھے اور جنمین وہ حصہ احاطہ بنگال کا جو اب مغربی بہار کے نام
سے موسوم ہے اور کچھ اضلاع ممالک متوسطہ اور راجپوتانہ کے شامل تھے
پنجاب بھی اسی مین شامل تھا۔ کچھ عرصہ کے لیے البتہ خاندان تغلق کو بنگال
اور قریب قریب سارے جنوبی ہندوستان کی حکومت حاصل تھی مگر شمال
کی جانب سے جو پہلا حملہ ہوا اسی سے ہندو راجاؤن نے موقع پاکر اطاعت
کا منحوس جوا اپنے کندھون سے اُتار کر رکھدیا اور پھر اسکے رکھنے کی نوبت
نہ آئی۔ اڑیسہ کی بڑی سلطنت جو گنگا کے دہانہ سے لیکر گوداوری کے دہانہ تک
پھیلی ہوئی تھی ہمیشہ سے خود مختار رہی۔ مغربی ہندوستان بھی اب کچھ عرصہ سے

ملک غیر کے حملہ آور کی اطاعت سے باہر ہو گیا تھا اور متفرق صوبون مین علیحدہ علیحدہ سلطنتین قایم ہو گئی تھین -

اکبر کی تخت نشینی کے وقت ہندوستان کا مغربی کنارہ والا حصہ (یعنے سلطنت گجرات) بھی خودمختار تھا اور وہان افغانی نسل کا ایک مسلمان بادشاہ سلطنت کرتا تھا - البتہ ہمایون نے اُسے تاراج کیا تھا مگر جب وہ ہندوستان سے بھاگ گیا تو یہ ملک پھر خودمختار ہو گیا - اور تب سے کسی نے کچھ مزاحمت نہین کی - اسکے بالکل ہی ملے ہوے ملک مالوہ مین البتہ ایک لڑائی ہوئی تھی جسمین بادشاہ کامیاب نہین رہا تھا - مالوہ کی سلطنت (جسمین بہت بڑا حصہ اُس ملک کا شامل تھا جو اب وسطی ہندوستان کے نام سے مشہور ہے) بھی اکبر کی تخت نشینی کے وقت خودمختار تھی - خاندیس کا بھی یہی حال تھا - اور راجپوتانہ کی ریاستون کی بھی یہی حالت تھی - ان ریاستون کی حالت کسی قدر تفصیل کے ساتھ لکھنے کے قابل ہے -

مشہور رانا سانکا کے کارنامون کا ذکر باب اول کے سلسلہ مین آچکا ہے - اس راجہ کے بابر سے شکست کھانے کا بہت بڑا اثر میواڑ کی طاقت پر پڑا - اور جب شیر شاہ نے ہمایون کو ہندوستان سے

نکال باہر کیا تو میواڑ کے سب راجہ اس فاتح کی عظمت کے تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے - مگر شیر شاہ کی وفات کے بعد جو ہنگامے برپا ہوئے اُنکی وجہ سے یہ لوگ پھر خود مختار ہو گئے اور اکبر کی تخت نشینی کے وقت بھی یہ لوگ راجپوتانہ کی ریاستون مین سربرآوردہ تھے - باقی ریاستون کی بابت مختصر طور سے اسی قدر لکھدینا کافی ہے کہ جے پور کے راجاؤن نے بابر کے وقت مین مغلون کی اطاعت کرلی تھی - اُس وقت جو راجہ بھرم نامے تھا اُس نے فوج سے بھی بابر کی مدد کی تھی - اور ہمایون نے شیر شاہ سے شکست پانے کے پہلے والی آمیر کا معزز شاہی خطاب اُسے عطا کیا تھا جب اکبر نے پانی پت لیا ہے تو بھرم کا بیٹا بھگوانداس گدی پر تھا - جودھپور اُس زمانہ مین جے پور سے کہین بڑھا ہوا تھا - وہان کے راجہ مالدیو سنگھ نے میدان جنگ مین شیر شاہ کو اور سب دشمنون سے زیادہ مشکل مین ڈال دیا تھا - مگر جب ہمایون بھاگ کر گیا تو اس راجہ نے اُسے پناہ دینے سے انکار کیا - جب اکبر تخت پر بیٹھا تو وہ زندہ تھا اور خود مختار تھا اور راجپوتانہ کے سب راجاؤن سے زیادہ طاقت ور تھا - جیسلمیر بیکانیر اور ریگستان کے کنارہ کی اور سب ریاستین بھی خود سر تھین - راجپوتانہ کی چھوٹی ریاستون کا بھی یہی

حال تھا - سندھ مین اور نیز ملتان مین یہی حالت تھی - میوات اور بگھیلکھنڈ کی
ریاستین بھی کسی غیر ملک کے فرمانروا کے تابع نہ تھین - مگر گوالیار - اُرچھا - چندیری
نرور - اور پنا - کی ریاستین اگرہ کے قرب کی وجہ سے تھوڑی بہت باج گزار ضرور
تھین اور یہ کمی زیادتی اس فرصت پر منحصر تھی جو فاتح کو اس کام کے لیے ملجاتی
کہ اپنی حکومت نافذ کرے -

لیکن اُن ممالک مین بھی جو مسلمان فاتح کی سلطنت کے تابع تھے آپس مین
کوئی اتفاق نہ تھا - بادشاہ سلطان یا شہنشاہ جو ان مختلف خطابون سے پکارا
جاتا تھا محض ان امیرون کا بڑا سردار تھا جنکو مختلف ممالک سپرد تھے - اپنے
دربار مین اُسکی حکومت پوری پوری تھی - میدان جنگ مین فوج سب اُسکے
تحت مین ہوتی تھی - مگر صوبجات کے اندرونی انتظام مین وہ
کچھ دخل نہ دیتا تھا - اگرچہ برائے نام ایسا نہ تھا مگر حقیقت نفس الامری یہی تھی
کہ ہر صوبہ اپنے اپنے نائب السلطنت کے تحت مین بالکل خود مختار تھا -

جس قدر شہادت متفق ملتی ہے اُس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہندو
رعایا (جنکی آبادی مسلمانون کے زیر حکومت ممالک کی کل آبادی کے آٹھ حصون
مین سے سات حصہ تھی) اپنی حالت مین خوش تھی - اُنکو اپنے مذہبی رسوم کے

ادا کرنے کی پوری آزادی تھی - مگر جزیہ یعنی وہ محصول ادا کرنا پڑتا تھا جو مسلمانون نے بحساب سرشماری غیر مذہب کی رعایا پر لگا رکھا تھا - مگر گورنمنٹ کے ہر صیغہ مین ہندؤن کا بڑا زور تھا - بہت سے ممالک مین اس فرقہ کے لوگ حاکم وقت کی ماتحتی مین موروثی اختیارات رکھتے تھے اور جنگ کے وقت میدان کارزار مین لڑنے کے لیے اپنے مقررہ حصہ کے مطابق فوجین دیا کرتے تھے -

اس طرح ہر ملک مین وہان کی مقامی فوج رہتی تھی اور جب ضرورت ہوتی تو وہ اس کام کے لیے طیار رہوتی تھی کہ حاکم وقت اس سے کام لے مگر علاوہ وبلا واسطہ اس فوج کے ہر صوبہ کے حاکم کے پاس قریب قریب ہمیشہ کچھ شاہی فوج بھی ایک مقررہ تعداد مین رہتی تھی اور اس فوج کی تنخواہ سلطان دیتا تھا اور اسکی کمان اس افسر کے متعلق ہوتی تھی جسے خود سلطان نامزد کرتا تھا - یہ افسر زیادہ تر حاکم وقت سے بے تعلق ہوتا تھا اور براہ راست بادشاہ کو جوابدہ رہتا تھا -

نظری طور پر عدل گستری کا انتظام بالکل مکمل تھا کیونکہ مسلمانون کے اس اصول کے مطابق عمل ہوتا تھا کہ سلطنت کا دارمدار قانون پر ہے

اس قانون کا نفاذ قاضی لوگ اس مجموعہ کے مطابق کرتے تھے جو بہت سے ایسے فیصلہ جات پر مشتمل تھا جو قرآن کی روسے صادر ہوتے تھے اور رواج ملک کے مطابق ترمیم کر لیے جاتے تھے۔ دیوانی کے سب مقدمات بلکہ وہ تمام مسائل جنکو سلطنت کی حفاظت سے تعلق نہوتا تھا قاضی کے یہان فیصل ہوتے تھے۔ مگر فوجداری مقدمات کا اختیار سماعت ایسے چند آدمیون کے گروہ مین محدود ہوتا تھا جنکے عملدرآمد کا ضابطہ عملی طور پر غیر مشخص تھا اور جنکی نامزدگی اور امداد بادشاہ وقت کی طرف سے ہوتی تھی اور جو بعض اوقات قاضی کے اختیارات پر بھی حاوی ہوجاتے تھے۔ بہرکیف رعایا کی عام خوشحالی کے لحاظ سے یہ نتیجہ نکال لینے کی گنجایش ہے کہ بحیثیت مجموعی عدل گستری ٹھیک طور سے ہوتی تھی۔ زمانہ نے ابتدای وقت کے آبسنے والے مسلمانون اور یہان کے قدیم رہنے والے ہندوؤن کے خاندانون مین باہمی تعلقات پیدا کردیے تھے اور دونون کے دونون قانون سے یہ امید رکھتے تھے کہ ہماری جسقدر حفاظت ممکن ہے وہ اسی سے ہوگی۔ باوجود اسکے کہ بیشمار لڑائیان ہوئی تھین اگر اس ملک کے لکھنے والون کی تحریرون پر اعتبار کیا جاے

تو ملک کی حالت بہت سرسبزی کی تھی۔

جس نظام سلطنت کا ہم ذکر کر رہے ہین اسکے متعلق یہ لکھنا بھی ضروری ہے کہ بابر اور ہمایون دونون مین سے ایک نے بھی اس طریقہ کو نہین بدلا تھا جو ان کے افغان متقدمین نے ہندوستان مین قایم کیا تھا۔ بلکہ بابر اور بھی زیادہ شخصی سلطنت کے طریقہ کا عادی تھا۔ کیا فرغانہ کیا سمرقند کیا کابل جہان کہین وہ رہا وہ نہ صرف دار الخلافت کا مالک اعلی رہا بلکہ اپنے مقرر کیے ہوئے حاکمان صوبجات کا بھی سردار رہا۔ یہ حاکم یعنی مختلف اضلاع یا جاگیرون کے سردار اپنے اپنے تخت کے ملک مین سولہون آنے کے مالک ہوتے تھے۔ مگر بادشاہ کی مرضی کے مطابق انکی موقوفی ہر وقت عمل مین آسکتی تھی۔ اور انکا یہ کام ہوگیا تھا کہ ایسے طریقہ سے انتظام کرین کہ جسکا واقعی انصاف مقتضی ہو یا دربار مین ایسے سفیر رکھین جو بادشاہ وقت کے حضور مین انکے حقوق کے نگران رہین۔

اسی طرح فوج مین بھی بادشاہ کے ذاتی رفیق ہوتے تھے اور انکی تعداد اُسکے سردار اور وابستگان کے اُن رفیقون سے بڑھ جاتی تھی جو اُن ہی ممالک کے لوگون مین سے ہون جہان وہ برسر حکومت ہوتے تھے۔

بابر اور اُسکے بیٹے دونون کے وقت مین سلطنت کا طریقہ محض تسلط بٹھا لینے کا رہا - آزادی کے کام اس زمانہ مین معدوم تھے - ایک بادشاہ کے جاری کیے ہوئے قانون کو اُسکا جانشین منسوخ کرسکتا تھا - غرض یہ کہ ہر جگہ ذاتی خیالات پر دارمدار تھا - صرف کامیاب بغاوت کا ایک طریقہ ایسا تھا کہ جس سے بادشاہ کی مرضی کی مخالفت ہوسکتی تھی لیکن اگر بادشاہ قابل ہوتا تھا تو کامیابی کے ساتھ بغاوت کرنا قریب قریب محالات سے تھا - اگر وہ قابل اور منصف مزاج دونون ہوتا تھا تو وہ یہ سمجھ لیتا تھا کہ بغاوت سے محفوظ رہنے کی سب سے بہتر تدبیر یہی ہے کہ عدل گستری سے کام لے چنانچہ بابر نے جو ممالک ہندوستان فتح کیے تو ان مین بھی آئین سلطنت اُسنے ایسا ہی پایا - جو اس آئین سے بالکل مختلف نہ تھا جسکا وہ شمالی ملکون مین عادی رہا تھا - اگر اُسنے اسے بدلنا بھی چاہا ہو تو اتنی فرصت اسکو میسر نہ تھی - اور اسکے جانشین کو تو نہ اتنی فرصت میسر تھی اور نہ اسکی رغبت تھی - جس طریقہ سلطنت پر وہ اپنے مرنے سے کچھ ہی پہلے غور کرر ہا تھا اُسکے اصولون کی ماہیت مین کوئی ترقی اس طریقہ کے مقابلہ مین نہین تھا ہر موقع جو ہندوستان مین رائج تھا - وہ سلطنت کو چھ بڑی بڑی قسمتون مین تقسیم

کرنے والا تھا کہ انکے صدر مقام یا دار الخلافت دہلی آگرہ قنوج جونپور مانڈو والاہور قرار دیے تھے - انمین سے ہر ایک مقام پر بڑی فوجی چھاؤنی قائم کرتا اور ہر جگہ اسقدر فوج فراہم رہتی کہ بیرونی امداد کی محتاجی نہ رہجاتی اور شہنشاہ ان سب اجزا کو ایک کل مین اسطرح متفق کردیتا کہ بارہ ہزار سوار ساتھ لیکر باری باری سے ہر قسمت مین دورہ کرتا اور مقامی افواج کا معائنہ کرتا اور ملک کی عام حالت ملاحظہ فرماتا - اس طریقہ مین بہت سی خرابیان تھین - اگر بادشاہ ہمیشہ اپنے سپہ سالارون سے زیادہ قابل ہوتا تو بھی انتظام کا یہ طریقہ بہت خراب ہوتا - اگر بادشاہ اُن سے کم قابل ہوتا تو پورے سال بھر بھی یہ طریقہ چل نہ سکتا -

ہمایون کے دفعتًا مرجانے سے اس منصوبے مین کھنڈت پڑگئی اور اسکا نفاذ نہ ہونے پایا پھر وہ جنگی واقعات ہوتے رہے جنکا آخری نتیجہ فتح پانی پت کی صورت مین ظہور مین آیا - اس لڑائی سے خرد سال اکبر کو پھر وہی حالت نصیب ہوگی جو تیس برس پہلے اُسکے دادا بابر کو حاصل تھی - اُس وقت بابر کو مغربی شمالی ہندوستان و بہار اور وسطی ہندوستان کے ایک حصہ کے فتح کرلینے کا موقع ملگیا تھا اور اُسنے اُس موقع سے

قائدہ بھی اُٹھایا تھا - پانی پت کی دوسری لڑائی سے اکبر کو ایسا ہی موقع ہاتھ لگا
اس میدان مین اکبر نے ایسے دشمن پر فتح پائی تھی کہ بس اکیلا وہی ایسا تھا
جسکے ساتھ برابری کا مقابلہ ہونے کا اندیشہ ہو سکتا تھا - فتح کر لینے تک تو کوئی
دشواری کام مین نہ تھی مگر اس فتح کو قائم رکھنا اور مختلف ملکون اور مختلف قومون
مین یکجہتی پیدا کرنا - اور ایسا سب پر حاوی ہونے والا طریقہ ایجاد کرنا اور جاری
کرنا کہ ادھر تو اسکے ذریعہ سے بادشاہ کا رعب ہر ہر صوبہ اور ہر ہر ملک مین یکسان
غالب رہے اور ادھر یہ نہونے پائے کہ کسی جگہ کے حالات رسم و رواج اور عادات
و خیالات مین خلل پڑے - یہ ایسا کام تھا کہ جسکی اُسکے دادا نے کبھی کوشش ہی نہ
کی تھی - اگر اسکو یہ سوجھتا یا سوجھایا بھی جاتا تو وہ اُسے محالات سے سمجھتا - اسی
طریقہ کے ان لوگون کی تدبیرون مین داخل نہ ہونے کا باعث تھا کہ ۱۵۲۶ء
کو فتح پانی پت کے دوسرے ہی دن سلطنت کی یہ حالت تھی کہ زمین مین جڑ نہ
پکڑی تھی اور اُسکا دارمدار اسی پر منحصر تھا کہ برابر جنگی فتوحات حاصل ہوتی جائین
یا دمخالف کے پہلے ہی تند جھونکے مین خاتمہ تھا - اور ذرہ برابر بھی تو اُن
غزنوی غوری خلجی تغلق سید اور لودیون کی سلطنت سے زیادہ پائدار نہ تھی جو
اس سے پہلے بیان ہو چکی ہیں - اسکا ثبوت کہ وہ زیادہ پائدار نہ تھی اس سے

زیادہ صریح اور کیا ہوگا کہ بابر نے جو سلطنت قائم کی تھی وہ آگے چل کر بہت آسانی
سے کے ساتھ شیر شاہ کے حملوں سے زیر ہوگئی۔ یہ ضرور تسلیم کر لینے کی بات ہے کہ
اگر بابر ہمیشہ کو زندہ رہنے والا ہوتا تو ممکن تھا کہ وہ شیر شاہ کو پھر مار ہٹاتا۔ مگر اسی
بات کے تسلیم کر لینے سے تو میری دلیل ثابت ہوتی ہے۔ بابر بہت بیدار مغز
سپہ سالار تھا۔ شیر خان بھی ایسا ہی تھا۔ ہمایون گریز پا تلون اور ناآموزدہ کار
تھا اور سپہ سالار ہونے کی حیثیت سے تو بہت ہی کم درجہ کا تھا۔ یہ ممکن ہے کہ
جس شیر خان نے ہمایون پر فتح پائی وہ بابر سے شکست کھاتا مگر یہی تو اسی بات کا ثبوت ہے
کہ جو طریقہ بابر نے جاری کیا تھا وہ وہی طریقہ تھا جسکا وہ ساری عمر خوگر رہا تھا۔
اور اسی طریقہ کی بدولت کبھی فرغانہ اور سمرقند اُسکے پاس سے نکل جاتا تھا اور کبھی
پھر ہاتھ آجاتا تھا۔ اور اُسی کی بدولت پہلے کابل ملا تھا اور پھر کچھ برس بعد
ہندوستان ہاتھ آیا تھا۔ اور یہ طریقہ وہی تھا کہ جسکی لاٹھی اُسکی بھینس۔ نہ فرغانہ
مین نہ سمرقند مین نہ کابل مین نہ پنجاب مین نہ ہندوستان مین۔ کہین بھی تو
سلطنت نے جڑ نہ پکڑی سا اور سچ پوچھیے تو جڑ پکڑنا سرے سے ممکن ہی نہ تھا کیونکہ
پھیلنے کی قوت ہی ندارد تھی۔

۱۵۵۶ء کے خاتمہ پر ایک دفعہ کی جیت کر ہاری ہوئی سلطنت پھر

بیتی ہئی تھی اور اُس لڑکے کے ہاتھ مین تھی جسنے مصیبت اور سختی کے مدرسہ
مین تعلیم پائی تھی اور جسکی عمر مہینہ اوپر چودہ برس کی تھی* - پانی پت سے اسے
ہندوستان مل گیا تھا - عمر کم تھی تو اُسنے دنیا بہت دیکھ لی تھی - باپ برابر اُس سے
صلاح لیا کرتا تھا - فنون جنگ کی تعلیم اُسنے اس زمانہ کے سب سے اول نمبر
کے سردار بیرم سے پائی تھی - چھ مہینہ کے اوپر ہی اوپر پنجاب مین حکومت بھی
کر چکا تھا - مگر اب اسکی دوہری آزمایش کا وقت آیا کہ فاتح ہونے کے ساتھ ساتھ
منتظم کس پایہ کا تھا - اس لحاظ سے نہ باپ کا نمونہ کچھ کارآمد تھا نہ بیرم کی تعلیم کچھ
زیادہ سودمند تھی - جہان تک معلوم ہوا ہے اُسنے ابھی سے اس عقل سلیم کے
جوہر دکھانے شروع کر دیے تھے جو مشکل سے گھبرانا جانتی ہی نہ تھی - اور طبیعت
رحم کی طرف مائل پائی جاتی تھی - ہیمو کو قتل کرنے سے اُسنے انکار ہی کیا - مگر اب
جو کام اُسے درپیش تھا اسمین اور اوصاف کی بھی ضرورت تھی - اب اُسکے
اور افعال سے ہمین یہ دیکھنا ہے کہ اس کام کے پورا کرنے کے لیے کیا کیا
اوصاف اُسمین موجود تھے -

* اکبر ۱۵ - اکتوبر ۱۵۴۲ء کو پیدا ہوا اور پانی پت کی جنگ ثانی ۵ - نومبر ۱۵۵۶ء کو ہوئی -

دسوان باب

بیرم خان کی اتالیقی کا زمانہ

سب سے پہلے اکبر کی صورت ظاہری کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اُسکے بیٹے شہزادہ جہانگیر* نے لکھا ہے کہ "اکبر کا قد میانہ تھا مگر کسی قدر نکلتا ہوا۔ رنگت گندمی تھی اور بہ نسبت گورے پن کے سانولا پن زیادہ تھا۔ آنکھین اور بھوین سیاہ تھین۔ دوہرا جسم۔ کھلی ہوئی پیشانی۔ چوڑا سینہ۔ بازو اور ہاتھ لنبے۔ ناک کی بائین جانب چھوٹے مٹر کے برابر ایک لحمی مسہ تھا جو بہت خوبصورت معلوم ہوتا تھا۔ اور قیافہ دان اسے بہت مبارک سمجھتے تھے کہ وہ کہتے تھے کہ یہ بیحساب دولت اور روز افزون اقبال کی نشانی ہے۔ آواز بہت بلند تھی اور بول چال نہایت شیرین اور دلاویز تھی۔ اسکے عادات وطریقے اور لوگون سے بالکل جداگانہ تھے اور منہ پر خدا کا نور برستا تھا" اور لکھنے والون نے بھی سب اہم باتون مین ان تعریفات کی تصدیق کی ہے۔ الفنسٹن صاحب

* دیکھو سر ہنری الیٹ کی ہسٹری آف انڈیا ایز ٹولڈ بائی اٹس اون ہسٹورینس جلد ششم صفحہ ۲۹۰۔

لکھتے ہین کہ " وہ گٹھے ہوے جسم کا خوبصورت آدمی تھا اور چہرہ بہت دلکش تھا اور اطوار ایسے تھے کہ اپنا گرویدہ کر لیتے تھے " جسمانی طاقت مین بھی بہت بڑھا ہوا تھا - بہت سخت تکان برداشت کر سکتا تھا - زین سواری - پیادہ روی تیراندازی - شکار - اور جملہ ایسی ورزشون کا شائق تھا جنمین طاقت اور مہارت کی ضرورت ہے - اُسکی دلیری اس طرح کی بغیر جوش وخروش والی دلیری تھی جو مشکل مین کبھی دغا نہ دیتی تھی بلکہ خطرہ اور پریشانی کے وقت اور بھی زیادہ روشن ہوکر چمکتی تھی - اگرچہ وہ لڑائی کے لیے طیار رہتا تھا خصوصًا ایسے کامون کے واسطے جنھین وہ سلطنت کی بہبود یا عوام کی خوشحالی کے لیے ضروری سمجھتا تھا اُسکو لڑنے سے کوئی خوشی نہین ہوتی تھی بلکہ وہ اپنے تئین اُن ہی انتظامی طریقون مین مصروف رکھنے کو کہین زیادہ ترجیح دیتا تھا جنکو وہ اپنی حکومت اصلی کی بنیاد سمجھتا تھا - اس لحاظ سے جنگ سے اسکو صرف اسقدر تعلق تھا کہ گویا یہ ایسا برا کام تھا کہ جسکے بغیر کیے چارہ بھی نہ تھا - اُسکے زمانہ مین شروع سے آخر تک ہم یہی پاینگے کہ اُسنے ایک لڑائی بھی ایسی نہین برپا کی جسے اُسنے اپنے انتظام ملکی کی تکمیل کے لیے لازمی نہ سمجھا ہو - اُسکے مزاج مین اُنس تھا - اپنے دوستون کے ساتھ وفاداری کرتا تھا - دوسرون کے

دل مٹھی مین کر لینے کا پورا ملوہ رکھتا تھا۔خونریزی سے نفرت کرتا تھا۔ہمیشہ یہ
چاہتا تھا کہ انصاف کے ساتھ رحم ملا رہے۔عفو کو انتقام پر ترجیح دیتا تھا
لیکن اگر صورت ایسی آپڑی کہ اسی کی ضرورت ہوتی تو وہ سخت مزاج بھی بن جاتا
تھا۔اور اپنی طبعی رحم دلی پر غالب آنے کو اپنا دل فولاد کا کر لیتا تھا۔مثل اور
سب بلند حوصلہ لوگون کے اُسکو دوسرون کی راحت رسانی مین بڑا مزہ آتا
تھا۔اس طرح فیاضی اُسکی فطرت کا ایک جزو بن گئی تھی اور جب اُسکی دریادلی
سے فیضیاب ہونے والا نااہل ثابت ہوتا تھا تو وہ بجاے اُسکے کہ اپنی فیاضی
پر متاسف ہو یہی کوشش کرتا تھا کہ اُس نااہل کی اصلاح کرلے۔ملکی انتظام
کی طرف وہ فطرتاً راغب تھا۔بجاے جنگ کی تدبیرین سوچنے کے وہ اسے
بہت زیادہ ترجیح دیتا تھا کہ ایسی تدبیر ایجاد کرے جس سے وہ عمارت
جسکو وہ اپنے ہاتھون سے تعمیر کر رہا تھا اُسکی رعایا کی خواہشون کے مطابق طیار
ہو۔جملہ ایسے مسائل مین جس سے ہر زمانہ مین بنی نوع انسان پر اثر پڑا ہے
اور ابتک پڑرہا ہے یعنے مسائل مذہب ومصالح ملکی وعدل گستری۔ان مین
اُسکا دل کشادہ اور تعصب سے بالکل خالی تھا اور معلومات کے حاصل کرنیکا
شائق رہتا تھا۔وہ مسلمان پیدا ہوا تھا اور تربیت بھی اسی مذہب مین پائی تھی

تاہم بڑی آزادی کے ساتھ مساوات کے درجہ پر بودہ متوالون برہمنون مجوسیون
اور عیسائیون سب سے ملتا تھا - اُسپر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ آخر عمر مین اُسکو
علما سے نفرت ہوگئی تھی اور ان لوگون کو دربار سے نکال دیا تھا - یہ کہنا
زیادہ صحیح ہوگا کہ جو علما اُسکے دربار مین زیادہ باریافتہ تھے اُنکا جو تعلیم پائے ہو
اُسی پر ہٹ دھرمی کے ساتھ اڑا رہنا اور تعصب اور وسوسات کو راہ دینا
اُسکو ناپسند تھا - یا یون کہیے کہ اُسکو علما کے عیوب و نقایص سے نفرت تھی اور
جب یہ حد سے زیادہ بڑھ گئے تو اُسنے اُنکو دربار مین آنے سے روک دیا -
اس امر کا کہ اور باتون مین اُسکی حالت کیا تھی اس کتاب کے آخر باب کو پڑھ کر
ناظرین بطور خود اندازہ کرلین گے - مجھے امید ہے کہ جو بیان اوپر کیا گیا ہے
وہ اس مقصد کے لیے کافی ہے کہ ناظرین کو کسی قدر اندازہ اُس خرد سال
بادشاہ کی قابلیت مضمرہ کا ہوجاے جو چودہ برس کی عمر مین بیرم خان کی اتالیقی
مین میدان پانی پت مین فتحیاب ہوکر بغیر کہین ٹھہرے ہوے میدان جنگ
سے سیدھا دہلی پر چڑھ گیا تھا - اگر ہون بھی تو اُسکے ساتھیون مین بہت ہی
چند لوگ ایسے ہونگے جو اس زمانہ مین اُسکے ذاتی جوہر اور طبع رسا کا پورا وقوف
رکھتے ہون - یہ تو یقینی ہے کہ اُسکا اتالیق بیرم اُسکا پورا مزاج شناس نہ تھا

ورنہ نہ سرہند مین تردی بیگ کو اپنے خیمہ مین بلا کر قتل کرتا نہ خرد سال بادشاہ
کو یہ صلاح دیتا کہ گرفتار ہیمو پر اپنی شمشیر کا وار کرے - مگر تھوڑے ہی عرصہ
مین بیرم اور نیز دیگر امرائے دربار سب پر یہ حال کھل گیا کہ ہمایون کا بیٹا ایسا
لڑکا نہین ہے کہ جس راہ چلائین اُسی راہ چلے بلکہ ایسا آقا ہے کہ اسکے احکام کی
تعمیل ہی کرنی پڑے گی -

اکبر مہینہ بھر دہلی رہا - وہان سے ایک فوج میوات کو بھیجی کہ ہیمو کی شکستہ حال
فوج کا تعاقب کرے کہ بہت سا خزانہ اُسکے ساتھ تھا - اس مختصر لڑائی مین
اُسکے سپہ سالار پیر محمد خان شروانی کو (جو اُس زمانہ مین بیرم کے ساتھیون مین
تھا اور بعد مین بیرم کے ہاتھون بہت پریشان کیا گیا تھا) بہت کامیابی رہی
پھر اکبر نے آگرہ پر چڑھائی کی اور لے لیا -

لیکن جب تک پنجاب پر تسلط نہ ہو جاتا جنوب ستلج کی فتوحات ضرور معرض
خطر مین تھین - اور جیسا کہ ناظرین کو معلوم ہے اکبر مجبور ہو کر اپنے خاندان کے
جانی دشمن سکندر سور کو (جسے اُسنے بھگا دیا تھا مگر مغلوب نہین کیا تھا)
مان کوٹ کے قلعہ مین چھوڑ آیا تھا - سال آیندہ یعنے ۱۵۵۷ء کے ماہ مارچ
مین خبر پائی کہ جو فوج پنجاب مین چھوڑ آیا تھا اُسکے ہراول کو سکندر نے لاہور

چالیس میل کے فاصلہ پر شکست دی - جو سردار پنجاب سے آئے انھون نے اکبر سے کہا کہ معاملہ بیڈھب ہے کیونکہ سکندر کو مانکوٹ مین بہت مضبوط جگہ ملی ہے اور چاہے میدان مین شکست بھی پاجاے وہان سے نکل کر بہت دق کیا کریگا اور فتح سے اُسکے طرفدارون کے دل اور بھی بڑھ گئے ہین - اکبر نے اس حجت کی معقولیت پورے طور پر سمجھ لی اور اس اصول پر کاربند ہونے کا ارادہ کر لیا جس سے اسکی سلطنت کو بڑی قوت حاصل رہی ہے یعنے یہ کہ اگر کوئی کام کرتا ہے تو اسی پوری طرح کرنا چاہیے - چنانچہ سیدھا لاہور کی طرف بڑھا - لاہور کو محفوظ پایا تو وہان سے جالندھر آیا کہ وہان غنیم پڑا ہوا تھا اکبر قریب پہونچا تو سکندر شاہ سلسلہ کوہ سیوالک کی طرف بھاگا اور مانکوٹ مین گھس رہا - اکبر نے محاصرہ کر لیا -

چھ مہینہ تک محاصرہ رہا - پھر قحط رسد سے تنگ آکر اور ساتھیون کے چھوڑ چھوڑ کر چل دینے سے ضعیف ہو کر سکندر نے اپنے سردار معاملہ کرنے کے لیے بھیجے - اکبر نے یہ درخواست منظور کر لی کہ حریف بنگال کو چلا جاے اور اپنے بیٹے کو بطور کفیل چھوڑ جاے کہ آیندہ شہنشاہ کے مقابلہ مین لڑائی نہ کریگا قلعہ تسلیم ہو گیا اور اکبر لاہور واپس آیا - چار مہینہ چودہ دن یہان رہ کر اس صوبہ کا

انتظام ٹھیک کیا اور پھر دہلی کی طرف بڑھا - راستہ مین جالندھر مین مقام کیا اور یہین بیرم خان کی شادی بادشاہ مرحوم ہمایون کی چچا زاد بہن کے ساتھ ہوگئی یہ شادی خود ہمایون نے ٹھہرائی تھی اور نوجوان بادشاہ کے لیے باپ کی اس قسم کی باتین قانون کی طرح واجب التعمیل تھین - ۱۵ مارچ ۱۵۵۸ء کو اکبر پھر دہلی مین داخل ہوگیا - ہنوز کاروبار انتظام واقعی بادشاہ کا اتالیق بیرم خان ہی کرتا تھا اور آیندہ دو برس یعنے ۱۵۵۸ء و ۱۵۵۹ء مین بھی وہی کرتا رہا ایک کم عمر لڑکے کے لیے یہ آسان بات نہین ہے کہ جس بڑے سپہ سالار کے تحت مین رہ کر اُسنے اپنا کام سیکھا ہو اس کا دباو ایک دم سے اپنے دل سے نکال ڈالے - بہت سے افعال جو اتالیق صاحب نے اکبر کے نام سے جائز رکھے ممکن ہے کہ اکبر کو دل سے پسند نہ آئے ہون - مگر وہ اپنے آپ مین اسقدر قوت نہین پاتا تھا کہ دباؤ کا جوا اپنے کندھون سے اُتار پھینکے لیکن جب وہ لوگ سختی کے ساتھ دفع کیے گئے جنکو اکبر عزیز رکھتا تھا اور جنکا بیرم بوجہ دشمن ہوگیا تھا تو رفتہ رفتہ بادشاہ کا دل اپنے دماغ وار وزیر کی طرف سے پھرتا گیا - اور دل پھرنا شروع ہوا تو بڑھتا ہی چلا گیا - بیرم کو یہ خبر نہ تھی کہ میرے مالک کے مزاج مین جو قوتین ہین وہ سال بسال مضبوط ہوتی جاتی ہین اور جو

قدرتی اوصاف اسکو فطرت نے عطا کیے ہین انمین ہر سال تجربہ اور دنیا کے کاروبار
کی واقفیت کا اضافہ ہوتا جاتا ہے - وہ اب تک یہی سمجھتا رہا کہ یہ وہی لڑکا ہے جسکا
مین اتالیق ہون جسکی فوجین میری سرداری سے میدان مین فتحیاب ہوئی ہین اور
جسکی سلطنت کا مین انتظام کر رہا ہون - بغیر کسی روک ٹوک کے اختیارات کو کام
مین لانے کی وجہ سے اسکو ایسے اختیارات کا کام مین لانا ہی ضروری ہوگیا اور
جیسے ایک اپنی ہی ذات پر بھروسہ رکھنے والا مضبوط طبیعت کا آدمی ایسے
اختیار کو کام مین لاتا اسی طرح وہ بھی لاتا رہا -

ہر نوجوان فرمانروا کے حاشیہ نشینون مین ایسے لوگ ضرور ہوتے ہین جو
اس بات کو کہ جو اختیارات اُسکے فرمانروا کے ہین اُنکو دوسرا کام مین لاتے اپنی
اور اپنے فرمانروا کی انتہا درجہ کی حق تلفی سمجھتے ہین - ہمین یہ تحقیق کرنے کی کیا ضرورت
کہ یہ لوگ کس سبب سے ایسا کرتے ہین - بسا اوقات خود غرضی سے اور بہت کم خالص
اور بے غرضانہ طبیعت سے غرض کسی نہ کسی سبب سے یہ لوگ اسکے خواستگار
ہوتے ہین کہ نوجوان بادشاہ جو سلطنت کا حقدار ہے وہی اُنکا مربی ہو اور وہی
اپنے اختیارات کو کام مین لائے - یہ بات تو یقینی ہے کہ اکبر کے پاس بہت سے
لوگ ایسے جمع تھے جو بیرم سے نفرت کرتے تھے - جنکو بیرم سے مضرت پہونچی تھی

اور جنکو یہ امید نہین تھی کہ بادشاہ سے وہ مراعات جنکو حاصل ہونگی جنکی وزیر سے امید نہین۔ مستورات کی طرف سے بھی بادشاہ کے دل پر اثر ڈالا گیا۔ اسکی انّا نے (جو گہوارہ مین چھوٹے سے زمانہ سے تخت پر بیٹھنے کے بعد تک اُسکی خدمت کرتی رہی تھی اور اب اسکے حرم سرا کی داروغہ ہو گئی تھی) اُسے سمجھایا کہ اب اسکا وقت آگیا ہے کہ حضور ملک کا انتظام اپنے ہاتھ مین لے لین۔ اکبر بھی اسکے لیے آمادہ تھا۔ اُسکا اٹھارہوان سال تھا۔ پانی پت کو پھر لیکر اپنے باپ کی میراث کا ایک حصہ حاصل کیے ہوے اُسے چار برس گذر گئے تھے اور یہ چار برس اُسنے اس طور پر صرف کیے تھے کہ اُسکے قدرتی اوصاف کی پوری نشو ونما اور مضبوطی ہو گئی تھی۔ لیکن اگرچہ وہ اپنے مدار المہام کے ظالمانہ برتاو اور بے اصول جبر کو دیکھتا تھا اور نفرت کرتا تھا تاہم اُسکے دل مین بیرم کی وہ عظمت بھی تھی جو ایک فیاض طبیعت والے مین خواہ مخواہ اُس شخص کی طرف سے پیدا ہو جاتی ہے جو بچپن سے اپنا اتالیق رہا ہو۔ تجربہ سے اُسنے بیرم خان کے مزاج کو بھی خوب سمجھ لیا تھا اور وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اگر اس سے قطع تعلق کرنا ہے تو پورا پورا قطع تعلق ہونا چاہیے اور اُسکو نکالنا ہے تو اس طرح نکالنا چاہیے کہ پھر کسی طرح کا کوئی اختیار اُسکے ہاتھ مین باقی نہ رہ جاے۔ وہ جانتا تھا کہ یا تو بیرم کو

سولھون آنہ کا اختیار رہے ورنہ پھر تھوڑا سا اختیار بھی دینا مخدوش ہوگا۔

۱۵۶۰ء کے آغاز مین بہت سے واقعات ایسے پیش آئے کہ اکبر نے عنان سلطنت اپنے ہاتھ مین لے لینے کا ارادہ مصمم کرلیا۔ چنانچہ اپنے وزیر کو اس ارادہ سے آگاہ کرنے کی غرض سے آگرہ چھوڑ کر دہلی روانہ ہوا۔ بیرم کئی مرتبہ اسکا نمونہ دکھاچکا تھا کہ جس رقیب یا سردار سے اُسکو نفرت ہو اُسکو کس طرح دفع کرے۔ اُسکا طریقہ یہ تھا کہ یا خنجر سے کام لے یا تلوار سے۔ مگر نوجوان بادشاہ کی پاک طبیعت ایسے علاج سے نفرت کرتی تھی۔ اور جہانتک اس زمانہ کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کسی شخص کی یہ جرأت بھی نہین ہوئی کہ اُسے اس قسم کی صلاح دیتا۔ اور اُسکی مان اور انا نے بھی یہی صلاح دی تھی کہ یہ بات حکم کے طور پر وزیر سے کہی جائے کہ اب آپ عزت کے ساتھ مکہ کو ہجرت کیجیے۔ بیرم نے اکثر عام طور پر یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ مین اس موقع کا منتظر ہون کہ اپنا ملکی کام حسن وخوبی کے ساتھ دوسرون کے سپرد کرکے سبکدوش ہو جاؤن اور حج کو جاؤن کہ نجات ابدی نصیب ہو۔ اکبر یہ چاہتا تھا کہ جنگ کی نوبت نہ آنے پائے اُس نے اشتہار جاری کیا کہ اب سب کاروبار سلطنت خود بدولت نے سنبھالا ہے سوائے ہمارے احکام کے اور کسی کے

حکم کی تعمیل نہ کی جاے۔ اسی مضمون کا پیام[+] وزیر کو بھی بھیجا اور یہ صلاح دی
کہ آپ کا مکہ چلا جانا مناسب ہے۔ بیرم کو اس پیام کے پہونچنے سے پہلے ہی
اکبر کے اس ارادہ کی خبر لگ گئی تھی اور آگرہ سے مغربی ساحل کی طرف روانہ
ہو چکا تھا۔ ظاہر ہے کہ اُسکو بہت رنج پہونچا اور نیت فاسد ہو گئی کیونکہ بیانہ
پہونچکر جو مفسد امرا وہان نظر بند تھے اُنکو آزاد کر دیا۔ وہان اکبر کا پیام پایا۔ اور
راجپوتانہ مین ناگور کیطرف بڑھتا چلا گیا۔ جن سردارون سے بیرم سے کچھ رشتہ تھا
وہی مع اپنے ہمراہیون کے اس سفر مین ساتھ تھے۔ انہین سے ایک کے
ہاتھ ناگور سے بیرم نے اپنا طوغ و علم و نقارہ اور سب اسباب شوکت امیرانہ کا
بغرض اظہار ارادتمندی بادشاہ کی خدمت مین روانہ کر دیا۔ اکبر کو یقین دلایا گیا تھا
کہ بیرم ضرور بالضرور پنجاب کو حضور کے خلاف اُبھارنے کی کوشش کریگا چنانچہ
وہ فوج لیکر اس صوبہ کی جانب روانہ ہوا تھا۔ مقام جھجھر ضلع رہتک مین یہ اسباب
شوکت شاہانہ پہونچا۔ اکبر نے سب اسباب ایک ایسے شخص کو عطا کیا جو پہلے بیرم کا

[+] وہ پیام یہ تھا۔ مجھے تمھاری ایمانداری اور دیانت پر پورا بھروسہ تھا اسلیے سب کاروبار سلطنت تم پر چھوڑکر اپنے
لہو و لعب مین مصروف تھا۔ اب مرضی یہ ہے کہ عنان سلطنت اپنے ہاتھ مین سنبھالون۔ مناسب یہ ہے کہ
تم حج کے واسطے مکہ چلے جاؤ کہ مدت سے تمھارا یہی ارادہ تھا۔ پرگنہ جات ہندوستان سے جو جاگیر مناسب ہو
وہ تمھاری اخراجات کے لیے مقرر کر دیجاے اور تمھارے گماشتے اُسکا حاصل تمھارے پاس پہونچا دیا کرین۔

رفیق تھا مگر کچھ عرصہ سے مورد عتاب ہوگیا تھا - اور حکم دیا کہ جاؤ اپنے آقاے قدیم کے پیچھے پیچھے چلے جاؤ اور اُن کو سفر مکہ کے واسطے جہاز پر سوار کرادو بیرم کو یہ بات سخت ناگوار گزری اور فوراً بیکانیر کی طرف پلٹا اور اپنے اہل وعیال کو اپنے متبنے لڑکے کے سپرد کرکے علم بغاوت بلند کیا - مگر ابھی تک بیرم کو یہ معلوم تھا کہ سلطنت مغلیہ کے باغی اور سلطنت مغلیہ کے معتمد مدارالمہام کی حالت مین زمین آسمان کا فرق ہے دیپال پور ہی پہونچا تھا کہ یہ خبر آئی کہ اُسکے متبنے بیٹے نے امانت مین خیانت کی اور اُسکے خلاف اُٹھ کھڑا ہوا - یہ ارادہ کرکے کہ چلو جالندھر وآب ہی کو باغی کردو وہ اس مشہور جگہ کی طرف بڑھا - مگر سرحد ہی پر پہونچا تھا کہ اتکہ خان حاکم پنجاب کی فوج سے مقابلہ کرنا پڑا - لڑائی ہوئی بیرم نے شکست کھائی اور ستلج کنارہ تلواڑہ بھاگ گیا - یہ مقام لدھیانہ سے تین میل جانب مغرب واقع ہے - اکبر بھی پیچھے ہی پیچھے آرہا تھا - کہ اُسکے نائب ہی سے مقابلہ ہوگیا - اور اُسی نے شکست دے دی - اب اکبر اپنے اتالیق کے تعاقب مین لگا اور ایسا دق کیا کہ بیرم خود ہی حاضر ہوگیا اور رحم کا ملتجی ہوا - اکبر نے پہلی خدمات کو یاد کرکے قصور معاف کیا اور زر کثیر دیکر مکہ کی طرف روانہ کردیا - بیرم مع الخیر گجرات پہونچا - حاکم گجرات بڑی خاطر سے پیش آیا - ابھی ہندوستان

سے روانگی کی تیاری ہی کر رہا تھا کہ ایک لوہانی افغانستان نے جسکا باپ چھی وارہ کی لڑائی مین مارا گیا تھا اسے قتل کر ڈالا* - اس عرصہ مین (۹ - نومبر ۱۵۶۰ع کو) اکبر دہلی واپس آ گیا تھا - یہان چند روز آرام لیکے آگرہ کی طرف بڑھا کہ وہان اُن منصوبون پر کاربند ہو جو اُسنے ملک گیری و اتفاق اور نیز اُن صوبون کے ایک کر دینے کے لیے بنائے تھے جنکو ملا کر اُسے سلطنت قائم کرنی تھی - سچ پوچھیے تو اکبر کی سلطنت (اس معنی کر کے کہ بغیر ایسے وزیر کے حکومت کی جاے جو خود مالک بنا ہوا ہو) اسی تاریخ سے شروع ہوئی - وہ اتالیق جسنے سلطنت کا سارا کاروبار اپنے ہی ہاتھ مین کر رکھا تھا جا چکا تھا اور اب ملک کی آیندہ حالت کا انحصار محض بادشاہ کی قابلیت پر تھا -

* کہا جاتا ہے کہ اس قاتل کو محض انتقام لینا مقصود تھا - بیرم کی پشت پر خنجر لگا تھا اور نوک سینہ توڑ کر پار ہو گئی تھی - بلاکمین صاحب اپنی آئین اکبری مین لکھتے ہین کہ "کلمہ اسد اکبر زبان سے نکلا اور کام تمام ہو گیا" اکبر نے اُسکے بیٹے کی پرورش فرمائی -

گیارھوان باب

وقایع سلطنت

اکبر کی سلطنت کے چھٹے سال مین اگر تاریخ جنگ پانی پت سے شمار کیجیے او پہلے ہی سال مین اگر اسکی ذاتی فرمانروائی کا لحاظ کیجیے ہندوستان مین جو اسکی حالت تھی اُسکا خلاصہ یہ ہے کہ وہ مالک تھا پنجاب اور اُن ممالک مغربی و شمالی کا جو ہمارے وقت مین بھی اسی نام سے مشہور ہین اور جمنین پچھم کی طرف گوالیار اور اجمیر داخل تھے اور پورب کی طرف بقیہ اودھ مع الہ آباد جونپور تک شامل تھا۔ بنارس وچنار و صوبجات بنگال و بہار اتبک سور خاندان کے بادشاہون یا اور افغان خاندانون کے جانشینون کے قبضہ مین چلے آتے تھے۔ پورا جنوبی ہندوستان اور بہت بڑا حصہ مغربی ہندوستان کا اس عملداری کے باہر تھا جہان اکبر کا ڈنکا بجتا تھا۔

اس مین تو شک نہین کہ بیرم کی اتالیقی کے پانچ برس کے زمانہ مین اکبر نے اس مسئلہ پر بہت غور کیا تھا کہ کس طرح ہندوستان پر حکومت کی جاسے کہ

رعایا اور والیان ملک کے دل ایک ہی بادشاہ کی حمایت مین ایک ہو جائین اور وہ
اسی کو اپنا قومی بادشاہ سمجھین - اس مسئلہ مین بیشمار مشکلین تھین - چار صدیان جو
مسلمان بادشاہون کی سلطنت کی یہان گزرین تو ان مسلمان بادشاہون نے
کوئی کوشش اس بات کی نہین کی کہ اس جزیرہ نما مین جو مختلف قومین آباد ہین
اُن مین جانبین کے اغراض پیدا کر کے ایک دوسرے کے ساتھ ایسا وابستہ
کردین کہ سب ایک ہو جائین - اور ہر ایک اپنی چند روزہ برتری کے اصول
پر حکومت کرتا رہا اور جب کسی بڑی طاقت کا سامنا ہوگیا فوراً ہی گر گیا - اسکا
نتیجہ محض یہی نہین ہوا کہ پچھلے خاندانون اور نیز خاندان موجودہ وقت کی بے ثباتی
کا یقین ہوگیا - یہ بھی اسی کا نتیجہ تھا کہ بنگال سے گجرات تک ملک مین بہت سے
دعویدار ہوگئے تھے - یہ لوگ اُن خاندانون کے پس ماندگان مین سے تھے جو بر
سلطنت رہ چکے تھے - اور انمین سے ہر ایک یہی سمجھتا تھا کہ مغل بھی چند روز کے
لیے مالک سریر بن بیٹھے ہین اور جیسا کچھ مقدر مین ہو یا تو ہم ہی مین سے کسی کے
ہاتھ سے یا اور کسی نئے حملہ آور کے ہاتھ سے نکال باہر کر دیے جاینگے - ہمایون
جس آسانی کے ساتھ یہان سے اُکھاڑ دیا گیا تھا اُسکی یاد سے سلطنت وقت کی
بے ثباتی کا یقین اور بھی قوی ہوگیا تھا - قنوج مین شکست کھاتے ہی وہ ایسا

بھاگا تھا کہ تیرہ برس جو مغلون کی سلطنت یہان رہی تھی اسکا ذرا سا نام ونشان بھی تو نہین چھوڑا تھا - اور زمین مین ایک جڑ بھی تو نہین پھوٹی تھی -

اکبر ان سب باتون کو سمجھتا تھا - وہ اپنے دل مین اسی مسئلہ پر غوض کر رہا تھا کہ کیا کرے کہ رعایا اور والیان ملک کے دلون سے ان باتون کی یاد بالکل مٹادے فتح کرے مگر ملا لینے کی غرض سے - جون جون ملک بڑھاتا جاے ایسے اصول جاری کرتا جاے جنکو سب فرقے کسان سے ایکر راجہ تک ایک ہی طرح پر مانین تاکہ سب یہی سمجھین کہ یہی مثل باپ کے ہمارا نگہبان ہے - یہی وہ اکیلا شخص ہے جو ہمکو تکلیف سے ضرور بچاے گا - یہی اس بات کا یقین دلانے والا ہے - کہ ایام قدیم سے جو حقوق اور دستور ہمارے چلے آئے ہین وہ برابر قائم رہینگے یہی سب سے قابل آدمی کا حق بلا لحاظ اپنے مذہب ذات یا قوم کے دیکھیگا اور اسے اپنی ماتحتی مین ایسے قانون اور انصاف کے جاری کرنے کے لیے مقرر کریگا جو سب فرقون کے لیے یکسان ہون - جون جون اکبر کے خیالات مین پختگی آتی گئی اسکے اصول اسی قسم کے ہوتے گئے - اسپر یہ الزام لگایا گیا ہے (اور جو متعصب مسلمان مصنف اس زمانہ کے تھے اُنھون نے تو اسکے جیتے جی لگایا تھا) کہ وہ اپنی ذات مین اوصاف آلہی کے ہونے کا دعویدار ہوگیا تھا - یہ

الزام صرف اس معنی کر صحیح ہے کہ ایسے زمانہ مین اور ایسے ملک مین جہان طاقت
اور حق مرادف الفاظ ہو رہے تھے وہ گویا آسمانی فرشتہ بنکر اترا تھا اور ہندوستان
کے لوگون مین بے تعصبی و انصاف و رحم و برابری حقوق کے پھیلانے
کے لیے دنیا مین خدا کی قدرت کا نمونہ تھا۔

اسکی پہلی کوشش یہ تھی کہ سارا ہندوستان ایک ہی تاج کے نیچے آجاے
اور یہ کام زیادہ تر اس طرح پر انجام دیا جاے کہ جن جن قومون کو اس غول مین لینا
منظور ہو ان سب کو اپنا کرلے تاکہ یہ اکبری طریقہ بخوبی سمجھ مین آجاے مین نے
اس مضمون کو طبعی اور اخلاقی دونون رنگون سے بیان کرنا مناسب تصور کیا ہے
چنانچہ اس باب مین تو اُن متواتر کوششون کا بیان کیا جائیگا جو اس غرض سے
ہوتی رہین کہ جن مختلف سلطنتون مین ہندوستان اُسوقت منقسم تھا وہ سب
ایک حکومت مین آکر ایک ہی طرح کے قانون کے پابند ہوجائین ۔ اُسکے بعد کے
باب مین اس مسئلہ کی اخلاقی حالت پر بالخصوص زیادہ زور دیا جاے گا۔

جس طرز کی یہ کتاب ہے اُسکے لحاظ سے یہ خالی از طوالت نہوگا کہ اکبر نے
جو جو فتوحات ہندوستان مین کین اُن سب کا تذکرہ بالتفصیل کیا جاے صرف
اسقدر لکھنا کافی ہوگا کہ اپنی سلطنت کے چھٹے برس اور اپنی ذاتی انتظام کے

پہلے ہی سال اُسنے مالوہ پھر اپنی عملداری مین ملالیا - اسی برس کچھ آگے چلکر یہ ہوا کہ
چنار اور کرمناسا کے مشرق جانب والے ملک کے افغان فرمانرواسنے جونپور
پر حملہ کرنے کی کوشش کی اور اکبر کے سپہ سالارون نے انکو پسپا کردیا اور
اکبر خود کالپی ہوکر گیا اور وہان جمنا اُتر کر دریاے گنگا کے داہنے کنارہ الہ آباد
کے قریب مقام کڑا تک آیا - یہان وہ سردار اسکو مل گئے جو جونپور پر قبضہ کیے
ہوے تھے اور پھر یہان سے آگرہ مراجعت کی - اسی سال کے آخر مین ریاست
جودھپور قصبہ مرتا کا محاصرہ ہوا کہ اس زمانہ مین یہ قصبہ بہت بڑی جگہ سمجھا جاتا تھا
اور اجمیر کے آگے شہر جودھپور سے ۶۶ میل جانب شمال و مشرق واقع تھا -
اکبر اُس زمانہ مین اجمیر مین مقیم تھا - وہین سے یہ یلغار بھیجی اور اسکا انجام کو
پہونچانا اپنے سپہ سالارون پر چھوڑ دیا - راجپوت لوگ جو محصور تھے اُنھون نے
بڑی سرگرمی کے ساتھ اپنی حفاظت کی مگر سال آیندہ کے موسم بہار مین اس
شرط پر زیر ہو گئے کہ جو لوگ محصور ہین وہ سب کے سب اپنے اپنے گھوڑے
اور ہتھیار لیکر چلے جائین اور اپنا مال و متاع اور اسباب یہین چھوڑتے جائین -
جس سال مرتا تسخیر ہوا اُسی سال (سنہ ۱۵۶۲ع) مالوہ مین جو سپہ سالار اکبر
کے تھے اُنھون نے پچھم کی طرف بڑھکر دریاے تاپتی کے کنارہ کے دو شہر

بجے گڑھ و برہانپور اور اُسکی عملداری مین بڑھادیے - مگر اس فائدہ سے تگے چلکر ایک اور مصیبت درپیش ہوگئی - ان شہرون سے حاکم مالوہ کے نکالے ہوے افغان فرمانروا سے مل گئے اور ملک کے زمیندارون نے جو مدت سے اُنکی حکومت کے عادی ہو رہے تھے اُنکی مدد سے جی توڑ کر شاہی فوج پر حملہ کیا اس فوج نے کہ ابھی برہانپور کی لوٹ سے مالامال ہو چکی تھی پوری پوری شکست کھائی کچھ عرصہ کے لیے تو مالوہ ہاتھ سے جاتا رہا مگر سال ختم نہونے پایا تھا کہ مغل سپہ سالارون نے کمک منگا کر پھر اُسپر تسلط کر لیا - وہ افغان سردار جو مالوہ کا حاکم تھا کچھ دنون ادھر اُدھر مارا پھرا - آخر اکبر سے رحم کا خواستگار ہوا اور بقول ایک وقایع نگار کے تقدیر کے غصہ سے پناہ لی - اکبر نے یکہزاری منصب پر ممتاز فرمایا اور کچھ عرصہ بعد منصب دو ہزاری پر ترقی بخشی - یہ سردار اپنے نئے بادشاہ ہی کی خدمت مین مرا - ناظرین یہ برابر دیکھتے جائینگے کہ کس طرح اکبر کا اصول ہمیشہ یہی رہا ہے کہ اپنے دشمنون کو عزت عہدہ صلہ دیکر اپنا کر لیتا تھا نہ یہ کہ اُن کو مایوس کر دے - اُسکا مطلب تو یہ تھا کہ اتفاق بڑھے اور یکجہتی پیدا ہو جاوے اسی لیے وہ مغلوب کے ساتھ ہمیشہ رحمدلی کا برتاو کرتا تھا - وہ اُسکی طاقت کو اپنی طاقت سے باہر نہین رہنے دیتا تھا بلکہ اُسے بھی اپنی ہی طاقت مین ملا لیتا تھا -

جو شروع شروع مین اُسکی مخالفت پر کمربستہ ہوتے تھے اُن پر یہ ظاہر کردیتا تھا کہ اُسکے فتح پاجانے پر یا اُسکی اطاعت کر لینے پر کسی طرح ہماری توقیر مین کمی نہ ہوگی بلکہ آگے چل کر اسمین ترقی ہی ہوگی۔ اس اصول پر عمل کرنے کا حال خاص کر کے اُسوقت معلوم ہوگا جب ہم اُن معاملات کا ذکر کرینگے جو اکبر نے راجپوتانہ کے راجاؤن کے ساتھ کیے تھے۔

سلطنت اکبری کے آٹھوین سال کے موسم بہار مین ایک دردناک واقعہ کا ابر آسمان پر چھا گیا۔ ہم اوپر اس محبت اور عزت کا ذکر کرچکے ہین جو اکبر کے دل مین اس خاتون کی طرف سے تھی جس نے بچپن مین اُسے دودھ پلایا تھا اور خردسالی مین برابر اُسکی نگہداشت کی تھی۔ بیرم کا بھی معاملہ بہت کچھ اسی کی صلاح پر عمل ہوکر ظہور مین آیا تھا۔ محل مین اکبر نے اُسکو بہت معقول جگہ دے رکھی تھی اور اُسکے لڑکون کو بھی بیش قرار عہدے ملگئے تھے۔ ان مین سے سب سے بڑے لڑکے کو اُن لوگون کے عروج پر حسد ہوا جن سے وہ اپنے تئین برتر یا ہمسر سمجھتا تھا اور غالبًا اسی کے مزاج کے آدمیون نے اُسکو بھڑکایا بھی کہ اُسنے وزیر اعظم کو عین اس وقت کہ مسند وزارت پر بیٹھا ہوا تھا قتل کرڈالا۔ اور پھر اکبر نے جو مہربانی اُسکے اور اُسکے خاندان والون کے حال پر ہمیشہ مبذول رکھی تھی

اُس پر بھروسہ کرکے حرم سرا کے دروازہ پر آکھڑا ہوا۔ مگر ایسے کام مین اور ایسے
آدمی کے واسطے اکبر رحم کرنا نہ جانتا تھا۔ قاتل کے ٹکڑے اُڑا دیے گئے
اور نعش فصیل پر سے نیچے کی خندق مین پھینک دی گئی جن لوگون نے اُسے
بھڑکایا تھا وہ اس خوف سے کہ مبادا ہماری سازش کا حال کھل جاے جمنا پار
بھاگ گئے۔ مگر پکڑے گئے اور آگرہ واپس بھیجے گئے۔ آخر کار خطا معاف
ہوگئی۔ مجرم کی مان چالیس دن بعد بیٹے اُس کے کی اس حرکت کے غم
مین تمام ہوگئی۔

اس سے پہلے کچھ عرصہ تک پنجاب کے ایک حصہ کی حالت ایسی ہوگئی
تھی کہ اکبر کو کسی قدر تردد لاحق ہوگیا تھا۔ گکرون کی قوم جو ہمیشہ سے مفسد تھی
اور جسنے کبھی دل سے مغل بادشاہون کی اطاعت قبول نہین کی تھی وہ اُن
احکام کی مخالفت پر آمادہ ہوگئی تھی جو اکبر نے ان کے ملک کے متعلق
صادر فرماے تھے۔ یعنے یہ کہ اکبر نے جو حاکم اُنکے ملک کا نامزد کیا تھا اُسکو اپنا
حاکم ماننے سے انکار کیا جاتا تھا۔ گکر پنجاب کے اُس حصہ مین آباد تھے اور
اُنکی نسل اب تک وہین آباد ہے جو حال کے ضلع راولپنڈی کے شمال و مشرق
واقع ہے۔ اکبر نے اپنے احکام کی تعمیل کرانے کے لیے فوج بھیجی اور کچھ

مختصر سی جنگ وجدل کے بعد اس فوج نے سب امن امان کرادیا۔

گکرون کا سردار قید ہوگیا اور ہنوز زیر نگرانی تھا کہ مرگیا۔ اسی طرح اکبر نے وہ شورشین بھی فروکین جو کابل مین برپا ہوگئین تھین اور بہت مستعدی کے ساتھ اُس سازش کا انسداد کیا جو ہمایون کے اس مقرب ابو المعالی نے کی تھی جسکے جھوٹے دعوون کو اکبر کئی دفعہ خاک مین ملا چکا تھا اور جواب حج مکہ سے واپس آکر پھر گھمنڈ مین بھول گیا تھا۔ ایک اور ناراض امیر سے سازکر کے ابو المعالی نارنول کے قریب شاہی فوج کے ایک دستہ پر آن پڑا اور اُسے تباہ کر ڈالا۔ اکبر نے اُسکے پیچھے فوج روانہ کی۔ ابو المعالی ڈر کر کابل بھاگا اور وہان سے بڑی معذرت کے خط اکبر کو لکھے۔ آخر کار سال آیندہ کے شروع ہی مین ابو المعالی بدخشان مین قید ہوا اور گلا گھونٹ کر مار ڈالا گیا۔

سنہ ۶۴ھ۱۵ء کے موسم بہار تک اکبر نے اُن منصوبون کی تکمیل کی غرض سے کوئی کارروائی نہین کی جو اُسنے آلہ آباد کے پورب کی طرف کے ممالک مین مغلیہ حکومت قایم کرنے کے واسطے ٹھہرا رکھے تھے چنانچہ جسکو اس زمانہ مین اس مشرقی عملداری کی کنجی سمجھتے تھے عدلی خاندان کے ایک غلام کے قبضہ مین تھا اس غلام کو جو اکبر کے ایک سپہ سالار نے دھمکایا تو اسنے بادشاہ کو عریضہ لکھا

کہ مین اطاعت کو طیار ہون۹ - اکبر نے اپنے دو سردار قلعہ لینے کو بھیجدیے اور قلعہ انکے حوالہ ہوگیا - چنار پر قبضہ ہوجانے سے ضلع نرسنگھہ پور کی بھی راہ نکل آئی - یہان ایک رانی فرمانروا تھی جو چوراگڑھ کے قلعہ مین دربار کیا کرتی تھی - مغل سپہ سالار اس پر چڑھ کر گیا اور میدان مین شکست دی اور نرسنگھ پورا ور اس ضلع کا کچھ حصہ جو اب ہوشنگ آباد کہلاتا ہے عملداری شاہی مین شامل کرلیا - اُسی سال گرمیون کے موسم مین اکبر شکار کے بہانے وسطی اضلاع کی طرف روانہ ہوا - وہان برسات نے آلیا اور کسی قدر دقت کے ساتھ چڑھی ہوئی ندیون کو عبور کرکے نرور پہونچا کہ یہ شہر اُس زمانہ مین بہت اچھی حالت مین تھا اور بیس میل کے محیط مین آباد ہونے پر ناز کرتا تھا - کچھ دن اس شہر کے قرب وجوار مین شکار کھیلتا رہا پھر مالوہ کی طرف بڑھا اور راو سرنگ پور ہوتا ہوا اس مشہور مقام مانڈو پر پہونچا جو مئو سے ۲۶ - میل جانب جنوب و مغرب واقع ہے -

مانڈو کا حاکم اکبر ہی کا مقرر کیا ہوا ایک اوزبک امیر تھا - وہ جانتا تھا کہ اسباب ایسے ہوگئے ہین کہ بادشاہ مجھسے ناراض ہے - بادشاہ نے اس سے خاطر جمع رکھنے کو کہلا بھی بھیجا تھا مگر اُسنے اعتبار نہ کیا اور جب اکبر قریب آن پہونچا تو شہر

چھوڑ دیا اور اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لیکر میدان مین آگیا - اکبر نے فوج بھیجی اور وہ گجرات کی آخری حد تک اُسے کھدیڑ گئی اور اُسکے گھوڑے ہاتھی اور بیگمات سب چھین لین -

اکبر کی مانڈو مین بڑی آؤ بھگت ہوئی - قرب و جوار کے اضلاع کے زمینداروں نے جوق جوق آکر نذرین پیش کین اور وہان سے کسی قدر فاصلہ پر جو مقام خاندیس ہے وہان کے بادشاہ نے خیر مقدم کرنے کو سفارت بھیجی - اکبر سفیر کے ساتھ باعزاز و اکرام پیش آیا - اس وجہ سے کہ اس زمانہ کے دستور کی ایک خاص بات اس سے ظاہر ہوتی ہے یہ واقعہ بھی لکھنے کے قابل ہے کہ جب اکبر نے سفیر کی رخصت کا دربار منعقد فرمایا تو اُسکے مالک کے نام ایک فرمان بھی لکھکر دیا کہ اپنی ایک بیٹی کو جسے بادشاہ کے قابل سمجھتے ہو مانڈو مین پہونچا دو - مورخ نے یہ بھی لکھا ہے کہ جب مبارک شاہ فرمانروائے خاندیس کو یہ پیام محبت فرجام پہونچا تو وہ بہت محظوظ ہوا اور اپنی بیٹی کو مناسب حال حشم خدم و ساز و سامان جہیز دیکر حضور مین پہونچا دیا اور اسکو انتہا سے عنایت سمجھا کہ ایسا کرنے کی اجازت نصیب ہوئی - تھوڑے دنون مانڈو رہکر اکبر اجین سارنگ پور سیپری نرور گوالیار ہوتا ہوا آگرہ واپس آگیا اُس سال جاڑون کے موسم مین اپنے

وقت کا بہت سا حصہ اضلاع گوالیار مین شکار کھیلنے مین صرف کیا۔

بہت کم مغربی سیاح ایسے ہونگے جو ہندوستان گئے ہون اور اُس سنگ سرخ کے قلعہ کو عبرت کی نظر سے نہ دیکھا ہو جو آگرہ کی قابل دید عمارتون مین سے ہے۔ اکبر کی تخت نشینی کے وقت آگرہ مین محض اینٹون کا کوٹ بنا ہوا تھا جو بالکل بدنما تھا اور پرانا ہوکر جابجا سے ٹوٹ پھوٹ گیا تھا۔ اکبر کا کچھ عرصہ سے ارادہ تھا کہ اس کھنڈر پر ایسا قلعہ تعمیر کرے جو ایک سلطنت کے فرمانروا کے قابل ہو۔ ۱۵۶۵ء مین موسم بہار کے نکلتے نکلتے اُسنے نقشہ تجویز کر لیا اور ضروری احکام صادر فرمائے۔ یہ کام قاسم خان کی زیر نگرانی شروع ہوا کہ یہ ایک بڑا معزز افسر تھا اور اکبر نے اُسے سہ ہزاری منصب پر ممتاز فرمایا تھا۔ آٹھ برس کی لگاتار محنت مین قلعہ بنکر طیار ہوا اور پینتیس لاکھ روپیہ تعمیر مین صرف ہوا۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے یہ قلعہ سنگ سرخ کا بنا ہے اور یہ پتھر اُن لوہون کے حلقون سے باہم ملائے اور جکڑے ہوئے ہین جو انہین سوراخ کر کے پہنائے گئے ہین اور اسکی بنیاد ہر طرف پانی تک پہونچ جاتی ہے۔

یہ سال ختم نہونے پایا تھا کہ اکبر کو ناگہانی مصیبت مین بہت جلد فیصلہ کرنے اور کام پر مستعد ہو جانے کی قابلیت کے اظہار کا موقع ملا۔ ہم اوپر

ذکر کر چکے ہین کہ جب وہ مانڈو گیا تھا تو شہر مندکور کا حاکم جو قوم اُذبک سے تھا
ڈر کر باغی ہوگیا اور اکبر نے اُسکا تعاقب کرایا اور سزا کو پہونچایا۔ اُس باغی کے
ساتھ یہ برتاو کچھ زیادہ سختی کا نہ تھا۔ تاہم دربار مین اور فوج مین جو اذبک امیر تھے
ان کو یہ خیال پیدا ہوگیا کہ بادشاہ کو ہماری قوم سے نفرت ہے۔ تین چار نے
مل کر یہ صلاح کی کہ بادشاہ کو سبق دینا ضروری ہے۔ اسی سال خزان کے
موسم مین جونپور مین بغاوت ہوئی۔ وہان کے حاکم کو اذبک لوگون نے
اپنی طرف ملا لیا تھا۔ اکبر نرور مین ہاتھیون کا شکار کھیل رہا تھا کہ یہ خبر پہونچی۔
فوراً اپنے سب سے ہوشیار سپہ سالار کو روانہ کیا کہ جو کچھ فوج موجود
ہے اسے لیکر ہمارے وفادار افسرون کی مدد کو پہونچو۔ پیچھے سے ہم اور
فوج جمع کر کے بھیجدینگے۔ تقریباً دس دن بعد خود روانہ ہوا اور قنوج پہونچا
یہان باغیون کے ایک سرغنہ نے اطاعت قبول کرلی۔ دریا برسات کی وجہ
سے چڑھا ہوا تھا دس دن تک اسکی طغیانی کم ہونے کے انتظار مین ٹھہرا رہا
پھر یہ خبر ملی کہ جو سردار بغاوت کا بانی مبانی تھا وہ لکھنؤ گیا ہے فوراً مختصر مگر چنی ہوئی
فوج لیکر اُسطرف بڑھا اور چوبیس گھنٹہ یک لخت سفر کر کے دوسرے ہی دن
صبح کے وقت اسقدر قریب آن پہونچا کہ شہر نظر آنے لگا۔ جب آگے بڑھا تو

باغی ایسے سرپٹ بھاگے کہ بادشاہ اور ہمراہیون کے گھوڑے جو اتنی بڑی منزل مار کر آئے تھے اور بالکل خستہ ہو رہے تھے اُن کا پیچھا نہ کر سکے باغیون کے سردار نے تیزی کے ساتھ جونپور کو مراجعت کی اور لپنے ساتھیون کو لیکر نکلا اور زہن کے معبر پر کہ چھپرلے کے مغرب وشمال و مغرب کے گوشہ مین چالیس میل کے فاصلہ پر واقع ہے دریاے گھاگرا عبور کرکے وہین لشکر ڈالے پڑا رہا۔ وہان سے ان لوگون نے بنگال کو آدمی بھیجے اور وہان کے بادشاہ سے مدد مانگی۔

اسی عرصہ مین ایک شاہی فوج جسکا سپہ سالار یہ چاہتا تھا کہ بغیر خونریزی کے یہ جھگڑا رفع ہو جاے ان لوگون کے سامنے پہونچ گئی۔ اُدھر ایک اور فوج جسکا سپہ سالار بڑا اگرڑے دل اور جری آدمی تھا راجپوتانہ سے اس طرف کو بڑھتی چلی آتی تھی۔ جو معاملہ کی بات چیت صلح کل سپہ سالار نے شروع کی تھی وہ طے ہو چلنے ہی کو تھی کہ بگرڑے دل سپہ سالار پہونچ گیا اور یہ ظاہر کرکے کہ یہ معاملہ سراسر دغا کا ہے لڑائی پر اصرار کیا۔ جو لڑائی ہوئی اُسمین شاہی فوج شکست یاب ہوئی اور بھاگ کر دوسرے دن پھر شیر گڑھ مین جمع ہوئی۔

اس جنگ کے ہونے سے پہلے اکبر باغیون کی طرف سے جو صلح

کی بات چیت آئی تھی اُسکو منظور کرچکا تھا - اور یہ سنکر بھی کہ باغیون کو ہماری فوج
پر فتح نصیب ہوئی ہے وہ اپنے ارادہ سے نہ ڈگمگایا - اور یہی کہا کہ "اُن کے
قصور معاف ہوچکے ہین" اور اپنے امیرون کو لکھ بھیجا کہ دربار واپس چلے آؤ
پھر خود چنار کی طرف روانہ ہوا کہ قلعہ کے استحکام کی غرض سے کام بھی لگاوے
مرزاپور کے جنگلون مین ہاتھیون کا شکار بھی کھیلے اور جن باغیون کو صلح
ہونے کی حالت مین معافی دے چکا ہے اُنکی حرکات کا بھی نگران رہے
آزمودہ را آزمودن کی کیا ضرورت تھی - باغی سردار اپنی کامیابی سے پھول کر
از سر نو بغاوت پر مستعد ہوگئے تھے - مگر اکبر نے اپنی فوجین کچھ ایسی ہوشیاری
سے تعینات کین کہ اُنھون نے مجبور ہوکر اطاعت کرلی اور پھر عواطف خسروانہ
سے سرافراز ہوئے - اسی سال مین شاہی سپہ سالارون نے بہار مین
قلعہ رہتاس تسخیر کرلیا اور بادشاہ اڑیسہ کے پاس جو سفیر گیا تھا وہ بہت سے بیش بہا
تحائف لیکر واپس آیا -

۱۵۶۶ء کے موسم بہار مین بادشاہ پھر آگرہ پہونچ گیا - اس ملک
کے مورخ لکھتے ہین کہ اس زمانہ امن وامان مین بادشاہ کی بڑی خوشی یہ تھی
کہ شام کا وقت چوگان بازی مین صرف ہوتا تھا - یہ چوگان وہی کھیل ہے جو آجکل

پولو کہلاتا ہے اور ہندوستان ہی سے یورپ مین پہونچا ہے - اکبر دن مین تو اسی طرح کھیلتا تھا جس طرح آجکل ساری دنیا مین کھیلا جاتا ہے مگر ہندوستان مین جو اندھیری راتین بہت جلدی سے دن کے اُجالے پر غالب آجاتی ہین اسلیے اُسنے رات کے کھیلنے کا بھی ایک طریقہ ایجاد کیا تھا - پلاس کی گیندین بنوائی تھین اور اُنکو روشن کرلیا کرتا تھا - یہ لکڑی بہت ہلکی ہوتی ہے اور دیر تک جلتی رہتی ہے - چوگان بازی مین اُسکا نام تھا کہ بہت تیز دست کھیلنے والا ہے -

اکبر لاہور اور کابل مین بغاوت ہوجانے کی خبرین سنکر [illegible] کابل کی طرف سے ہوشیار رہا - آخر سال مین بڑی عجلت کے ساتھ ستلج کی جانب بڑھا - دس دن مین دہلی پہونچا - وہان سے سرہند روانہ ہوا - اور وہان سے خوشی خوشی لاہور آیا - یہان پہونچکر اپنے سپہ سالارون کو روانہ کیا کہ باغیون کو اٹک پار بھگا دین وہ لوگ اس حکم کی تعمیل کرکے واپس آگئے - کابل کی شورش بھی اسی عرصہ مین فرو ہوگئی - مگر ادھر سے فرصت ہوئی تو اس طرف بادشاہ کے شمال و مغرب مین اسقدر فاصلے پر چلے آنے کی بدولت جونپور مین بغاوت ہوگئی - صاف ظاہر ہے کہ اس وقت تک کہ ۱۵۶۶ء کا خاتمہ تھا اکبر ہندوستان

مین مستقل حکومت قائم کرنے کے مسئلہ پر پوری کامیابی کے ساتھ حادی نہ ہو چکا
تھا۔ جنگ پانی پت سے شماہ پیچھے تو اُسکی سلطنت کا گیا رھوان سال ختم ہو رہا
تھا اور اب تک اُسنے یہان کی زمین مین جڑ اسقدر کم پکڑی تھی کہ اگر کوئی ناگہانی حادثہ
ہو جاتا تو یقیناً سلطنت کا فیصلہ پھر شمشیر ہی سے ہوتا۔ شروع ۱۵۶۷ء تک وہ
برابر لاہور مین سیر و شکار مین مصروف رہا۔ یہ خبر ملتے ہی ہوشیار ہوا کہ ازبک
سردار جنکو معافی دے چکا تھا اُسکی غیرحاضری کا موقع پاکر پھر باغی ہو گئے۔
چنانچہ ۲۲۔ مارچ کو لاہور چھوڑا اور آگرہ کو مراجعت کی۔ تھانیسر صوبہ سرہند مین
پہونچکر اُسے ہندو فقیرون کے دو فرقون یعنے جوگیون اور سنیاسیون کی لڑائی
مین بڑا لطف آیا کہ یہ اس سونے اور جواہرات اور ریشمی کپڑون کے چڑھاوے
کے لینے کے واسطے لڑتے تھے جو خوش اعتقاد جاترون نے یہان کے مندر
مین لاکر چڑھایا تھا۔ دہلی مین بادشاہ کو اپنی سلطنت کی بے ثباتی کی ایک اور علامت
دکھینی تھی۔ یہ معلوم ہوا کہ ایک شاہی قیدی باوجود حاکم دہلی کی نگہداری کے نکل بھاگا
اور حاکم مذکور نے عتاب شاہی کے خوف سے شہر چھوڑ دیا اور بغاوت پر کمربستہ ہو گیا
آگرہ پہونچکر بھی کچھ اطمینان دینے والی خبرین سننے مین نہین آئین۔ قنوج
کے پاس کا ملک بغاوت کی حالت مین تھا اور اکبر خوب جانتا تھا کہ اُسکے بہت سے

سردار بھروسے کے قابل نہین ہین - اس نازک وقت مین وہ بھوجپور ضلع رائے بریلی گیا اور وہان سے رائے بریلی آیا - یہان آکر یہ سنا کہ باغی کالپی کی طرف بڑھنے کی نیت سے گنگا اُترے ہین - بارش سخت ہوئی تھی - ندی نالے چڑھے ہوے تھے - اکبر کو تو اپنے کام کی دھن بندھی تھی اپنی بڑی فوج تو کڑا روانہ کی اور خود تھوڑی سی چیدہ فوج لیکر بعجلت تمام مانکپور روانہ ہوا کہ یہ مقام الہ آباد اور پرتاب گڑھ کے بیچون بیچ مین واقع ہے - یہان ہاتھی پر سوار ہوکر دریا اُترا اور بڑی تیزی کے ساتھ آگے بڑھکر باغیون کو موضع مانکپور مین جالیا اور شکست فاش دی - اس بغاوت کے بڑے بڑے سرغنہ لڑائی مین یا اُسکے بعد مارے گئے - میدان جنگ سے اکبر الہ آباد کی طرف روانہ ہوا کہ اس زمانہ مین یہ مقام اپنے قدیم نام پراگ سے مشہور تھا پھر بنارس اور جونپور مین جاکر ملک مین تسلط بٹھایا اور پھر اگرہ واپس گیا -

اب جو اپنی مشرقی عملداری کو محفوظ پایا تو اکبر راجپوتانہ کی طرف متوجہ ہوا - مغربی ہندوستان کے اس بڑے حصہ ملک مین سب سے قدیم فرمانروا اودے سنگھ رانائے میواڑ تھا - اُسکا مزاج ایسا تھا کہ کمزوری اور انتہا درجہ کی ضد اُسمین پائی جاتی تھی - اُسکا بڑا مامن چتور کا وہ مشہور قلعہ تھا جسکو علاءالدین خلجی نے البتہ ایک مرتبہ فتح کیا تھا - مگر اب پھر یہی شہرت تھی کہ یہ قلعہ ناممکن التسخیر ہے - یہ قلعہ بناس ندی

فوج سے گرمجوشی کے ساتھ مقابل ہونے پر آمادہ ہوے - اس مقام اور لشکرگاہ
کے درمیان مین اتنا ہی فاصلہ تھا جتنے فاصلہ پر کوا اڑا کرتا ہے مگر صرف
دریا بیچ مین حایل تھا -

مشعلون کی روشنی مین اکبر نے آسانی سے راجپوتون کے سینا پت کو
پہچان لیا اور یہ سمجھکر کہ وہ ٹھیک فاصلہ پر آگیا ہے نشانہ لگایا اور وہ جہان کا تہان
ٹھنڈا ہوگیا - اس موقع کے نشانہ نے جو ایسے وقت مین پڑا کہ دشمن ایک
دوسرے کی طرف بڑھ رہے تھے راجپوتون کو ایسا بیدل کر دیا کہ اس نازک وقت
مین اُنھون نے حملہ کو بہت ہی معمولی طور سے روکا - پیچھے سے وہ سنبھلے بھی مگر
دیر بہت ہو چکی تھی - بہتیری کوشش کی مگر جو بات ہاتھ سے جا چکی تھی وہ پھر نہ ہاتھ
آئی - دن نکلتے نکلتے قلعہ اکبر کے قبضہ مین آگیا - اس فتح کے شکرانہ مین اکبر
نے اس منت کو پورا کیا جو اُسنے محاصرہ شروع کرنے سے پہلے مانی تھی اور
پا پیادہ معین الدین چشتی سیستانی کے روضہ کی زیارت کے واسطے گیا -
ممدوح ہندوستان کے سب سے پہلے مسلمان فقیر تھے اور روضہ مبارک
اجمیر کی پہاڑی کے اوپر بنا ہوا تھا - اب تک اکبر اپنی ابتدائے تربیت کے
اثر سے آزاد نہین ہوا تھا - دس دن تک اجمیر رہا - وہان سے میوات ہوتا ہوا

آگرہ واپس آیا۔

اکبر نے بہار اور برسات آگرہ مین کاٹی۔ پھر جے پور کے مستحکم قلعہ رنتھنبور کے فتح کرنے پر مایل ہوا۔ مگر جو فوج اس مہم کے لیے مقرر کی تھی وہ ابھی راستہ ہی مین تھی کہ گجرات مین ہنگامہ ہونے اور اس طرف سے وسط ہندوستان پر حملہ ہونے کی خبر معلوم ہوئی اور اکبر کو اپنی فوج اس خطرہ کا مقابلہ کرنے کے لیے واپس بلا لینی پڑی۔ تب اُسنے یہ فیصلہ کیا کہ بذات خاص ایک اور فوج لیکر یلغار کرے۔ چنانچہ سال آیندہ کے شروع مین ایسا ہی کیا۔ قلعہ کو تسخیر کرکے اُلٹے پانون آگرہ واپس آیا۔ راستہ مین خواجہ صاحب کے روضہ کی زیارت کے واسطے ایک ہفتہ البتہ ٹھہر گیا۔

اسی سال اکبر نے فتح پور سیکری کی بنیاد ڈالی کہ جسکی شاندار خرابی آج تک سیاحون کو حیرت مین ڈال دیتی ہین۔ مصنف طبقات نے اسکا قصہ یون لکھا ہے کہ اکبر کے دو لڑکے توام پیدا ہوے تھے اور دونون مین سے ایک بھی زندہ نہ رہا۔ شیخ سلیم چشتی نے کہ سیکری مین (جو آگرہ سے ۲۳ میل جانب جنوب و مغرب واقع ہے) اقامت گزین تھے اس سے یہ وعدہ کیا تھا کہ ایک لڑکا پیدا ہوگا اور تمھارے بعد تک زندہ رہے گا۔ اس وعدہ کے پورا ہونے کی امید مین اکبر رنتھنبور سے واپس آکر کئی مرتبہ شیخ کی زیارت کو گیا اور ہر دفعہ دس بیس دن

قیام ہی کیا - بالآخر ایک بلند مقام پر ایک محل تعمیر کرایا اور شیخ نے اُس محل شاہی کے پاس ایک نئی خانقاہ اور نفیس مسجد طیار کرانی شروع کی - امراے دربار کو بھی تقلید کا جوش ہوا اور اپنے اپنے لیے مکان بنوانے شروع کر دیے -

ابھی محل طیار ہی ہو رہا تھا کہ اکبر کی ایک بیوی حاملہ ہوئی اور وہ اسی شیخ کے مسکن پر لے گیا - جب آگے چلکر گجرات فتح کیا تو اس مبارک شہر کے نام کے پہلے فتحپور اور اضافہ کیا - تب سے تاریخ مین اس مقام کا نام فتحپور سیکری ہی مذکور رہے اسی سال کے آخر مین شیخ کے مسکن پر کہ بیوی کو پہلے سے سیکری مین بھیج رکھا تھا وہ لڑکا پیدا ہوا جو تاریخ مین جہانگیر بادشاہ کے نام سے مشہور ہے اگرچہ نام اُسکا شیخ کے نام پر سلیم ہی رکھا گیا تھا - اسکی ماں جودھپور کی رانی قوم راجپوت سے تھی - اس واقعہ کی یادگار مین اکبر نے فتحپور سیکری کو مستقل شاہی قیام گاہ بنا دیا پتھر کی فصیل چارون طرف گھروادی اور چند اور عمدہ عمدہ عمارتین تعمیر کرائین - پھر اکبر بار ثانی اجمیر کی پہاڑی پر خواجہ صاحب کے روضہ کی زیارت کو پاپیادہ گیا اور وہان آستانہ بوس ہو کر دہلی روانہ ہوا -

سال آیندہ کے شروع ہی مین اکبر راجپوتانہ کیطرف روانہ ہوا اور ریاست جودھپور مین بمقام ناگور مقام کیا - یہان اس راج کے راجہ کے بیٹے نے اطاعت قبول کی

اس زمانہ مین یہی راج راجپوتانہ مین سب سے زیادہ طاقت ور تھا - پھر بیکانیر کے
راجہ اور اُسکے بیٹے نے بھی یہین آکر اطاعت قبول کی - اور اکبر نے بغرض اظہار اعتماد
وفاداری راجہ بیکانیر کی لڑکی سے شادی بھی کرلی - کچھ دنون ناگور مین گورخر کا
شکار کھیلتا رہا کہ اُس زمانہ مین وہان بکثرت ہوتے تھے - پھر پنجاب کی طرف
دیپال پور کو روانہ ہوا - پنجاب کے معاملات طے کرکے اس ارادہ سے فتحپور سیکری
آیا کہ آیندہ سال تسخیر گجرات مین صرف کیا جائے -

اکبر کے زمانہ مین مغربی ہندوستان کے صوبۂ گجرات مین اضلاع سورت
بروچ کیرا احمد آباد بھی شامل تھے - اور اب جو ملک بڑودہ کہلاتا ہے اُسکا بہت بڑا
حصہ اور وہ سب ممالک جو اب ریوا کانتھ اور ماہی کانتھ ہو گئے ہین اور نیز مہاس
و پالن پور اور رادھن پور و ملبسنا و کھبات و کھاندیہ و جزیرہ نماے کاٹھیا وار سب
اسی صوبہ مین شامل تھے - اس تکمیل مملکت مین عرصہ سے کوئی حقدار مالک تھا
ضلع ضلع الگ ہو رہا تھا اور ہر ایک مین ایک مسلمان سردار جو رعایا کی زیادہ
تعداد سے بیگانہ ہوتا تھا فرمانروائی کرتا تھا - سارے ملک مین برابر خانہ جنگیان
ہوتی رہتی تھین اور سردار لوگ اپنے واسطے اعلیٰ رتبہ حاصل کرنیکی کوشش مین
کسان بیچارون کو پیسے ڈالتے تھے - کبھی کبھی کسی قریب کے صوبہ کی کمزوری کی

خبر سنکر سردار جوش مین آجاتے اور متفق ہوکر عارضی یورشین کرتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا
کہ گجرات بدعملی کا مرکز ہو رہا تھا۔ رعایا پر ظلم ہو رہا تھا اور چھوٹے چھوٹے ظالم
فرمانروا جو اُن پر حکومت کرتے تھے وہ دوسرون کو تباہ کرکے اپنا بھلا کرنیکی فکر
مین رہتے تھے۔ اکبر عرصہ سے اس بدعملی کے نتائج کو سمجھ رہا تھا اور اب اُسنے
مصمم ارادہ کرلیا تھا کہ اس حالت کا خاتمہ کردے۔

گجرات کی یلغار اکبر کی سلطنت کی سب سے زیادہ مشہور جنگی مہم ہے۔ وہ اس
بات پر تلا ہوا تھا کہ اسکی ترتیب دینے مین یا تکمیل کو پہونچانے مین کوئی غلطی نہ
ہونے پائے۔ جب سے ہندوستان کا فرمانروا ہوا یہ پہلا مرتبہ تھا کہ اُسکو اپنے
امرا و وابستگان کے طرز عمل سے اس بات کا پورا اطمینان ہوگیا تھا کہ اندازاً جو
عرصہ اس مہم کے سرانجام مین لگے گا اُسمین انکا کام ٹھیک ٹھیک ہوگا۔ ستمبر
۱۵۷۲ء مین اپنی فوج لیکر فتحپور سیکری سے روانہ ہوا اور سنگانیر (جے پور سے
بیس میل جانب جنوب) ہوتا ہوا وسط اکتوبر مین اجمیر پہونچا۔ دو دن وہان
روضہ کی زیارت کی غرض سے قیام کیا۔ پھر دس ہزار سوار بطور ہراول آگے
بھیجدیے کہ راستہ کا حال معلوم کرین اور باقی فوج لیکر پیچھے سے خود بھی بڑھا
اور ناگور آیا کہ یہ مقام جودھپور سے پچھتر میل جانب شمال و مشرق واقع ہے

ناگور پہونچا تو ہرکارہ اس شہزادہ کی ولادت کی خبر لایا جو بعد مین شہزادہ دانیال کے نام سے موسوم ہوا ہے چودہ دن تک تو اکبر اپنی فوج کے واسطے رسد کا انتظام کرتا رہا پھر آگے بڑھا اور ماہ نومبر مین دریاے سرستی کے کنارہ مقام پٹن پر پہونچا اور اگلے مہینہ کے شروع مین احمد آباد پہونچ گیا۔ ان دونون مقامون کے درمیان کے سفر کی حالت مین اس سردار نے اطاعت کر لی جو گجرات کا حاکم اعلی ہونے کا دعویدار تھا مگر حکومت محض براے نام رکھتا تھا۔ احمد آباد مین جو اُس زمانہ مین گجرات کا اول نمبر کا شہر تھا اکبر کا ڈنکا مغربی ہندوستان کے بادشاہ کے نام سے بجا۔

مگر ابھی بہت سے چھوٹے چھوٹے والیان ملک سے بھگتنا باقی تھا کیونکہ کوئی بھی اپنے اختیارات کو چھوڑنا نہ چاہتا تھا۔ بروچ بڑودہ و سورت کے فرمانروا بھی ان ہی لوگون مین سے تھے۔ احمد آباد مین امن و امان قائم کرنیکے بعد ہی بادشاہ کھمبات روانہ ہوا اور پانچ دن مین وہان جا پہونچا۔ مورخ لکھتے ہین کہ یہان پہونچکر اکبر نے پہلی مرتبہ سمندر دیکھا۔ تقریباً ہفتہ بھر یہان ٹھہرا رہا۔ پھر دو دن مین بڑودہ پہونچا یہان آکر ملک کے انتظام کا ڈھنگ ڈالا اور احمد آباد کو دار السلطنت قرار دیکر آگرہ سے جو سردار ساتھ گئے تھے اُنمین سے ایک کو حاکم مقرر کیا اور یہین سے

بروچ و سورت پر تسلط کرنے کے لیے فوج بھی بھیجی - خبر یہ ملی کہ بروچ مین جو شخص مغلون کا بڑا طرفدار تھا والی بروچ اسے قتل کر کے ملک کے اندرونی حصہ مین آیا ہے اور بڑودہ سے پندرہ میل کے فاصلہ پر گزر رہا ہے - جو کچھ رہی سہی فوج موجود تھی اُسے لیکر اکبر فوراً اُسکے پیچھے جھپٹا اور دوسری ہی شب کو اسقدر قریب پہونچگیا کہ اُسکا لشکر جو سرسا مین ایک چھوٹی سی ندی کے دوسرے کنارہ پر پڑا ہوا تھا نظر آنے لگا -

اکبر کے ساتھ اُسوقت صرف چالیس سوار تھے اور چونکہ دریا پایاب تھا اُسنے یہ کوشش کی کہ جب تک دن نہ آجائے میرے آدمی چھپے رہین - ساٹھ جوان رات کے وقت پہونچے اور اب جو اکبر کی فوج کی تعداد سو ہو گئی تو اکبر اپنی فوج سے دس گنی فوج پر حملہ کرنے کے لیے دریا اُترا - باغی سردار نے بجاے اسکے کہ شہر مین حملہ کا انتظار کرے کھلے میدان کا رخ کیا تاکہ اپنی کثیر التعداد فوج سے اچھی طرح کام لے سکے - اکبر نے دھاوا کر کے شہر لے لیا اور پھر وہان سے تعاقب مین بڑھا مگر ان اطراف مین تنگ تنگ سڑکین بہت کثرت سے تھین اور اُنکے دونون طرف ناگ پھنی کی جھاڑیان لگی ہوئی تھین - اکبر کے سوار ہٹ کر ایسی جگہ آگئے تھے کہ صرف تین سوار ایک ساتھ مقابل ہوسکتے تھے

کیونکہ جھاڑیون کے دونون طرف غنیم تھے۔ بادشاہ اپنے سوارون کے آگے آگے تھا اور راجہ بھگوانداس جانباز راجپوت جسکی بہن سے اکبر نے شادی کرلی تھی اور اُسکا ہونہار ولیعہد بھتیجا مان سنگھ جو اس زمانہ مین سب سے بڑھا ہوا سورما تھا دونون بادشاہ کے ساتھ تھے۔ یہ تینون کے تینون بڑے سخت خطرہ مین تھے کیونکہ غنیم بہت زور شور سے ان پر حملہ کرنے کی کوشش مین لگے ہوئے تھے۔ مگر وہی ہاتھی جنگھاڑ کی جھاڑیان جو اب تک انکی ترتیب مین سدراہ تھین اب ایسی پناہ کا کام دینے لگین کہ غنیم کو عبور کرنا محال ہوگیا۔ بھگوانداس نے فریق مخالف کے ایک بڑے سرآوردہ افسر کا اپنی برچھی سے کام تمام کردیا اور اسکے بھتیجے اور اکبر نے دوکا اور فیصلہ کردیا۔ غنیم کے لشکر مین ایک لمحے کے لئے ابتری رہی اس سے یہ موقع مل گیا کہ تینون نے آگے بڑھ کر حملہ کیا۔ اکبر کے جانبازون کی مایوسی کے وقت کی دلیری کو اپنے بادشاہ کو خطرہ کی حالت مین دیکھکر اور بھی ترقی ہوئی اور غنیم کو بھاگتے ہی بن آئی۔ باغی سردار کے لشکر والون کو جو یہ معلوم ہوگیا کہ ہار ہماری ہی ہونی ہے تو اکبر کے سپاہیون کی سی مستعدی اور مستقل مزاجی باقی نہ رہی۔ جسنے جب موقع پایا بھاگ نکلا۔ اور باغی سردار لشکریون کے اسطرح چھوڑکر چلے جانے پر خود بھی جس طرح بن پڑا بھاگ کھڑا ہوا اور احمد آباد دو دلیسہ ہوتا ہوا

راجپوتانہ مین سروہی کو چلا گیا۔

اسی عرصہ مین بروچ بھی زیر ہوگیا تھا اور اب محض سورت باقی تھا۔ اس شہر پر جو اکبر کے بیٹے اور پوتے کے وقت مین انگریزی تاجر پیشہ لوگون مین بہت زیادہ مشہور رہا ہے اکبر اس مہم سے واپسی کے بعد جسکا ابھی ذکر ہوا ہے بذات خاص یلغار لیکر گیا۔ شگاف ڈالنے کا جو معاملہ اس زمانہ مین رائج تھا اُسکے لیے تو سورت بہت زیادہ مضبوط تھا۔ مگر بادشاہ نے محاصرہ تنگ کیا اور ایک مہینہ سترہ دن صبر کرنے کے بعد محصور قلعہ والون نے عاجز آکر اطاعت کرلی۔ اکبر صوبہ گجرات کے معاملات کو روبراہ کرنے کی غرض سے عرصہ تک یہان ٹھہرا رہا اور پھر مراجعت کی۔ اس مہم مین تقریباً نو مہینے باہر رہکر ۳ جون ۱۵۷۳ء کو آگرہ واپس آگیا۔

جبکہ اکبر سورت کا محاصرہ کیے ہوئے پڑا تھا وہ باغی سردار جو سرسا مین شکست کھا کر سروہی بھاگ گیا تھا اب پھر شرارت کرنے کو ہاتھ پانون مار رہا تھا ایک اور طاقتور سردار اسکے ساتھ ہوگیا تو یہ پاٹن کی طرف بڑھا اور وہان بادشاہی فوج سے مقابلہ ہوا۔ اس فوج کو تو اسنے سرمیدان شکست دے ہی دی تھی مگر اسکی اپنی فوج جو لوٹ پر جھک پڑی تو مغلیہ فوج پھر سنبھل گئی اور غنیم کے

قلب مین داخل ہوکر شکست کو فتح سے بدل دیا - اکبر ہنوز سورت کے سامنے پڑا ہوا تھا کہ اس کارگزاری کی خبر ملی - باغی سرداراب تک اسی پر تلا ہوا تھا کہ جو شرارت اُسکے امکان مین ہو اس سے باز نہ رہے - چنانچہ راجپوتانہ ہوکر پنجاب پہونچا - راستہ مین دو تین جگہ شکست بھی اٹھائی - مگر اپنی جان ہر دفعہ سلامت نکال لے گیا اور راستہ مین پانی پت سون پت اور کرنال کو لوٹا - پنجاب مین دو تین بادشاہی فوج سے مقابلہ ہوا شکست کھائی - اور کچھ اور دردناک مصیبتین جھیلنے کے بعد ملتان کے قریب کچھ ماہی گیرون کے ہاتھ سے زخمی ہوا اور اُسی زخم کی وجہ سے وفات پائی - یہ خوب حسن کم جہان پاک ہوا کہ آدمی منچلا تھا - یہان یہ ذکر بھی مناسب ہوگا کہ مغلون کی فوج نے اسی سال جالندھر دوآب کے قلعہ کانگڑہ کے لینے کی بھی کوشش کی مگر ناکامی ہوئی - فوج مذکور نے محاصرہ کر کے اہل قلعہ کو عاجزی کی نوبت کو پہونچا یا ہی تھا کہ اس منچلے سردار کے حملہ کی وجہ سے یہان سے الگ ہونا پڑا جسکے ملتان مین وفات پانے کا ذکر ابھی اوپر لکھا ہے - اکبر کے بیٹے کی سلطنت ہونے سے پہلے کانگڑہ مغلون سے زیر نہ ہوا -

اکبر نے گجرات چھوڑا تھا تو اس خیال سے کہ اس ملک مین پورا تسلط بیٹھ گیا ہے اور مین نے جو جو کام کیے ہین اُن سے رعایا کو مجھپر بھروسہ اور میرے ساتھ

انس ہوگیا ہے۔ مگر اُسنے اس بات پر کافی توجہ نہین کی تھی کہ جو لوگ ایک دفعہ برسر حکومت رہ چکے ہون اُنکے دلون مین حکومت کی محبت کس درجہ راسخ ہو جاتی ہے۔ ابھی اُسے آگرہ آئے ہوئے کچھ زیادہ عرصہ نہین ہوا تھا کہ اس ملک کے بے دخل شدہ رئیسون نے فوجین جمع کرنی شروع کردین اور ملک مین ابتری ڈالنے لگے۔ اس فساد کے غنچہ کو شگفتہ ہونے سے پہلے ہی توڑ پھینکنے کی نیت سے اکبر نے مغربی ہند پر دوسری یلغار کرنے کی طیاری کی اور اپنی فوج کو آگے بھیجدیا اور ستمبر کے مہینہ مین ایک دن اتوار کو صبح کے وقت ایک باد رفتار سانڈنی پر سوار ہوکر خود بھی اُس مین شامل ہونے کی غرض سے روانہ ہوا۔ ستر میل تک دم نہ لیا اور ٹونڈہ پہونچا کہ یہ مقام جے پور اور اجمیر کے قریب قریب بیچون بیچ مین واقع ہے۔ تیسرے دن صبح کو اجمیر پہونچا۔ اور حسب دستور روضہ مبارک کی زیارت کرکے شام کے وقت گھوڑے پر سوار ہوکر پھر چلا اور دیسہ کے راستہ مین پالی پر اپنی فوج مین داخل ہوگیا۔ پاٹن کے پاس کچھ فوج اور مل گئی کہ یہ اُسکے اُن فوجی افسرون نے جمع کی تھی جو بادشاہ کے انتظار مین آگے نہین بڑھے تھے اور یہین ٹھہرے ہوے تھے۔

باغی سرداروں نے جو فوج بھرتی کی تھی اُسکے مقابلہ مین اکبر کی فوج کی

تعداد کم تھی مگر جتنے آدمی تھے وہ اُسکی فوج کی جان تھے - اور اس سرعت کے
ساتھ سفر کرنے سے اور بھی اُسکا کام بن گیا تھا - باغیون کو ابھی یہ خبر بھی نہین
پہونچی تھی کہ وہ آگرہ سے روانہ ہوا ہے کہ وہ اُنکے پاس پہونچ گیا - یہ لوگ ابھی
احمد آباد مین اپنے خیمون مین سو رہے تھے کہ اکبر جسنے نو دن مین آگرہ سے یہانتک
کا سفر طے کیا تھا ان کے سر پر آن پہونچا -

یہ امر کہ اس زمانہ مین بھی شان سپہگری کوئی چیز تھی ایک ہندوستانی مورخ
مصنف طبقات اکبری کے ان فقرون سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاہی فوج والون
کو یہ خیال تھا کہ یہ مردانگی کے خلاف ہے کہ دشمن پر بیخبر جا پڑین اسلیئے ہم غنیم
کے بیدار ہونے تک اور صبر کرینگے - چنانچہ قرناچیون کو قرنا پھونکنے کا حکم دیا گیا
باغیون کا سرغنہ جسکے جاسوسون نے چودہ دن پہلے بادشاہ کے آگرہ مین ہونیکی
خبر پہونچائی تھی اب تک یہی کہتا تھا کہ مجھے تو پورا یقین ہے کہ یہ سوار جو ہمارے
سامنے ہین یہ شاہی فوج کے نہین ہین کیونکہ اُنکے ساتھ ہاتھی تو ہین ہی نہین -
بہر حال لڑائی کی طیاری ہوئی - بادشاہ نے پھر آن سپہگری دکھلائی اور غنیم کے
طیار ہوجانے تک اور صبر کیا پھر دریا مین اُتر پڑا اور پار اُتر گیا اور دوسرے کنارہ
پر اپنی فوج کو ترتیب دیکر شیر ژیان کی طرح غنیم پر حملہ کیا - ساتھ ہی ساتھ مغلیہ فوج

کا دوسرا دستہ پہلو پر آگرا - یہ صدمہ سنبھالے نہ سنبھلا - باغیون کو پوری شکست ہوئی اور اُنکا سردار زخمی ہوکر قید ہوگیا - گھنٹہ ہی بھر بعد ایک اور لشکر غنیم کا پانچ ہزار کی تعداد کا نظر آیا - اُسکا بھی فیصلہ ہوگیا اور سردار مارا گیا - جنگ اور تعاقب مین باغیون کے تقریبًا دو ہزار آدمی کام آئے - پھر اکبر احمد آباد کی طرف بڑھا - پانچ دن یہان ٹھہرکر آرام کیا اور مستحقین کو انعام تقسیم کرنے اور ملک کی مستقل حفاظت کا انتظام کرنے مین مصروف رہا - پھر ضلع کیرا کے قصبہ محمود آباد کو روانہ ہوا اور وہان سے سروہی آیا - سروہی سے سیدھا اجمیر گیا وہان مشہور روضہ مبارک کی زیارت کرکے رات دن چل کر جے پور سے تقریبًا چودہ میل کے فاصلہ پر ایک گانون مین مقام کیا - وہان راجہ ٹوڈرمل جو اُسکے سب سے قابل افسرون مین تھے اور بعد مین دیوان ہوگئے تھے پہلے سے موجود تھے - اُنسے مالگزاری گجرات کی وصولی کی تدبیرون کی بابت مشورہ کیا - اس گانون سے بادشاہ سیدھے فتحپور سیکری روانہ ہوے اور ۴۳ دن باہر رہکر خوشی خوشی فتحیابی کے ساتھ واپس پہونچ گئے -

اکبر کے کل ہندوستان کو اپنے زیر نگین کرلینے کے منصوبہ کی اب اس حدتک تکمیل ہوگئی تھی کہ اپنی سلطنت کے اٹھارھوین ہی سال وہ شمالی مغربی وسطی

و مغربی ہندوستان کا فرمانروا تھا اور پنجاب اور کابل بھی اسی کی عملداری مین شامل
تھے۔ مشرق جانب کرمناسا ندی کے کنارہ تک اکبرہی کی عملداری تھی۔ اس ندی
کے آگے بنگال اور بہار کے صوبے البتہ خودسر تھے اور خاص خاص حالتون مین
اس طرف سے خطرہ کا اندیشہ تھا چنانچہ اُسنے مصمم ارادہ کرلیا تھا کہ اگر کوئی ناگہانی
مصیبت نہ آجائے تو اپنی سلطنت کا انیسوان سال بنگال و ریاستہاے باج گزار
بنگال کی تسخیر مین صرف کرے۔ مگر اس مہم پر روانہ ہونے سے پہلے اکبر اجمیر کی
پہاڑی پر خواجہ صاحب کے مزار کی زیارت کو پھر گیا تھا۔

ہم نے اس طرف اکبر کی چڑھائیون اور اسکی فوج کے بڑھنے کے حالات
بہت سے لکھے مین مگر اب تک ہمنے یہ ذکر نہین کیا کہ یہ چڑھائیان کس اصول پر ہوتی
تھین۔ اب تک ایسے لوگ زندہ موجود ہین جنھون نے اُن جنگ آزماؤن کو دیکھا
ہے جو لڑائی ہی سے لڑائی مین مدد لیتے تھے۔ خراسانی اور افغانی وحشیون نے
جو مغلیہ سلطنت کے زوال کے زمانہ مین ہندوستان پر حملہ کیا تو اُن لوگون نے
بھی اسی اصول سے کام لیا تھا۔ مگر اکبر کا اصول یہ نہ تھا۔ وہ لڑائی کا مخالف
تھا۔ سواے اس صورت کے کہ جو عمارت وہ بنا رہا تھا اسکی تعمیر کے لیے ضروری
ہو۔ کیونکہ وہ خوب سمجھے ہوے تھا کہ اگر اس تعمیر مین کسر رہ گئی تو بینا پائدار ہوگی

اور بادِ مخالف کا پہلا ہی جھونکا اُسے اُکھاڑ پھینکیگا - اس لیے وہ یہ احتیاط کرتا
تھا کہ اُسکے یلغار ے جانے یا اُسکی فوجون کی چڑھائیان کرنے سے زمیندارون
اور کاشتکارون کو مضرت نہ پہونچے - اس منشا کو پورا کرنے کی غرض سے اُسنے
یہ حکم دیدیا تھا کہ جب کوئی خاص قطعہ زمین کا پڑاؤ کے لیے تجویز ہو جاوے تو آس
پاس کی اراضی کی حفاظت کے لیے پہرہ بٹھا دیا جاے - اسکے علاوہ عامل مقرر
کیے تھے کہ اُنکا یہ کام تھا کہ فوج کے چلے جانے کے بعد پڑاؤ کی زمین کا معائنہ
کرین اور جو کچھ نقصان ہوا ہو اسکی رقم مطالبہ مالگزاری سرکاری سے منہا کردین
مصنف طبقات اکبری یہ بھی لکھتا ہے کہ اس دستور کا وہ سب لڑائیون مین پابند
رہا اور کبھی کبھی تو روپیون کی تھیلیان بھی معائنہ کرنے والون کو دیدی جاتی تھین کہ
فوراً تخمینہ کرکے رعیت اور کسانون کو بیباق کردین تاکہ مالگزاری وصول کرنیوالون
سے کچھ جھگڑا نہ پڑے - اس طریقہ سے (جو سب بڑی بڑی باتون مین ان مغربی
لوگون کا طریقہ ہے جو مغلون کے بعد اس ملک کے فرمانروا ہوے) لڑائی
کا خوف اُن لوگون کے دلون سے نکل جاتا تھا جنکی زمین پر ہو کر چڑھائی کرنیکی
ضرورت پڑتی تھی -

اکبر چوبارہ دون کے لیے اجمیر مین خواجہ صاحب کی درگاہ کی زیارت کو

گیا ہوا ہے ہم مناسب سمجھتے ہین کہ اُسے وہین چھوڑین اور ذری سی بنگال اور بہار کے معاملات کی حالت پر ایک نظر ڈال جائین -

جس زمانہ مین مغلون نے ممالک مغربی و شمالی کو پھر فتح کیا ہے بنگال اور بہار کے افغان بادشاہ نے کہ وہ دونون ملکون کے تخت مشترک پر بیٹھا ہوا تھا کچھ عرصہ بعد اکبر کی برتری کا اعتراف بذریعہ تحریر کر لیا تھا - مگر یہ اعتراف محض کاغذی تھا اور کاغذی ہی رہا بھی - نہ کبھی کوئی خراج ادا ہوا نہ کوئی نذر بھیجی گئی جب اکبر گجرات کی دوسری مہم مین مصروف تھا اسی زمانہ مین اس بادشاہ کا انتقال ہو گیا - اُسکا بیٹا جو وارث اور مستحق جانشینی تھا اُسے سردارون نے فوراً قتل کر ڈالا - یہ سردار اگرچہ کل دربار کا ایک جزو ہی تھے مگر بہت ذی اختیار جزو تھے چنانچہ اُنھون نے اُسکے چھوٹے بھائی داؤد خان کو تخت پر بٹھا دیا - مگر داؤد لہو و لعب مین مصروف رہنے والا آدمی تھا - اسکی تخت نشینی کی وجہ سے لودی خاندان کا ایک ذی اختیار سردار بغاوت پر اُٹھ کھڑا ہوا اور صوبہ بہار مین ضلع شاہ آباد کے قلعہ رہتاس گڑھ مین اپنا جھنڈا بلند کر کے خود مختار بن بیٹھا مگر کسی طرح صلح ہو گئی - داؤد نے یہ موقع غنیمت سمجھا اور لودی سردار نے جو اُسپر اعتماد کیا تھا اس سے یہ فائدہ اُٹھایا کہ اُسکو گرفتار کرا لیا اور قتل کرا ڈالا - اکبر نے

اپنے حاکم جونپور کو یہ ہدایت کر رکھی تھی کہ معاملات بہار پر اچھی طرح نظر رکھنا اور جیسا موقع دیکھنا ویسا عمل کرنا - اس سردار کو جو یہ خبر پہونچی تو فوراً کرمناسا عبور کر کے پٹنہ کے حصار دار شہر پر چڑھائی کی کہ داؤد نے یہ سمجھکر کہ میدان مین مغلون سے عہدہ برانہ ہو سکے گا یہان پناہ لے رکھی تھی - اکبر کے گجرات سے واپس آنیکے بہت ہی تھوڑے دن بعد کی یہ حالت تھی - اکبر کا جی چاہتا تھا کہ اس لڑائی کا اہتمام بذات خاص کرے چنانچہ اپنے فوجی افسر کے نام حکم بھیجدیا کہ فی الحال سب کارروائی ملتوی رکھو اور اینجانب کی تشریف آوری کا انتظار کرو - پھر جلدی سے اس زیارت کو اجمیر روانہ ہوا جسکا ذکر ہم اوپر کر چکے ہین - اور وہان سے بعجلت تمام کچھ فوج لیکر تری کے راستہ سے آلہ آباد پہونچا - یہان بھی ٹھہرا نہین اور تری ہی کے راستہ سے بنارس آیا - تین دن قیام کیا - پھر کشتی مین سوار ہوا اور اس مقام پر پہونچا جہان دریاے گومتی دریاے گنگ مین ملا ہے - یہان سے یہ فیصلہ کیا کہ جب تک فوجی افسر کے پاس سے خبر آئے گومتی چڑھکر جونپور رہو رہنا چاہیے -

ابھی راستہ ہی مین تھا کہ اپنے فوجی افسر کی عرضی ملی کہ جسقدر جلد ممکن ہو تشریف لائیے - ملاحون کو حکم دیا کہ شہزادون اور بیگمات کو جونپور پہونچائین اور

ہوا۔ پون پون مین گھوڑے ڈال دیے اور تیر کر بہت پھرتی کے ساتھ داؤد کے
ہمراہیون پر جا پہونچا اور ہاتھی پر ہاتھی گرفتار ہونے لگا حتی کہ دریا پور پہونچکر
دو سو چھپن ہاتھی جمع ہو گئے - دریا پور مین خود ٹھہر گیا اور دو معتمد افسرون کو
حکم دیا کہ تعاقب کیے چلے جاؤ - یہ لوگ چودہ میل اور آگے تک گئے پھر یہ
سمجھ مین آگیا کہ داؤد نکل گیا اسلیے واپس چلے آئے۔

پٹنہ فتح کر لینے سے بہار اکبر کو مل گیا۔ چھ دن دریا پور مین قیام کر کے اس
ملک کی حکومت کا بندوبست کیا پھر اپنے کامیاب فوجی سپہ سالار کو جسنے اس
لڑائی کا منصوبہ قایم کیا تھا اسکی تکمیل کے لیے یہین چھوڑ کر خود جونپور کو مراجعت
کی - ۳۳ دن جونپور مین رہا اور انتظام ملک کی خاطر خواہ درستی مین مصروف
رہا اور اس غرض کی تکمیل کے واسطے جونپور بنارس چنار اور دیگر محالات متصلہ
کو ایک کر کے بلا توسط خالصہ شاہی سے متعلق کر دیا اور کرمناسا کے جنوب مین
جو ملک حال مین فتح کیا تھا اسکو ایک علیحدہ مملکت قرار دیا۔

یہ سب انتظام کر کے آگرہ آنے کی نیت سے کانپور روانہ ہوا۔ کانپور
مین چار دن ٹھہرا کہ اسی عرصہ قیام مین یہ خبر مل گئی کہ اُسکا سپہ سالار جو بنگال مین
تھا اُسنے یکے بعد دیگرے مونگیر بھاگلپور گڑھی اور ٹانڈہ پر قبضہ کر لیا اور

دریاے گنگ کے دوسری جانب گوڑ تک کہ یہ مقام ہندؤن کا مشہور
دار السلطنت بنگال کا تھا قابض ہوکر آگے بڑھنے کی طیاریان شروع کردین
یہان یہ ذکر بھی کردینا چاہیے کہ سپہ سالار مذکور نے اپنے اس ارادہ کی تکمیل
پوری مستعدی کیساتھ کی اور بہت سختی کے ساتھ داؤد کا پیچھا کیا اور بجھو رہ مین
شکست دیکر آخر کار کٹک مین اطاعت پر مجبور کردیا۔ اس بادشاہ کے اطاعت
کرلینے سے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ بنگال کی فتح کی پوری تکمیل ہوگئی۔

کانپور مین یہ خوشخبری سنکر اکبر پھولا نہ سمایا اور یہ سمجھکر کہ بنگال کی لڑائی کا
اب خاتمہ ہوگیا دہلی کی طرف بڑھا اور چند روز سیر و شکار مین مشغول رہا اور
پھر راستہ مین شکار کھیلتا ہوا اجمیر گیا۔ نارنول مین حاکمان پنجاب و گجرات سلام
کو حاضر ہوے اور ان سے یہ معلوم ہوکر اطمینان ہوا کہ اکبری سلطنت رعایا
کے دلون مین جڑ پکڑتی جاتی ہے۔ ان سردارون سے بات چیت کرنے کے
بعد خواجہ صاحب کے مزار کو روانہ ہوا اور جودھپور کے جنگلون مین جو ایک
چھوٹے سردار نے فساد برپا کر رکھا تھا اُسے فرو کرکے اپنے دل پسند قیامگاہ
پر فتحپور سیکری لوٹ آیا۔

اکبر نے جو اتنے بہت سارے سفر کیے تھے اُن سے یہ بات اُسکو معلوم

ہوگئی تھی کہ جن ملکون مین ہو کر وُہ گزرا اُسکا بیشتر حصہ غیر مزروعہ پایا گیا - یہ خرابی نہ زمین کے ناقص ہونے کے باعث تھی کیونکہ زمین تو زرخیز تھی - اور نہ رعایا کی کاہلی اسکا باعث تھی اس معاملہ کی اچھی طرح چھان بین کرنے کے بعد اکبر نے یہ نتیجہ نکالا کہ قصور زیادہ تر انتظام کا ہے کہ اراضی پر محصول اسقدر لگا دیا گیا ہے کہ غریب آدمی کے لیے کاشتکاری ممتنع سی ہوگئی ہے - اُسکا یہ خیال ہوا کہ اگر کوئی طریقہ ایسا ایجاد ہو سکے کہ پہلے سال کا منافع سرکار اور کاشتکار کے درمیان مین تقسیم ہو جاے تو یہ خرابی رفع ہو جائیگی - اس مسئلہ پر بخوبی تمام غور کرنے کے بعد اُسنے یہ انتظام کیا کہ مختلف پرگنہ جات و اضلاع و حصص اضلاع کی جانچ کیجاے اور جتنے حصص اضلاع ایسے ہون کہ اُنکی مجموعی اراضی کاشت ہونے پر ایک لاکھ تنگہ کی پیداوار ہو جاے اُنکو الگ کرکے ایک دیانت دار اور ہوشیار افسر کے سپرد کیا جاے کہ وہ کروری کے لقب سے ملقب ہو - محرران و محاسبان خالصہ ان افسرون سے انتظام کرلین اور اپنے اپنے ضلعون مین بھیجدین کر وہان

---

* بلاکمین صاحب بانی آئین اکبری کے نوٹ مین (صفحہ ۱۶) لکھتے ہین کہ ابوالفضل کی تحریر کے مطابق ایک دام وزن مین پانچ تنگہ کے برابر ہوتا تھا - اور چونکہ وہ تانبے کا سکہ جو دام کہلاتا ہے روپیہ کے چالیسوین حصہ کے برابر ہوتا ہے اسلیے ایک کرور تنگون کی مالیت پچاس ہزار روپیہ ہوگی -

وہ صوبہ اڑیسہ پر شہنشاہ اکبر کی طرف سے اور اسی کے نام سے حکمران رہے
یہان یہ لکھنا مناسب ہوگا کہ جو وعدہ داؤد نے اس موقع پر کیا تھا اُس پر وہ
قائم نہ رہا - جو پہلا مفید مطلب موقع اُسکو ملا اُسی پر وہ باغی ہوگیا اور دو برس
بعد مغلون کے سپہ سالار سے بڑی جنگ ہوکر شکست کھائی - وہ قید کرلیا گیا
اور اس نمکحرامی کے پاداش مین میدان جنگ ہی مین اسکا سر تن سے
جدا کردیا گیا - کچھ عرصہ تک سلطنت مغلیہ کے منتظمون کو بنگال اور اڑیسہ مین سخت
ہوشیاری اور مستعدی سے کام لینا پڑا -

اس برس کا دوسرا یادگار واقعہ یہ ہے کہ اکبر نے فتحپور سیکری مین ایک
عبادتخانہ تعمیر کیا کہ اس محل مین علما و فضلا اور قابلیت والے لوگ جمع ہون -
اس عمارت مین چار بہت وسیع ایوان تھے مغربی ایوان سادات یعنی آل رسول
کے لیے مخصوص تھا - جنوبی ایوان علما کا یعنی اُن لوگون کا تھا جنھون نے
پڑھا لکھا تھا اور علوم حاصل کیے تھے - شمالی ایوان اُن لوگون کے لیے تھا
جو اپنی عقل اور ادراک کی وجہ سے واجب التعظیم تھے - مشرقی ایوان اُن امرا
اور سردار ان سلطنت کے واسطے مخصوص تھا جنکے مذاق اُن فرقون مین سے
کسی ایک کے مطابق تھے جنکا اوپر ذکر ہوا ہے جب یہ عمارت بنکر طیار ہوگئی

تو بادشاہ نے معمول کرلیا کہ جمعہ کی رات کو اور نیز اور متبرک ایام کی راتون کو یہان آتا تھا اور صاحبان ایوانات کی صحبت مین رات بسر کرتا تھا اور ہر ایک کے پاس جاجاکر گفتگو کیا کرتا تھا - قاعدہ یہ تھا کہ ہر ایوان والے اپنے گروہ مین سے ایک شخص ایسا منتخب کرتے تھے جسے عنایت شاہانہ کے سب سے زیادہ شایان سمجھتے تھے اور اُسی کو حضور مین پیش کرتے تھے - ان مواقع پر خوب داد و دہش ہوتی تھی اور شاید ہی کوئی مہمان ایسا ہوتا ہو کہ خالی ہاتھ واپس آتا ہو - سال کے آخر مین اس عمارت کی تعمیر ختم ہوگئی -

اسکے بعد جو برس آیا اُسمین کچھ قابل ذکر واقعات نہین ہوے مگر ۱۵۸۰ء مین اڑیسہ کی داؤد والی وہ بغاوت یادگار رہی تھی جسکا ذکر اوپر آچکا ہے - یہ لڑائی جب تک رہی بڑی ہل چل ڈالے رہی مگر داؤد اور اُسکے چچا کی موت نے سب خرخشہ مٹا دیا -

اسی سال راجپوتانہ مین بھی شکل درپیش ہوئی - راجپوتانہ جن بہت سی ریاستون کے مجموعہ کا نام ہے اُنکے راجاؤن مین سے صرف رانا ے میواڑ ایسا تھا کہ اکبر نے اُسکے یہان ازدواجی تعلق کرنا چاہا تو اُسنے انکار کیا - اُسکا عقیدہ تھا کہ ہم دیوتاؤن کی نسل سے ہین اور ایسے تعلق کو اپنی توہین سمجھتا تھا -

چنانچہ اُسنے انکار کیا ایسے وقت مین کہ اُسکو خود اپنی جان کے لالے پڑے ہوے تھے - اُسنے انکار کیا باوجود اسکے کہ یہ دیکھ چکا تھا کہ راجہ جودھپور جس سے اسکو سخت نفرت تھی اسی تعلق کی بدولت بڑی مالگذاری کے چار ضلعے پاکر مالامال ہوگیا تھا - وہ اپنی بات پر قائم رہا اور اکبر کی طاقت کی مطلق پروا نہ کی - رانا اُودے سنگہ ۱۵۶۸ء مین اپنا دارالحکومت کھو چکا تھا اور راج پیپلا کے جنگلون مین بھاگ گیا تھا کہ ۱۵۷۲ء مین وہین مر بھی گیا -

اُسکے بیٹے پرتاب سنگہ نے وراثت مین باپ کی ہٹ بھی پائی تھی اور نیز وہ اعلے درجہ کی خوبیان پائی تھین جو اُسکے دادا مورث رانا سانکا مین تھین نہ دارالحکومت تھا - نہ فوج تھی - عزیزون اور ہمقومون کے دل خاندان کی تباہی سے بجھ چکے تھے مگر مسلمان کو ڈولہ دینے سے جو انکار تھا اس وجہ سے ہمدرد بنے ہوے تھے اس حالت مین پرتاب سنگہ نے سلسلہ کوہ اراولی مین کومبلمیر مین اپنے پانون جماے اور یہ کوشش کی کہ ملک کی حالت درست کرکے پھر نئے سرے سے لڑائی کے قابل ہوجاے - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب اکبر ۷۷-۱۵۷۶ء مین اپنی سالانہ زیارت کی غرض سے اجمیر کو جارہا تھا اُسکو پرتاب سنگہ کے منصوبون کی کچھہ خبر لگ گئی اور اُسنے اپنے سب سے زیادہ

معتمد سپہ سالار راجہ مانسنگہ والی جے پور کو کہ وہ بھی راجپوت تھا اور جسکو کہ ہم دیکھ چکے
ہین کہ گجرات مین بادشاہ کے پہلو بہ پہلو لڑ رہا تھا پانچہزار سوار دیکر رانا کی سرکوبی
کے واسطے روانہ کیا - ماہ دسمبر ۱۵۷۶ع مین بمقام ہلدی گھاٹ کہ گوگنڈہ
بھی کہلاتا ہے دونون مخالف فوجین مقابل ہوئین - لڑائی جو ہوئی اسکا انجام
یہ ہوا کہ رانا نے شکست فاش پائی - اور معرکہ مین ہار کر اراولی کی پہاڑیون مین
بھاگ گیا - اس غرض سے کہ پھر اُسے کوئی سامان کسی طرح مل ہی نہ سکے اکبر نے
کچھ فوج پہاڑیون مین بھیجدی کہ تعاقب مین جاؤ اور راستہ مین جو ملک پڑے
اسے ویران بھی کرتے جاؤ - اکبر خود میواڑ مین داخل ہوا اور طریقہ انتظام ترتیب
دیا - وہان سے مالوہ گیا اور اُسکی مغربی سرحد پر لشکر ڈال کر شہر برہانپور کے
متعلق جو ملک تھا اُسکا انتظام کیا اور گجرات کے انتظام کو ترقی دی ۱۵۷۸ع
ان ہی انتظامات مین صرف ہوے - پھر وہان سے پنجاب کی طرف روانہ ہوا۔

پنجاب کے راستہ مین بادشاہ کو ایک ایسا واقعہ پیش آیا جو ان لوگون
کی دلچسپی کا باعث ہوگا جو آجکل ہندوستان کی حکومت اعلی پر ممتاز ہین - دہلی پہونچ گیا
تھا بلکہ ایک منزل اور آگے بڑھ چکا تھا کہ ایک حاجی جو یورپ ہو آیا تھا نفیس اسباب
اور بیش بہا کپڑے بادشاہ کے ملاحظہ کے واسطے لایا - وقایع نگار نے اس

مضمون کے متعلق اس سے زیادہ اور کچھ حال نہین لکھا اور یہ ہمین کو قیاس کرنا
پڑتا ہے کہ کس ملک سے وہ کپڑے آئے تھے اور کیا اثر ان سے پیدا ہوا تھا۔
اکبر تھوڑے دن پنجاب مین رہا۔ پھر دہلی آیا۔ وہان سے اجمیر کی سالانہ زیارت
کو گیا اور صرف ایک شب وہان قیام کر کے صرف نو آدمی ساتھ لیکر گھوڑے پر
سوار ہو کر سو میل فی یوم سے زیادہ تیز رفتار پر فتحپور سیکری روانہ ہوا اور تیسرے
دن شام کو وہان پہونچ گیا۔

سال آیندہ یعنے ۱۵۸۰ع کی یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس وقت تک
سلطنت اعلی درجہ کی خوشحالی کی حالت کو پہونچ گئی تھی۔ بنگال مین صرف امن
ہی نہین قایم تھا بلکہ وہان سے روپیہ بھی خزانہ شاہی مین آتا تھا۔ فرمانروائے
میواڑ کو البتہ اب تک شاہی فوج کھدیڑتی پھرتی تھی مگر ہندوستان کے کسی اور
حصہ سے ہتھیارون کے کھڑکنے کی آواز نہین آتی تھی۔

اکبر نے جو بہت سے سفر کیے انمین اس بات پر بھی خیال کیا کہ اندرونی
ملک مین محصول لگانا اگرچہ اسوقت تک ضرور جائز تھا کہ ہندوستان کے مختلف
صوبون مین مختلف فرمانروا ایک دوسرے کے رقیب ہوتے تھے لیکن اب
کہ اتنے سارے صوبے ایک ہی سلطنت کے تابع تھے اس طریقہ کا جاری

کہ نااتفاقی ہمیشہ کے لیے قایم ہوئی جاتی تھی - چنانچہ شروع ۱۵۸۰ع
مین اپنی عملداری بھر مین تمغا یعنی محصول چنگی موقوف کردیا - اور اسی فرمان
کی روسے وہ جزیہ بھی موقوف ہوگیا جو ہندوستان کے افغانی بادشاہون
نے بحساب سرشماری ان رعایا پر لگایا تھا جو مذہب محمدی کے پیرو نہ تھے
خوش نیت بادشاہ یہ چاہتا تھا کہ خیالات آزاد رہین ہماری رعایا مین ہر شخص
اپنے طور پر اور اپنے اعتقاد کے مطابق عبادت کرے چنانچہ یہی اصول اپنی
عمر کے آخر وقت تک اسنے جاری رکھا - اس سال کا سب سے بڑا پولٹکل
واقعہ یہ ہے کہ بنگال کے کچھ بیدل سردارون نے علم بغاوت بلند کیا - مگر چونکہ
آپسمین اتفاق نہ تھا شکست کھائی اور تتر بتر ہوگئے -

اگلے سال ۱۵۸۱ع مین اکبر فوج لیکر پنجاب روانہ ہوا کہ اس حملہ کو
دفع کرے جو اُسکے حقیقی بھائی محمد حکیم مرزا نے کابل سے کیا تھا - اکبر کے
پانی پت پہونچنے سے پہلے ہی یہ باغی بھائی لاہور کے قریب پہونچ گیا تھا -
مگر اکبر کی چڑھائی کی خبر سنتے ہی اُسے یقین ہوگیا کہ مجھے اس حملہ مین ناکامی
ہوگی - چنانچہ لاہور ہی سے اُلٹے پانون پھرا اور کابل واپس چلا گیا اکبر نے
سرہند کالانور اور رہتاس کے راستہ سے اُسکا تعاقب کیا پھر انڈس کو اس

مقام پر عبور کیا جہان اب اٹک واقع ہے اور عبور کرنے کے وقت اس مقام
پر ایک قلعہ تعمیر ہونے کا بھی حکم دے دیا۔

اکبر پشاور تک بڑھا چلا گیا اور اپنے بیٹے شہزادہ مراد کو فوج دیکر تسخیر کابل
کے واسطے روانہ کیا۔ مراد نوجوان آدمی تھا۔ اونچا قد۔ دُبلا بدن۔ رنگت
زردی مائل۔ شراب بہت پیتا تھا کہ انجام کار اسی کے اثر سے اُسنے اور
اُسکے بھائی شہزادہ دانیال دونون نے وفات پائی۔ وہ بڑی تیزی کے
ساتھ آگے بڑھا اور خود کابل مین اپنے چچا کی فوج سے مقابلہ کیا اور اُسے
شکست فاش دی۔ اکبر بھی شہزادہ کے پیچھے پیچھے کمک لیکر چلا آتا تھا اُسکے
پہونچنے کے تین دن بعد وہ بھی کابل مین داخل ہوگیا۔ تین ہفتہ تک وہان
رہا پھر بھائی کی خطا بخشی کرکے پھر اُسے حکومت کابل پر سرافراز کیا اور خیبر کے
راستہ سے لاہور واپس آیا وہان ملک پنجاب کا بندوبست کرکے دہلی ہوتا
ہوا فتحپور سیکری آگیا۔ وقایع نگار لکھتے ہین کہ کچھ عرصہ تک فتحپور مین قیام
کرکے عدل گستری و داد و دہش کرتا رہا اور سر انجام کار سرکاری
مین مصروف رہا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سال آیندہ مین پورے برس دن اکبر ہین

مقیم رہا۔ بنگال مین بغاوت کی آگ اب تک سلگ رہی تھی مگر وہان بادشاہ کی طرف سے بڑے قابل افسر متعین تھے وہ برابر عرضیون مین حالات لکھتے رہتے تھے اور بادشاہ بھی برابر ہدایتین جاری کرتا رہتا تھا۔ کچھ ایسی زیادہ بدعملی نہ تھی مگر اُسکی وجہ سے پریشانی ضرور ہوتی تھی اور وصول مالگزاری مین بھی ہرج پڑتا تھا۔

آغاز ۱۵۸۴ء مین بھی اکبر فتحپور سیکری ہی مین تھا۔ اس سال کے خاص واقعات یہ ہین۔ بنگال مین امن قایم ہوگیا۔ گجرات مین بلوہ ہوا۔ فرو کردیا گیا۔ آسیر گڑھ اور برہانپور کا حاکم باغی ہوگیا۔ دکن مین ہنگامے ہوے۔ اکبر کا بھائی جو کابل کا فرمانروا تھا فوت ہوا۔ بغاوتین فرو کردی گیئن اور کابل مین ایک نیا حاکم بھیجدیا گیا۔ اس سال کے خاتمہ پہ سلطنت کی حالت اعلی درجہ کی خوشحالی کی تھی۔

بھگوانداس راجہ جے پور بادشاہ کے سب سے زیادہ جان نثار رفیقون مین تھا کہ اُسنے نہ صرف اپنے آپ اکبر کی اعلی درجہ کی جنگی خدمات انجام دی تھین بلکہ اُسکا بھتیجا مان سنگہ بھی اکبری فوج کا بہت بڑا سردار تھا جس زمانہ کا ہم اب ذکر کر رہے ہین اُس مین یہ راجپوت کنور پنجاب کا حاکم تھا۔ اکبر نے اسی خاندان

سے اپنے بیٹے شہزادہ سلیم کے لیے جو بعد کو جہانگیر کے لقب سے مشہور ہوا ایک
دولہن انتخاب کی۔ اور بڑی دھوم دھام اور تزک واحتشام کے ساتھ فتحپور
سیکری مین شادی ہوئی۔ اس سلطنت سے پہلے راجپوت راجہ برابر مسلمان
بادشاہون سے ازدواجی تعلقات کرنے کو بہت حقارت کے ساتھ ناپسند
کرتے رہے تھے۔ مگر اکبر کو اتفاق پیدا کرنے کی خواہش تھی اور وہ اس
اصول کو برتنا چاہتا تھا کہ مذہب اور قوم کے اختلاف سے آدمی مین کوئی
اختلاف نہین ہوتا۔ بہت سے تعصبات اُسکے سدراہ تھے اور اُنکو اُسے
مٹانا تھا۔ خصوصًا راجپوتون کے ساتھ بڑی دقت تھی۔ اور رانا سے میواڑ
کی ضدی طبیعت پر تو آخر وقت تک بھی وہ غالب نہ آسکا اور راجہ ملائم طبیعتون
کے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ اکبر ایسے اصولون کا موجب ہے جنکا اس سے
پہلے ہندوستان مین کبھی نام بھی نہین سنا گیا تھا۔ اسکی نظرون مین لیاقت
لیاقت تھی عام اس سے کہ وہ ہندو راجہ مین ہو یا ازبک مسلمان مین۔ آدمی
لائق ہو تو پھر اُسکی قوم یا نسل نہ اونچے عہدون پر ممتاز ہونے کی سدراہ ہوتی
تھی اور نہ عروج عزت پر پہونچنے کی۔ چنانچہ بھگوانداس مانسنگھ ٹوڈرمل وغیرہ
نے یہ سمجھ لیا کہ اس مسلمان بادشاہ کے تحت مین جو صلہ ہمکو ملتا ہے وہ اپنے

پچھلی پانچ صدیوں مین مسلمانون کی فتوحات سے کس درجہ عناد بڑھا اور ابتری
پھیلی اور پھوٹ ہوگئی اور کس طرح یہ شخص چھوٹی ہی سی عمر مین کہ نہ ابھی تجربہ کار
ہوا تھا اور نہ فن حکومت سے ماہر تھا ہمارا سرتاج ہوگیا اور جو ملک لیتا گیا
وہان برکت اور خوش انتظامی پھیلتی گئی اور انصاف اور بے تعصبی دکھائی
دینے لگی۔ بلکہ اسکی ملک گیری کی غایت ہی یہی تھی کہ یہ اصول جاری کیے
جائین۔ قوم یا اعتقاد مذہبی کے اختلافات کے باعث اُسکے یہان کوئی
امتیاز نہین ہوتا۔ ان باتون کی وجہ سے راجپوت لوگ جو خدا کے اوتار کے
مان لینے مین بہت سریع الاعتقاد ہین ضرور یہ سمجھنے لگے ہونگے کہ
اکبر معمولی انسان سے بڑھا ہوا ہے اور اسکی ذات مین اوصاف الٰہی و ربانی
کا جلوہ دکھائی دیتا ہے۔

اُسکی بے تعصبی ایسی کامل تھی۔ اسکا اعتبار ایک دفعہ قائم ہوے
پیچھے ایسا مستحکم ہوتا تھا۔ اُسکے اصول ایسے دریا دلی اور فراخ حوصلگی کے تھے
کہ باوجود اپنی پیدایش اور مذہب اور اردگرد کے تعلقات کے تعصبون مین
گھرے ہونے کے دل تسخیر ہی ہوجاتے تھے۔ اور جب اکبر نے اسکے بدلہ
مین یہ چاہا کہ وہ اس مدت مدید سے چلے آنے والے تعصب سے دست بردار

ہوجاپئن جسکو وہ اپنے نئے آئین کے رواج پانے کا سد راہ سمجھتا تھا (یعنے وہ تعصب جسکی تعلیم یہ تھی کہ اور لوگون کو محض اس وجہ سے کہ وہ ہندو نہین ہین ملکش اور ناپاک سمجھا جاوے) تو ایک بڑے شخص کو چھوڑکر اور باقی سب کے سب راضی ہوگئے - ان لوگون نے یہ سمجھ لیا تھا کہ اس طرح کا اصول محدود نہین رہ سکتا اور نیز یہ کہ ہمارے اپنے تنگ طریقہ کے اس حصہ کو جو مختلف قوم والون سے شادی کا مانع ہے عملاً ترک کر دینے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہمارے ہی ملک مین امن وعافیت رہیگی اور خود ہماری توقیر ومنزلت مین ترقی ہوگی -

اپنی سلطنت کے اکتیسوین برس اکبر کو اپنے بھائی کے کابل مین وفات پانے کا حال معلوم ہوا اور یہ بھی سنا کہ سرحدی صوبہ بدخشان ازبکون نے تاراج کرڈالا اور کابل پر بھی آنے کی دھمکی دیتے ہین - یہ موقع عظیم تھا اور جیسا کہ اُسنے فیصلہ کیا اُسوقت اُسکا بذات خاص موجود ہونا لازمی تھا چنانچہ وسط ماہ نومبر مین فوج لیکر پنجاب کی طرف روانہ ہوا - ماہ آیندہ کے آخر مین ستلج پر پہونچا اور وہان سے سیدھا راولپنڈی کی طرف بڑھا - وہان یہ سنکر کہ معاملات کابل کچھ اُسکے موافق ہونے والے ہین اپنے نئے قلعہ اٹک کو روانہ ہوا - وہان سے ایک فوج بھگوانداس کے تحت مین تسخیر کشمیر کے لیے

...نہ کی - دوسری فوج بلوچیوں کی سرزنش کے واسطے بھیجی - اور تیسری
...ج سوات پر چڑھائی کرنے کو روانہ کی - ان تین مہموں مین سے آخر والی مین
...ت ناکامی ہوئی - یوسف زئیوں نے صرف یہی نہین کیا کہ مغلوں کو پہلے
...ین پسپا کر دیا ہو - بلکہ جب اکبر کا عزیز رفیق راجہ بیربل کمک لیکر پہونچا تو
...ج بھی ہٹا دی گئی اور آٹھ ہزار آدمی کام آئے جن مین سے ایک راجہ بھی
...ا - مغلوں کی فوج کو اس سے زیادہ فاش شکست کبھی نہ نصیب ہوئی تھی
...لی تلافی کرنے کو بادشاہ نے اپنے اعلے درجہ کے سپہ سالار راجہ توڈرمل
...بیجا اور مدد کے لیے راجہ مان سنگہ والی جے پور کو بھی ساتھ کر دیا -
...سپہ سالار بہت ہوشیاری سے چلے اور جوں جوں آگے بڑھتے گئے
...بی حصار قائم کرتے گئے اور بالآخر درہ خیبر مین ان قوموں کو پوری پوری
...کست دی -

اس عرصہ مین کشمیر پر جو مہم روانہ کی تھی اسمین اس سے کچھ ہی زیادہ

...راجہ بیربل برہمن تھا - شاعر بھی تھا اور فن موسیقی مین دستگاہ اچھی رکھتا تھا - سخاوت اور بذلہ سنجی
...ین شہرۂ آفاق تھا - بلاکمین صاحب (آئین اکبری صفحہ ۴۰۵) لکھتے ہین کہ "اُسکے چھوٹے چھوٹے
...وسے اور لطائف وظرائف اب تک ہندوستان کے لوگوں کی زبانوں پر ہین"

کامیابی ہوئی - سپہ سالار درہ شولیاس پر پہونچے تو معلوم ہوا کہ وہان کے
مسلمان فرمانروا نے اُسے بند کرا رکھا ہے - تھوڑے دن رسد کے انتظار
مین پڑے رہے کہ مینھ برسنے لگا اور برف پڑنے لگی - ابھی آگے بڑھنے
بھی نہ پائے تھے کہ یوسف زیون نے جو شکست دی تھی اُسکی خبر پہونچ گئی -
جو رہی سہی ہمت باقی تھی وہ بھی جاتی رہی اور جلدی سے حاکم کشمیر سے
برائے نام مطیع ہوجانے کی شرط پر صلح کرلی اور اکبر کے پاس واپس آگئے
بادشاہ نے اس پست ہمتی پر اظہار ناخوشی اس طرح کیا کہ ان لوگون سے بہت
سرد مہری کے ساتھ پیش آیا اور انکا دربار بند کردیا - مگر اکبر کے دل مین ناراضی
زیادہ دیر نہ ٹھہرتی تھی - بہت جلد قصور معاف ہوگئے -

ان تین مہمون مین صرف اس مہم مین پوری کامیابی ہوئی جو بلوچیون
کے مقابلہ مین روانہ کی گئی تھی - یہ دلیر جنگ آزما بغیر لڑے بھڑے مغل
بادشاہ کے مطیع ہوگئے - جب ٹوڈرمل اور مان سنگہ کی کوششون سے
درہ خیبر کھل گیا تو اکبر نے مان سنگہ کو کہ راجہ جے پور کا بھتیجا اور ولیعہد
تھا حاکم کابل مقرر کیا اور کافی فوج ساتھ کرکے وہان بھیجدیا - یوسف زیون
کے ملک مین پھر اُسکا رعب وداب قائم کرنے کے لیے اور فوج بھی روانہ

کی اور پشاور پر استحکام کے ساتھ تسلط رکھا - اکبر خود لاہور واپس آگیا - وہان سے دوسری یلغار کشمیر پر بھیجی - جب یہ فوج ۱۵۸۶ء کے موسم گرما مین دروں کے قریب پہونچی تو سری نگر مین وہان کے حاکم وقت کے مقابلہ مین بغاوت ہوگئی - ایسے وقت مین شاہی فوج کو اس ملک مین داخل ہونے اور فتح کر لینے مین کچھ وقت نہوئی اور یہ ملک بھی سلطنت مغلیہ مین شامل ہوگیا اور اکبر کے جانشین کے زمانہ سلطنت سے ہندوستان کے مغل بادشاہون کی موسم گرما کی قیامگاہ یہین رہی - یہان یہ ذکر بھی کردینا چاہیے کہ جمرود پہونچنے کے لیے درہ خیبر کے سرے ہی پر مان سنگھ کو پہاڑی قومون سے ایک لڑائی اور کرنی پڑی اور اسمین جیت رہی - آخرکار کابل پہونچا اور وہان مستقل انتظام جمایا مگر کابلیون اور سرداران قوم نے اکبر سے شکایت کی کہ راجپوت راجہ کی حکومت ہمکو کسی طرح پسند نہین ہے - چنانچہ اکبر نے مان سنگھ کو اسی عہدہ پر بنگال بلالیا کہ وہان بھی خاص کر اس زمانہ مین ایک بڑے جابر حاکم کی ضرورت تھی اور کابل مین اُسکی جگہ ایک مسلمان حاکم بھیجدیا - اور اُسی زمانہ مین اس ارادہ کا بھی اظہار فرمایا کہ خود بدولت اس علاقہ مین تشریف لادینگے سب سے پہلے تو ۱۵۹۰ء مین سندھ پر تسلط بٹھایا پھر سال آئندہ

کے موسم بہار مین کشمیر روانہ ہوا۔ بھیمبر پہونچکر اپنے حرم کی بیگمات کو شہزادہ مراد کے ساتھ وہین چھوڑا اور خود گھوڑے پر سوار ہو کر بہت عجلت کے ساتھ سری نگر روانہ ہوا۔ وہان ٹھہرا رہا اور قرب وجوار کی سیر کرتا پھرا حتی کہ برسات کا موسم آگیا تب حرم کو رہتاس پہونچا دیا بعد مین کابل کے راستہ مین اٹک کے مقام پر بیگمات پھر ساتھ ہوگئین۔ کابل کے راستے کھلے ہوئے تھے اور پہاڑی فرقون نے مقابلہ کرنا بالکل چھوڑ دیا تھا۔ لہذا اکبر اٹک سے اندس اترا اور وہان سے کابل تک باسانی سفر کیا۔ دو مہینہ وہان قیام کیا اور باغات اور دلپذیر مقامات کی سیر کرتا رہا۔ سب رعایا کیا سردار کیا معمولی درجہ کے لوگ بادشاہ کی تشریف آوری سے فیضیاب ہوئے ×۔ ابھی کابل ہی مین تھا کہ یہ خبر ملی کہ راجہ ٹوڈرمل نے وفات پائی (۱۰ نومبر ۱۵۸۹ع) اسی روز ایک اور معتمد ہندو رفیق راجہ بھگوانداس والی جے پور نے وفات پائی۔ اکبر نے کابل وگجرات وجونپور کی سلطنتون کے نئے نئے انتظامات کیے اور ہندوستان کو مراجعت کی۔

جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہین سلطنت بنگال کا انتظام تو اکبر کر ہی چکا تھا مراجعت کے وقت شروع ۱۵۹۰ع مین وہ لاہور پہونچا۔ ابھی یہین مقیم تھا

× دیکھو ایلیٹ صاحب کی تاریخ جلد پنجم صفحہ ۴۵۰۔

کہ یہ خبر پہونچی کہ اپنی عزیز وایہ کے بیٹے کو جو حال مین حاکم گجرات مقرر کیا تھا اُسنے
کاٹھیا وارا ور کچھ والون سے جنگی چھیڑ چھاڑ شروع کردی - اس چھیڑ چھاڑ کا نتیجہ یہ
ہوا کہ یہ دو صوبے بھی سلطنت شاہی مین شامل ہو گئے اور وہان کے بادشاہ
نے جو افغانستانی نسل سے تھا اور جسنے مغربی ہندوستان مین یہ سب ہنگامے
برپا کیے تھے خودکشی کرلی× - بادشاہ نے اپنے قیام لاہور سے یہ فائدہ اُٹھایا
کہ صوبہ سندھ مین جو معاملات مین ابتری پڑگئی تھی وہان پورا پورا امن قایم کرانے
کے لیے احکام جاری کیے - اس صوبہ کو پورے طور پر زیر کرنے مین جتنا
سمجھا گیا تھا اس سے کہین زیادہ مشکل پیش آئی - نتیجہ حسب دلخواہ پیدا کرنے
کے لیے بہت فوج کی ضرورت پڑی اور یہ بھی ضروری ہوا کہ پوری پوری ہوشیاری
اور استقلال کا اظہار کیا جاے - اس لڑائی مین دو برس صرف ہوے اور اتنے
عرصہ مین کشمیر باغی ہو گیا -

ان دو برسون مین بادشاہ نے اپنا صدر مقام لاہور ہی مین رکھا تھا -
جب یہ سنا کہ سندھ مین پوری کامیابی ہو گئی تو اکبر جس نے اسی نتیجہ کے ظہور مین
آنے کی امید پر اپنی فوج کا بڑا حصہ بھمبر کی طرف روانہ کر دیا تھا اور خود جناب

× دیکھو بلاکمین صاحب کی آئین اکبری صفحہ ۳۲۶ -

کے کنارہ شکار کھیل رہا تھا فوراً روانہ ہوا کہ اپنی بڑی فوج مین جا ملے - راستہ
مین سنا کہ باوجود سخت مقابلہ ہونے کے اُسکی فوج کے ہراول حصہ نے ایک
درہ زبردستی کھول ہی لیا - اسی واقعہ سے لڑائی کا فیصلہ ہوگیا کیونکہ باغی سردار
کے سپاہی اُسکی کارروائی سے ناراض ہوکر رات کے وقت اسی پر جا پڑے
اور اُسکو قتل کرڈالا اور سر کاٹ کر اکبر کے پاس بھیجدیا - اس شخص کا مرنا تھا کہ لڑائی
بالکل موقوف ہوگئی - اکبر سوار ہوکر سری نگر گیا اور آٹھ دن وہان رہکر انتظام
ٹھیک کیا پھر برامولا کے تنگ راستہ سے رہتاس آیا اور وہان سے لاہور
پہونچا - یہان یہ خبر معلوم ہوئی کہ اُسکے سردار بنگال راجہ مانسنگہ نے صوبہ اڑیسہ
مستقل طور پر عملداری شاہی مین شامل کرلیا ہے - راجہ مذکور نے صوبۂ مذکور کے
گرفتار کیے ہوے ایک سو بیس ہاتھی لاہور مین بادشاہ کو تحفہ مین بھیجے تھے -

سال آیندہ مین یہ کوشش شروع ہوئی کہ صوبجات دکن جو سلسلۂ کوہ
وندھیاچل کے جنوب مین واقع ہین اُنکو بھی آئین شاہی سے وابستہ کرلیا جاے
اور اسکا سلسلہ آٹھ برس تک جاری رہا - بحیثیت مجموعی اس کوشش مین کامیابی
رہی - دولت آباد و کھڑوا و ناسک و آسیر گڑھ و احمدنگر سے مستحکم مقامات کے
پہاٹک عرصہ دراز تک محاصرہ رہنے کے بعد آخرکار شاہی فوجون کے واسطے

کھل ہی گئے - اور اگرچہ ممالک متعلقہ احمد نگر ۱۶۳۷ع تک پوری طرح زیر نہین
ہوئے تاہم اکبر کی ایسی حالت ہوگئی کہ اسکو وہ برتری نصیب رہی جو مغلون کو کم از کم
ایک صدی تک برابر حاصل رہی -

جنوبی ہندوستان کی لڑائی تین واقعون کے سبب سے یادگار ہے
اول تو یہ کہ ہندوستان کے مختلف حصون سے جو سپہ سالار اس غرض سے
بھیجے گئے تھے کہ ایک کا دوسرا ماتحت نہ ہو اور سب ملک گیری مین کوشش کرین
ت مین نا اتفاقی ہوئی اور ایسی نا اتفاقی ہوئی کہ اسکی ضرورت پڑی کہ پہلے تو بادشاہ
اپنے معتمد ابو الفضل کو آگرہ سے روانہ کرنا پڑا اور پھر خود بدولت نے بھی سفر کیا
دوسرا واقعہ یہ ہے کہ شہزادہ مراد نے کثرت شراب خواری سے بمقام جالنا انتقال
فرمایا - تیسرا واقعہ یہ ہوا کہ آگرہ واپس آتے وقت ابو الفضل اکبر کے فرزند اکبر ولیعہد
شہزادہ سلیم کے ایما سے قتل ہوا -

اکبر کو لاہور مین دربار کرتے چودہ برس ہوگئے تھے کہ ۱۵۹۸ع میں
جنوبی ہندوستان کی حالت مقتضی اسکی ہوئی کہ وہ اس طرف روانہ ہو - احمد نگر
اور آسیر گڑھ تو اسنے تسخیر کر ہی لیے تھے - شہزادہ دانیال کو خاندیس
برار کا حاکم مقرر کیا اور ممالک متعلقہ احمد نگر کی تسخیر پر ابو الفضل کو مامور فرما کر ۱۶۰۱ع

کے موسم بہار مین آگرہ کی جانب روانہ ہوا۔

وہ اسباب جنکے باعث اکبر کی موجودگی آگرہ مین ضروری ہوئی بہت
خطرناک قسم کی تھی شہزادہ سلیم نے آغاز شباب ہی سے اسکو بے طرح پریشان
کر رکھا تھا۔ اور جب یہ لڑکا جوان ہوا تب بھی اس پریشانی کی کمی کی کوئی صورت
نہوئی۔ سلیم جس سے متاخرین جہانگیر بادشاہ کے نام سے اچھی طرح واقف مین
بطبع ظالم تھا اور اپنی خواہشون کی ذراسی بھی روک ٹوک کی برداشت اُسکو نہتی
ابوالفضل سے نفرت کی وجہ دراصل یہ تھی کہ باپ کو جو اعتبار اُسپر تھا اُسکا
رشک کھاتا تھا۔ اور یہ وجہ تو مسلم تھی کہ وہ ابوالفضل ہی کو اسکا بانی مبانی
سمجھتا تھا کہ اکبر متعصب مسلمانون کے جادۂ تنگ سے منحرف ہوگیا تھا
اکبر کو کچھ عرصہ یہ امید رہی کہ ابوالفضل کو جنوبی ہندوستان روانہ کردینے
سے بیٹے کا غصہ ٹھنڈا ہوجائے گا۔ چنانچہ جب اُسنے خود وہان جانے کا
ارادہ کیا تو سلیم کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا اور نائب السلطنت اجمیر کا خطاب
عطا فرماکر یہ کام سپرد کیا تھا کہ رانا سے میواڑ سے جو پھر جنگ چھڑ گئی تھی اُسکو انجام
تک پہونچاے۔ اور یہان تک شہزادہ کی دلجوئی کی فکر کی تھی کہ نامور مانسنگہ کو
جو شادی کی وجہ سے شہزادہ کا عزیز ہوتا تھا اسکی مدد کے لیے روانہ کردیا تھا۔

شہزادہ، اور راجہ مانسنگہ دونون میواڑ کی طرف آ رہے تھے کہ خبر آئی
بنگال مین بغاوت ہوگئی۔ مان سنگہ وہان کا نائب السلطنت تھا۔ وہ مجبور
ہوکر اس ہنگامہ کے فرو کرنے کو اُلٹے پانون پھرا۔ مشیر تو کوئی رہا نہین اور فوج
بھی اسقدر کثیر تو شہزادہ سلیم کے دل مین یہ سمائی کہ اپنے باپ کے دکن مین
ہونے سے فائدہ اُٹھائے اور ہمت کرکے تاج اپنے سر پر رکھنے کی کوشش
کرے۔ میواڑ کا کوچ ملتوی کیا اور فوج لیکر عجلت کے ساتھ آگرہ روانہ ہوا۔
جب حاکم قلعہ شاہی نے کہ اپنے مالک کا نمکحلال افسر تھا قلعہ کے دروازے
بند کرلیے تو الہ آباد کا رخ کیا اور قلعہ پر قبضہ کر لیا اور اودھ اور بہار کے صوبے
لیکر بادشاہ بن بیٹھا۔

ان واقعات کی خبرین اکبر کو دکن سے کھینچکر لائی تھین۔ یہ سمجھکر کہ سلیم کی
حرکت اُسکے مزاج کی اس نہاد کے باعث ہے کہ قدغن کی برداشت نہین ہوسکتی
اُسنے یہ ارادہ کر لیا کہ بجائے لڑنے کے اُسے مجبور کیا جائے اُسے راہ راست
پر لے آنا چاہیے۔ چنانچہ نامہ لکھا جسمین یقین دلایا کہ اگر تم پھر دائرہ اطاعت مین
آجاؤگے تو ہماری شفقت بدستور جاری رہیگی اور یہ بھی کان کھول دیے کہ
برابر نافرمانی کرتے رہوگے تو اُسکا کیا نتیجہ ہوگا۔ جب یہ نامہ سلیم کے پاس

پہونچا ہے اس وقت اکبر ایک فوج لیے ہوے آگرہ آرہا تھا کہ اسکے جوان تعداد
مین تو بہت کم تھے مگر سلطنت کے منتخب جوان تھے ۔ سلیم نے سمجھ لیا کہ میری بات
چلنے والی نہین اور اس خیال سے مبادا جانشینی سے بھی ہاتھ دھونا پڑے اُسنے
بڑی ہار دمندی سے کچھ الفاظ مین جواب لکھا ۔ مگر افعال ان الفاظ کے مطابق
نہ ہوے ۔ کچھ عرصہ بعد یہ سنکر کہ شاہی فوج کا بڑا حصہ ہنوز دکن مین پڑا ہوا ہے
شہزادہ اٹادہ کی طرف بڑھا اور راستہ مین اس نیت سے فوج بھرتی کرتا گیا کہ
آپ کے پاس اس طرح حاضر ہو کہ معلوم ہو جاے کہ فوج کثیر بھی ہمراہ ہے ۔ مگر
اکبر کب دھوکے مین آنے والا تھا ۔ اُس نے بیٹے کے نام فرمان بھیجا کہ
وہین سے جو جی چاہے ایک بات پسند کر لو ۔ یا تو تھوڑے سے آدمی ساتھ لیکر
آگرہ آؤ ۔ ورنہ الہ آباد لوٹ جاؤ ۔

شہزادہ سلیم نے طریقہ موخر الذکر پسند کیا اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ اس وعدہ
پر ہوا کہ بنگال و اڑیسہ جاگیر مین مرحمت ہوگا ۔ بہر حال یہ دونون صوبے اسکی
جاگیر ہوے ۔ یہ ہم نہین کہہ سکتے کہ اس موقع پر اکبر پر کس حد تک اس بات کا
اثر پڑا کہ وہ اپنی حالت کو شہزادہ کے مقابل مین کمزور سمجھتا تھا یا اس بات کا کہ وہ
اپنے ہی بیٹے سے لڑنا ناپسند کرتا تھا ۔ یا اس بات کا کہ شفقت بہت تھی ۔ غالب

سبب ہے کہ تینون خیالات نے ملکر یہ اثر پیدا کیا کہ اُسنے جو طریقہ اختیار کیا اُس مین
کمزوری کے رنگ کی ہلکی سی جھلک آگئی۔ بہرکیف تھوڑے ہی دنون بعد یہ
بھی کھل گیا کہ سرکش بیٹے کے ساتھ جو مراعات ملحوظ رکھی تھین اُن کا اُسکے اوپر
کوئی اچھا اثر مترتب نہ ہوا۔ سلیم کا حافظہ غضب کا تھا اور اسکی نفرت کبھی جانیوالی
نہ تھی ابوالفضل دکن سے تھوڑے سے ہمراہیون کے ساتھ واپس آنے لگا
تو اس نے موقع غنیمت سمجھا اور راجہ اُرچھا کو ترغیب دیکر راستہ ہی مین قتل کروا ڈالا۔*
اپنے دوست کا قتل اکبر کے دل پر بیحد شاق گزرا۔ بھلے کو اُسے یہ
نہین معلوم ہوا کہ میرا بیٹا بھی اس قبیح کام مین شریک تھا۔ یہ سمجھکر کہ محض راجہ
اُرچھا ہی مجرم ہے اُسنے اس پر فوج روانہ کی۔ گنہگار راجہ جنگلون مین بھاگ گیا
اور گرفتاری سے بچتا رہا تاآنکہ اکبر کے مرجانے پر اپنے آپ کو چھپانے کی کوشش
کرنے کی ضرورت بھی باقی نہ رہی۔ کچھ عرصہ بعد بادشاہ بھی سلیم سے راضی ہوگیا
اور اُسے میواڑ کے ہنگامون کے فرو کرنے کے لیے روانہ کیا۔ یہان یہ ذکر

---

* شہزادہ سلیم نے اپنی توزک جہانگیری مین اس قتل سے اس بنیاد پر صفائی کی ہے کہ اکبر کو اُن
باتون کی ترغیب دینے کا جنکو وہ مذہب سے گمراہ ہوجانا سمجھتا تھا ابوالفضل ہی بانی مبانی تھا۔
اُسنے راجہ اُرچھا پر آخر وقت تک بیحد عنایت کی نظر رکھی۔

کر دینا ضروری ہے کہ یہ ہنگامے اس باعث سے پیدا ہوئے تھے کہ رانا پرتاب سنگھ مغلون کی اطاعت سے برابر انکار کیے چلا جاتا تھا - ۱۵۷۶ع مین بمقام ہلدی گھاٹ شکست کھا کر رانا سے مذکور جنگلون مین بھاگ گیا تھا - اور فوج شاہی اسکے پیچھے ہی پیچھے لگی رہی تھی - تقدیر کچھ ایسی اُسکے خلاف رہی کہ بہت سے انقلابات کے بعد جب ایک دفعہ کامیاب ہونے سے بھی اُسکا کام نہ چل سکا تو اُسنے ٹھان لی کہ اپنے کنبہ والون اور معتمد دوستون کو ساتھ لیکر میواڑ سے نکل جاے اور انڈس کے کنارہ ایک اور سلطنت کی بنیاد ڈالے - وہ وا بھی ہوچکا تھا کہ اسکے وزیر لی بھیتال وفاداری سے اسکے پاس لڑائی جاری رکھنے کا سامان پھر جمع ہوگیا اور اُسنے ٹھان لی کہ ایک لڑائی تو اور لڑنی ہے اسکے دشمن تو متواتر کامیابیون سے بیفکر ہوگئے تھے اب یہ اُن پر ٹوٹا اور اُنکے پچھلے حصہ کو بالکل تباہ کر دیا اور ۱۵۸۶ع مین باستثناے قلعہ چیتور و منڈلگڈھ کے سارا میواڑ پھر لیلیا چتور سے جو تعلق قطع ہوا تو اُسنے ایک نیا دار السلطنت اودے پور قائم کیا کہ بعد مین اُسکا راج اسی نام سے مشہور ہوا - جب ۱۵۹۷ع مین وہ مرا ہے تو یہ سب اسی کے قبضہ مین تھا - اسکی جگہ اسکا بیٹا امر رانا گدی پر بیٹھا جس زمانہ کا ذکر ہم کر رہے ہین (۱۶۰۳ع) اس مین یہی امر رانا شاہی نوجون

کی اُن تمام کوششون کا مقابلہ کر رہا تھا جو وہ میواڑ مین کر رہی تھین۔

شہزادہ سلیم کو بڑا اچھا موقع تھا۔ جو فوجین اسکو دی گئی تھین وہ اسقدر کثیر تھین کہ اگر مستعدی سے ان سے کام لیا جاتا تو فتح میواڑ کے لیے کافی ہوتین مگر اس کام مین اُسنے اسقدر کم شوقی ظاہر کی کہ اکبر نے اُسے واپس بلا کر اسکی نیم خود مختار حکومت پر الہ آباد بھیجدیا کہ وہان وہ شہوت پرستی اور بھی بڑے بڑے کامون مین مصروف رہا۔ شہزادہ کی اپنی عزت اور ادائے فرض کے خیال سے بے پروائی اس درجہ بڑھ گئی کہ اکبر بذات خاص الہ آباد کی طرف اس امید سے روانہ ہوا کہ شاید میری موجودگی سے کچھ اثر ہو۔ مگر وہ ہی منزل چلا تھا کہ اپنی والدہ ماجدہ کی سخت علالت کی خبر سنکر واپسی پر مجبور ہوا۔ مگر اسی بات سے کہ باپ نے اس خیال سے آگرہ چھوڑا تھا شہزادہ سلیم کے خیالات و افعال مین انقلاب پیدا ہوگیا۔ چونکہ باپ اُسکے پاس تک نہ آسکا تھا اسلیے اُسنے یہ ارادہ کیا کہ تھوڑے سے ہمراہی لیکر خود باپ کے دربار مین حاضر ہو۔ وہان پہونچکر اطاعت تو کرلی مگر اپنے طریقون کی اصلاح نہ کی۔ اور اپنے فرزند اکبر شہزادہ خسرو سے جو جھگڑے کرتا رہا اُنکے مضحکے دربار مین ہونے لگے۔

اس مین شک نہین بادشاہ اولاد کی طرف سے خوش نصیب نہ تھا

دو سب سے بڑے بیٹے جو توام پیدا ہوے تھے وہ توخرد سال ہی مر گئے
تھے - تیسرا بیٹا جو غلطی سے پہلا مشہور ہے شہزادہ سلیم تھا - چوتھے بیٹے شہزادہ
مراد کا جس طرح خاتمہ ہوا اُسکا ذکر ا ہی چکا ہے - پانچوین بیٹے شہزادہ دانیال کی
نسبت لکھا ہے کہ وہ سہ وقد تھا - مضبوط جسم پایا تھا - وجیہ تھا - گھوڑون
اور ہاتھیون سے بہت شوق رکھتا تھا اور ہندوستانی زبان مین شعر بھی اچھے
کہتا تھا - مگر وہی بری عادت (میخواری) اسمین بھی تھی جو اسکے بھائی مراد مین
تھی اور قریب قریب اسی زمانہ مین اسی سبب سے اسنے بھی وفات پائی -
اُسکی موت کا اکبر کو بہت صدمہ ہوا کہ اُسنے حتے الامقدور بیٹے کی کثرت
میخواری چھڑا دینے کی بہت کوشش کی تھی اور ترک کا وعدہ بھی لے لیا تھا -
اکبر کے بہت سے پوتے بھی دربار مین موجود تھے - ان مین سب سے زیادہ
چاہیتا شہزادہ خرم تھا کہ بعد مین شاہجہان کے لقب سے جہانگیر
کا جانشین ہوا -

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شہزادہ دانیال کی وفات اور اس وجہ نے جو اُسکی
موت کا باعث ہوئی اکبر کے دل پر بہت اثر کیا - اُس زمانہ مین وہ علیل تو تھا ہی
یہ بات بھی بہت جلد کھل گئی کہ اب اس کی بیماری کا انجام ایک ہی ہونا ہے اُسکے

پاس جو لوگ تھے اُن کے ذہن فوراً جانشینی کی فکر کی طرف منتقل ہوے
اُسکے بیٹون مین صرف شہزادہ سلیم زندہ تھا مگر الہ آباد اور آگرہ مین اور نیز اور
ہر مقام پر اُسکی حرکتین ایسی ہوئی تھین کہ اکثر لوگون کے دل اُسکی طرف
سے پھر گئے تھے اور اسکے بیٹے شہزادہ خسرو کو سب اُمرا یہ سمجھتے تھے
کہ اسکے نام پر ابتک کوئی دھبہ نہین لگا ہے۔ علاوہ اسکے شہزادہ خسرو جو دھپور
کی ایک رانی کے بطن سے ہونے کے باعث راجہ مانسنگہ سے بھی قرابت
قریبہ رکھتا تھا اور راجہ مذکور بڑی قابلیت کا آدمی اور سلطنت کا رکن اعظم تھا۔
اُسکی شادی بھی اس مسلمان سردار کی لڑکی سے ہوئی تھی جو فوج مین سب سے
اونچے عہدہ پر ممتاز تھا اور خود بھی شاہی خاندان سے اس نسبت سے رشتہ
رکھتا تھا کہ اکبر کی چاہیتی انا کا بیٹا تھا۔ چنانچہ یہ دو بڑے سردار شہزادہ
سلیم کے محروم کرنے اور شہزادہ خسرو کو جانشین بنانے کی فکرین کرنے لگے
اس مقصد کے حصول کے واسطے ان لوگون نے قلعہ آگرہ مین جس
محل مین اکبر بیمار پڑا ہوا تھا اُسکے گرد اپنی فوج کا پہرہ بٹھا دیا۔ اگر اکبر اُسیوقت
مرگیا ہوتا تو ضرور اُسکی وفات پر خانہ جنگی ہوتی کیونکہ سلیم اپنے دعوی سے کبھی
باز نہ آتا۔ مگر جب شہزادہ نے یہ سمجھ لیا کہ کس طرح لوگ میرے خلاف

مل گئے ہین تو اپنی جان کے ڈر سے وہ آگرہ سے کچھ دور ہٹ گیا۔ اکبر بخوبی
جانتا تھا کہ یہ میری آخری علالت ہے۔ اسکو پریشانی ہوئی کہ ایسے وقت
مین شہزادہ کیون غائب نہے۔ اور چونکہ سب باتون سے زیادہ حق کو پسند
کرتا تھا اسلیے اُسنے اپنے امراکو اپنے گرد جمع کیا اور شہزادہ سلیم کو اپنا حقدار
جانشین قرار دیا اور یہ امید ظاہر کی کہ شہزادہ خسرو کو حکومت بنگال جاگیر
ہو جاے گی۔

اکبر نے جو قدرت حاصل کی تھی اُسکا ثبوت کسی اور موقع پر ایسا صریح
نہین ہوا جیسا اس نازک موقع پر ہوا۔ اگر ناراضی کا ایک لفظ بھی اپنے احسان
فراموش ناخلف بیٹے کی نسبت اُسکے مُنھ سے نکل جاتا تو وہ اُسکی محرومی
کے لیے کافی ہوتا۔ بخلاف اسکے اُسنے جو اُسکے موافق باتین کہین تو یہ اثر
ہوا کہ بڑے بڑے زور والے اُمرا اس بات پر آمادہ ہوگئے کہ اُسکی خواہش
ضرور پوری کرینگے اور جو تذبذب اور حیص بیص مین پڑے ہوے تھے وہ بھی
ان ہی لوگون سے مل گئے۔ وہ فوج کا سب سے بڑا سردار بھی جو شہزادہ
خسرو کا خسر تھا اور راجہ مانسنگھ سے خسرو کی مدد کرنے کو سازکر چکا تھا اس اثر
سے محفوظ نہ رہ سکا۔ اُسنے خفیہ طور پر شہزادہ سلیم سے کھلا بھیجا کہ آپ میری

جا ب سے اطمینان رکھین کہ مین آپ کی مدد کو حاضر ہون - مان سنگھ نے بھی
کہ اس خاص نازک وقت مین اسی کا زور سب سے بڑھا ہوا تھا یہ دیکھکر کہ اب
اکیلا پڑ گیا شہزادہ سلیم کے پیام سلام قبول کر لیے اور اسکی اعانت کا بھی وعدہ
کر لیا - اب جو جانشینی کی طرف سے اطمینان ہوا تو شہزادہ سلیم محل مین گیا اور
جان بلب اکبر اُسکے ساتھ بہت شفقت سے پیش آیا - اس ملاقات
کے واقعات صرف اس تذکرہ سے معلوم ہوتے ہین جو خود شہزادہ نے
لکھا ہے -

شروع کی شفقت کی باتین ہو چکنے کے بعد اکبر نے یہ خواہش ظاہر کی
کہ سب امرا اُسکے حضور مین حاضر ہون اور یہ کہا کہ وہ مجھے یہ گوارا نہین ہے کہ
تم مین اور اُن لوگون مین جو اتنے برسون سے میری مشقتون مین میرا ساتھ
دے رہے ہین اور میری عزت مین میرے ساتھی رہے ہین کسی طرح کی کوئی
شکر رنجی باقی رہ جاے - جب امرا حاضر ہوے اور آداب بجالائے تو اُن
سب کو مخاطب کر کے چند کلمے ارشاد فرمائے پھر باری باری سے ایک ایک
کی طرف دیکھکر بالتجا کہا کہ اگر مین نے تم مین سے کسی کا قصور کیا ہو تو معاف
کر دینا - پھر شہزادہ سلیم روتا ہوا اپنے باپ کے قدمون پر گر پڑا - اکبر نے اپنے

حاضرین کو اشارہ کیا کہ میری شمشیر شہزادہ کی کمر مین لگا دو اور اسکو سرپیچ اور خلعت شہنشاہی پہنا دو اور محل کی بیگمات کو شہزادہ کے سپرد کیا اور فرمایا کہ میرے پرانے دوستون اور رفیقون کا خیال کرنا اور انکے ساتھ مہربانی سے پیش آنا پھر سر جھکا لیا اور انتقال فرمایا۔

سلطنت مغلیہ کا بانی مبانی اس قدر خاموشی کے ساتھ دنیا سے چل بسا وہ اپنے باپ اور دادا دونون سے زیادہ خوش نصیب تھا۔ اُن سے زیادہ مآل اندیش اور نئی بات کا اختراع کرنے والا بھی تھا۔ اور یہ بھی کہنا مناسب ہے کہ اُسکو اُن سے بہتر موقع بھی ملے اور اُسنے زندگی ایسی پائی کہ اُسنے ہندوستان کی مختلف قومون کو اس بات کا یقین دلا دیا کہ اُنکی حفاظت اور واقعی خودمختاری اور اپنے مذہب اور باپ دادا کے رسوم کی تقلید اسی پر منحصر ہے کہ وہ اس بڑی طاقت کے مطیع رہین جسکی بدولت اُن کو یہ بے بہا برکتین حاصل ہو سکتی ہون۔ اُنکی نظرون مین اکبر کی شان تعصبات سے ارفع تھی۔ کیا ازبک کیا افغان کیا ہندو کیا پارسی کیا عیسائی وہ سب کے لیے یکسان طور پر اپنی زندگی کے بنا لینے کے ذریعہ بہم پہونچا دیتا تھا اور شرط صرف یہی تھی کہ وفادار رہون ہوشیار رہون اور اپنی بات کے پکے ہون۔ مختلف قومون نے یہ بھی مان لیا کہ

اسکی انچاس برس کی سلطنت مین ہندوستان پر کسی ملک غیر کا حملہ نہین ہوا اور جتنے اندرونی دشمن تھے اُن سب کو اُسنے مطیع کرلیا۔ کسی کو زور شمشیر سے اور کسی کو صلح کے طریقہ سے کہ وہی اسکو بالطبع مرغوب تھا۔ محمد امین نے اُسکی وفات کے بعد لکھا ہے کہ "کل زمین کے عرض وطول مین برابر مضبوطی اور ایمانداری کے ساتھ حکومت تھی۔ ہر قسم اور ہر مقام کے لوگ اُسکے دربار مین آتے تھے اور سب درجون مین صلح کل ملحوظ رہتی تھی۔ اور اُسکے تحت مین ہر فرقہ کے لوگ پورے اطمینان کے ساتھ بستے تھے" اکبر فرمانروا ہونے کی حیثیت سے تو ایسا تھا۔ اب باب آیندہ مین میری کوشش یہ ہوگی کہ یہ دکھلاؤن کہ وہ آدمی کسطرح کا تھا۔

۱۵۔ اکتوبر ۱۶۰۵ع کو ایک دن اوپر ۶۳ برس کا ہوکر اکبر نے اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔

بارھوان باب

اکبر کے اصول اور اندرونی انتظام

مصنف آئین اکبری نے لکھا ہے کہ "وہر سہ آبادی از آئین شبارروزی افسر خدیو مایہ ور شود وکہ ومہ کام روا گردد"

اس کسوٹی پر لگا کر جانچ کیجیے تو اکبر کے بحیثیت انسان اور نیز بحیثیت فرمانروا کامیاب رہنے کی وجہ کا منطقی سلسلے سے پتہ لگ سکتا ہے۔ یہی بات نہ تھی کہ اکبر منتظم تھا۔ بلکہ اسکے انتظام مین دل سے یہ خواہش بھی ہوتی تھی کہ وہی کیا جاے اور وہی سمجھا جاے جو حق ہو اور اسکی زندگی کے بڑے کام یعنی اس عمارت کی تعمیر مین ممد ہو جو رعایا کے دلون مین ایسی جڑ پکڑ جاے کہ فرمانروا کی ذات سے کوئی بحث باقی نہ رہ جاے۔ اس سے پہلے کہ ہم تفصیل کے ساتھ یہ بیان کرین کہ اُسنے اس مدعا کے حصول کے واسطے کیا کیا طریقے اختیار کیے ہم چند الفاظ اس مضمون کے متعلق لکھنا چاہتے ہین جس پر اس کل مسئلہ کا دارمدار تھا۔ یعنے یہ کہ اُسکے مزاج کی ترکیب کیسی واقع

ہوئی تھی اور بنی نوع انسان کی روحانی حالت کے متعلق معاملات سے اُسکا دل کس طور پر متاثر ہوتا تھا۔ اس سے زیادہ بڑی تحقیقات اور کوئی نہین ہوسکتی کیونکہ اسکا انحصار تمام تران باتون پر تھا کہ اسکے مزاج کی ساخت ایسی واقع ہوئی تھی اور اُسمین قوت اس بات کی تھی کہ جو خیالات اپنے مذہب والون سے مختلف ہون اُنکو بغیر ہٹ دھرمی کے مان لے اور بلا رو و رعایت اُنکی جانچ کرے۔ اور نیز اس بات پر کہ آیا خاص خاص مسلمان جو تعداد مین کل قوم کے مقابلہ مین کہین کم تھے اس قوم مفتوح مین جو سارے متعصب مسلمانون کے نزدیک ابدالآباد تک تباہی مین مبتلا رہنے والی تھی ایسا بھروسہ اور اس طرح کی ہمدردی پیدا کرسکتے تھے کہ جو اُنکے تعصبات پر اس درجہ غالب آجاے کہ جو اس سے پہلے کی حالت مین دریافت کرنے پر ناممکن معلوم ہوتا۔ اسمین شک نہین کہ یہ زمانہ ایک ایسی حکمت عملی کے نشو و نما پانے کے لیے جو اس معاملہ مین لبرل پالسی کہلاے بہت ناسازگار تھا۔

مسلمان لوگ محض فاتح ہی نہ تھے بلکہ ایسے فاتح تھے کہ جنھون نے اپنا مذہب بزور شمشیر پھیلایا تھا۔ جس نفرت اور حقارت کی نظر سے اس مذہب کے متعصب لوگ ہندوؤن کے مذہب کو دیکھتے تھے اُسکا پتہ اس زمانہ کے

ایک مورخ بدایونی کی تحریرات کے ہر صفحے مین ملتا ہے - اور یہ نفرت کچھ
ہندؤن ہی کے مذہب کے ساتھ محدود نہ تھی - سوائے اس طریقہ عبادت
کے جو امت محمدیؐ مین جاری تھا اور ہرایک طریقہ اسی نفرت کی نظر
سے دیکھا جاتا تھا -

اکبر اسی مذہب مین پیدا ہوا تھا - مگر وہ محقق دل لیکر پیدا ہوا تھا -
اُسکا دل کسی بات کو بغیر ثبوت ماننے والا نہ تھا - اپنی تربیت کے زمانہ
مین اسے بہت سے واقعے ان ہندو راجاؤن کی خوبیون اور وفا شعاری
اور پاک طینتی کے دیکھنے کے ملے تھے جنکو اسکے دربار والے محض اسوجہ
سے کہ وہ برھما کے ماننے والے تھے - دل ہی دل مین عذاب ابدی کے
حوالہ کرتے رہتے تھے - اکبر نے دیکھا کہ اُسکی رعایا مین بہت زیادہ کثرت
ان لوگون اور ان ہی کے ہمخیال لوگون کی ہے اُسنے یہ بھی دیکھا کہ بہت سے
لوگ جو بہت اعتماد کے قابل تھے وہ باوجود اسکے کہ یہ کھلی ہوئی بات تھی کہ بادشاہ
کا مذہب اختیار کرلینے سے دنیاوی اعتبار سے بہت کچھ فائدہ ہوتا تاہم وہ
اپنے ہی مذہب پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہے - اس سبب سے اسکا غور
کرنے والا دل شروع ہی سے اس مسئلہ کو نہ مانتا تھا کہ چونکہ خود نائج

و فرمانروا ہے وقت مسلمان ہے لہذا سارے بنی نوع انسان کے واسطے
اسلام ہی سچا مذہب ہے - رفتہ رفتہ اُسکے خیالات الفاظ کا جامہ پہنکر اس
طرح زبان سے ادا ہونے لگے کہ "جب تک میری رہنمائی نہ ہوے مین
کیون نوع انسان کا رہنما ہونے کا دعویٰ کرون" اور جب اُسنے اور مذہب
والون سے انکے اصول سنے تو اسکے سچے شکوک اور بھی قوی ہو گئے اور جون
جون اُس کو یہ معلوم ہوتا گیا کہ عام اس سے کہ مذہب کچھ ہی ہو ایک ہی فرقہ
کی تقلید مین تنگی بہت ہوتی ہے وہ روز بروز اس اصول سے آشنا ہوتا گیا کہ سب
کے ساتھ بے تعصبی سے رہنا چاہیے -

یہ انقلاب یکایک نہین ہوگیا - مورخ بدایونی نے جو بڑا کٹا مسلمان
تھا اور جسکو ایسے بڑے بادشاہ کے اپنی دانست مین برگشتہ ہوجانے کا رونا
پڑا تھا یون لکھا ہے کہ "بچپن سے زمانہ بلوغ تک اور سن بلوغ سے ایام ضعیفی
تک بادشاہ سلامت پر مختلف حالتین گزرگئین اور ہر طرح کے فرقون کے
اعتقادات اور مذہبی طریقے دیکھ ڈالے اور جو کچھ لوگون کو کتابون مین مل سکتا
ہے وہ سب انھون نے جمع کر لیا کہ انمین انتخاب کا مادہ خاص تھا اور وہ
تحقیق کرنے والی طبیعت پائی تھی جو ہر (اسلامی) اصول کے خلاف ہے

چنانچہ اس طرح کا ایک عقیدہ کہ چند ابتدائی اصولون پر مبنی تھا ضمیر منیر شاہی کے آئینہ مین منعکس ہوگیا۔ اور جو اثر خاطر اقدس پر پڑتے رہے اُن سب کا نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ قلب مبارک پر یہ نقش کالحجر ہوگیا کہ ذی شعور لوگ سب مذہبون مین ہوتے ہین اور اتقا اور اعجاز والے بھی سب قومون مین پائے جاتے ہین۔ اور اگر صورت حال یہی ہے کہ حق کا علم ہر جگہ ملتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ حق کسی ایک ہی مذہب یا فرقہ اسلام ہی مین محدود ہو حالانکہ یہ فرقہ بمقابلہ اورون کے بالکل جدید ہے اور مشکل سے ہزار برس اسکی اشاعت کو ہوئے ہین۔ اور کیا سبب ہے کہ ایک فرقہ جس بات کا انکار کرے اُسی کی دوسرا تائید کرے اور کیون اس سے پہلے کہ ایک فرقہ کی برتری مسلم ہوجائے اسکو دوسرے پر فوق دیا جائے۔

بدایونی آگے چلکر لکھتا ہے کہ اکبر برہمنون اور سماینون سے ملتا تھا اور انکی صحبت کا اثر یہ ہوا کہ مسئلہ تناسخ کا قایل ہوگیا۔ مگر اسمین بھی شبہ نہین کہ فیضی اور ابوالفضل جو دو بھائی تھے کہ اُنھون نے مثل اُسکے مذہب اسلام مین تعلیم پائی تھی انکی صحبت نے بھی بادشاہ کی مذہبی تحقیقاتون کا رخ پھیرا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان دونون ذی اقتدار گرامی شخصون کا کچھ ذکر

یہان لکھا جاے - یہ دونون عربی نسل کے ایک شیخ شیخ مبارک نامی کے
بیٹے تھے اور انکے آبا و اجداد راجپوتانہ مین مقام ناگر مین آن بسے تھے -
شیخ مبارک نے اپنے آبا و اجداد کے مذہبی علوم کو اس طرح تحصیل کیا تھا
کہ اسکی ہر شاخ سے پورا پورا ماہر ہوگیا تھا - اور خداداد تجسس کرنیوالا
دل اور ذکی طبیعت پائی تھی اور علم کے ساتھ ساتھ خیالات مین بھی ترقی کی تھی -
چنانچہ اُسنے اپنے لڑکون کو ایسی تعلیم دی کہ اُن کے تربیت پذیر اور تعلیم پسند
دلون پر جم گئی اور ان کو ایسا قابل کردیا کہ چاہے جن لوگون مین رہین اُنکے
جوہر چمکتے ہی دکھائی دین - بڑا بیٹا شیخ فیضی آگرہ کے قریب پیدا ہوا کہ اُسکا
باپ ۱۵۴۷ء مین اسی جوار مین آبسا تھا - اس حساب سے وہ اکبر سے
عمر مین پانچ برس چھوٹا تھا - بادشاہ کے ممالک غرب و شمال فتح کرنے کے
تھوڑے ہی دن بعد شیخ فیضی نے کہ اس زمانہ مین تقریباً بیس برس کا تھا
عالم اور طبیب ہوکر وہ زندگی شروع کی جسمین نام و نمود بالکل نہ تھا - تھوڑے
ہی عرصہ مین اسکی شاعری کی دھوم ہوگئی - وہ خلقی طور پر فیاض دل تھا اور
چونکہ طبابت کے پیشہ سے آمدنی کا سہارا تھا اسلیے بہت سے کار خیر اُس سے
بن آتے تھے اور اُسنے اپنا یہ معمول کرلیا تھا کہ غربا کا علاج مفت کرتا تھا -

مذہبی معاملات مین وہ اپنے باپ کے قدم بقدم تھا اور اسکا رجحان
شیعہ فرقہ کے اصولون کے طرف پایا جاتا تھا - کہا جاتا ہے کہ ایک دفعہ اُسنے قدر[x]
سے تھوڑی سی زمین کے عطا ہونے کی درخواست کی - افسر مذکور نے کہ
سنی تھا درخواست ہی نامنظور نہین کی بلکہ محض اُسکے شیعہ ہونے کی وجہ سے
بہت ذلت اور حقارت کے ساتھ اُسکو اپنے کمرہ سے نکلوا دیا - اسی عرصہ مین اسکی قابلیت
کا شہرہ سنکر اکبر نے فیضی کو اپنی حضوری مین چیتور کے سامنے طلب فرمایا کہ
اس وقت قلعہ مذکور کا محاصرہ کیے پڑا تھا - فیضی کے دشمن تو بہتیرے تھے -
خصوصًا وہ لوگ جو کٹّے مسلمان تھے یا سنی فرقہ سے تھے - اُن لوگون نے
اس حکم کی یون تاویل کی کہ یہ طلبی سزا دینے کے لیے ہوئی ہے اور حاکم آگرہ کو
خبردار کردیا کہ دیکھو فیضی بھاگنے نہ پائے - مگر فیضی کو بھاگنے کا خیال بھی نہ تھا -
پھر بھی فیضی قیدی کی طرح دربار اکبری مین حاضر کیا گیا - بادشاہ ذیجاہ اُسکے
ساتھ کمال مہربانی سے پیش آیا اور اُسکی طرح طرح کی قابلیتون پر فریفتہ ہوکر تھوڑے
ہی عرصہ بعد نوکر رکھ لیا اور شہزادون یعنے اپنے بیٹون کو علوم اعلے کی

x قدر ایک افسر ہوتا تھا جو عرائض کی جانچ کے لیے مقرر رہتا تھا اور یہ سمجھکر مقرر کیا جاتا تھا
کہ وہ کسی کی رو رعایت نہ کریگا - (دیکھو بلاکمین صاحب کی آئین اکبری صفحہ ۲۶۸) -

دوستون کو اُسکے اس کمال پر حیرت ہوتی تھی کہ کس طرح وہ ایک مشکل لکھنے والے مصنف کے دقیق طرز تحریر پر اس قدر حاوی ہوگیا کہ اُسکا ہم خیال بنگیا۔

ابو الفضل کو طلب علم کا شوق فطرتی تھا۔ اس وجہ سے جو اکبر نے اُسے دربار شاہی مین یاد فرمایا تو کچھ عرصہ تک اُسنے موافق جواب نہین دیا۔ مگر اس طریقہ سے جسکا ذکر اوپر آچکا ہے اکبر اور ابو الفضل کے بڑے بھائی فیضی سے دوستی بڑھتی گئی اور اس سے اُس دوستی کی بھی راہ کھل گئی جسکا اکبر کو بہت ارمان تھا اور جب شروع ۱۵۷۴ع مین ابو الفضل فیضی کا بھائی ہونے کی حیثیت سے پیش کیا گیا تو اکبر اُسکے ساتھ ایسی خاطر سے پیش آیا کہ ابو الفضل نے مناسب سمجھا کہ جو ارادہ گوشہ قناعت مین وقار کے ساتھ بیٹھے رہنے کا کرچکا تھا اس پر پھر غور کرے۔ اس زمانہ مین اسکی عمر کل تیئیس برس کی تھی مگر اپنے ملک مین جو علوم کے چشمے میسر تھے اُن سب سے سیراب ہوچکا تھا۔ وہ خود لکھتا ہے:- "شورستان خاطر را علاج مفید نمی آمد گاہ دل نصیحت دانایان خطہ خطا کشیدی وگاہ برتاضان کوہ لبنان خاطر را میل پدید آمدے گاہ شوق ہمزبانی لاہبلے تبت آرام گسل گشتے گاہ

ہمنفسی با دریان پر تکال دامن عزیمتم گرفتے گاہ ہمنشینی موبدان فارس و رموزدانی
ژندواستا شکیب ربلے خاطر شدے چہ دل ارباب صحو و اصحاب سکر دبار خویش
گرفتہ بود" اسی زمانہ سے وہ درباریون مین شامل ہوگیا اور اس مین اور اکبر مین
وہ خالص دوستی قائم ہوگئی جو جانبین کی ہمدردی اور قدردانی کے باعث
سرمایہ لطف حیات ہوا کرتی ہے - ابوالفضل نے بادشاہ کو اپنے سب شاگردون
سے زیادہ مستعد پایا - شکار کی خوشیون مین سلطنت کے افکار مین لڑائی
کے ہنگامین اکبر کو اس سے زیادہ تفریح کسی اور کام سے نہین ہوتی تھی کہ خوشی
خوشی اُن مناظرون کو سنے جواسکے معزز دوست اور مسلمان فقیہون مین ہوا کرتے
تھے کہ وہ اسکی تردید پر کمربستہ تھے - یہ مناظرے بھی اکبر کی سلطنت کا بڑا
یادگار واقعہ ہین - بغیر اسکے کہ انکا ذکر کسی قدر تفصیل کے ساتھ کیا جاے
اکبر کے افتاد مزاج کا پتہ چلنا محال ہوگا - اکبر کے دل مین وہ بے تعصبی اور
سب کو یکسان سمجھنے کے اصول جنکے عمل مین لانے کی وجہ سے تاریخ
ہندوستان مین ایک انقلاب عظیم پیدا ہوگیا یکایک پیدا نہین ہوگئے تھے
اپنی سلطنت کے پہلے بیس برس تک تو اُسے ملک گیری سے اور اپنی سلطنت
قایم کرنے سے فرصت نہین ہوئی - بنگال بہار اڑیسہ اور مغربی ہندوستان

(جسمین گجرات اور خاندیس بھی شامل تھے) مین یہ حالت تھی کہ معزول شدہ خاندانون کے باقی ماندہ لوگ موقع کے منتظر تھے اور چپکے بیٹھنے کے معنے یہ تھے کہ انکو حملہ کرنے کے لیے مدعو کیا جائے - اکبر مجبور تھا کہ آگے بڑھتا رہے - پچھلے تجربے سے اور نیز اُن واقعات سے جو روزمرہ اکبر کو پیش آتے تھے یہ ثابت ہوگیا تھا کہ اگر ہندوستان مین اندرونی بہبود رہنی ہے تو اُسکے لیے یہ بھی لازمی ہے کہ سارے ہندوستان کا مالک اعلی ایک ہی ہو - اس بیس برس کے عرصہ مین اُسے بہت سے اوقات فرصت کے بھی ملے اور اُنکو اُسنے اپنے مصاحبون سے اس مسئلہ پر بحث کرنے مین صرف کیا کہ کسطرح ایسے نظام سلطنت کی بنیاد ڈالی جائے کہ رعایاے مفتوح کی ہمدردی سے سلطنت قائم رہے - اسکا تو اُسکو حق الیقین تھا کہ پُرانے طریقہ اب ٹکسال باہر ہوگئے ہین اور یہ ناممکن محض ہے کہ ہندوستان پر اس طرح مسلط رہے کہ مختلف صوبون مین فوجین رکھی جائین اور یہان کے باشندون کے خیالات اور خواہشات اور پرانے رواج کا کچھ خیال نہ کیا جائے کیونکہ دنیا کی سب قومون سے زیادہ اس ملک کے لوگ شاعرانہ اور خیالی باتون پر سر دھننے والے ہین اور اپنے باپ دادا کے رسم و رواج کی پیروی پر

جان دیتے ہین۔

پرانے طریقہ کی چار صدی سے اوپر ہی اوپر آزمایش ہوئی اور برابر ناکامی نصیب ہوئی اگر خود قایم کرنے والا ناکام نہ ہوا تو اُسکا قریبی جانشین تو ضرور ناکام ہی رہا۔ تاہم اکبر سے پہلے جو سلاطین گزرے ان مین سے کسی نے اُس طریقہ کو چھوڑکر دوسرا طریقہ اختیار کرنے کی طرف توجہ نہین کی۔ اُسکے نامور دادا کو اس ضرورت کی جھلک ضرور نظر آئی تھی مگر اُسکو اتنی مہلت ہی نہ مل سکی کیونکہ اُسکے واسطے قیام سلطنت سے پہلے ملک گیری کی ضرورت تھی۔ اُسکا باپ سب افغان بادشاہون سے زیادہ اس معمے کے حل کرنے سے قاصر رہا۔ اُسنے ایک اپنے سے بہتر سپہ سالار سے شکست کھائی اور اُسکی سلطنت جسنے جڑ نہ پکڑی تھی بالکل نیست و نابود ہوگئی اور اُسکا نشان بھی باقی نہ رہ گیا۔ غرض اکبر کے دل مین جم گئی تھی کہ ایسے نظام کے قایم کرنے کی ضرورت ہے کہ جسکو بقا ہو اور اُسکے لیے یہ ضروری ہے کہ اسکی بنیاد اس اصول پر ہو کہ دونون جانب سے ایک دوسرے کا لحاظ کیا جاوے اور قوم و مذہب و رسم و رواج کے تفرقے جو قایم ہین وہ جانبین کی بے تعصبی سے اُٹھا دیے جائین اور یہ بھی طرح ظاہر کردیا جاوے کہ اگر محراب

کا بیچ والا پتھر نکلجاے تو سارے پتھر جن سے وہ محراب بنی ہوئی ہے
خودبخود گرجائینگے - چنانچہ ان ہی خیالات سے جیساکہ ہم اوپر لکھ چکے ہین
اکبر اپنے درباروالون اور قابل لوگون سے اس مسئلہ پر بحث کیا کرتا تھا
کہ کس طرح ایسا نظام سلطنت قایم کیا جاے کہ قوم مفتوح کے دلون مین بھروسہ
اور اعتبار پیدا ہو -

ابوالفضل سے ملاقات ہونے سے پہلے اکبر مایوسی کے ساتھ اپنی
کوشش سے دست بردار ہو چلا تھا - بجاے اسکے کہ کوئی دانشمندی
کی صلاح دیجاے اُسکو تعصب اور ہٹ دھرمی ہی کی تعلیم ہوتی جاتی تھی -
اُسکے بچپن کے زمانہ کے جو صلاح کار تھے اُن سے بالکل مدد کی امید نتھی -
اکبر ان لوگون کے جھگڑون سے عاجز آگیا تھا اور اس بات سے بیزار تھا
کہ مسلمانون مین بھی جو مذہبی اختلافات ہوتے تھے اُنکے باعث یہ لوگ اختلاف
کرنے والون کی ایذا کے درپے رہتے تھے - ابوالفضل کی کشادہ دلی کی
تعلیم کا امتیاز ہونے سے پہلے ہی اکبر یہ نتیجہ سمجھ چکا تھا کہ نظام سلطنت قایم
کرنے سے پہلے اُن متعصب علما سے لڑنا پڑیگا جو اُسکی سلطنت مین بہت
قابو یافتہ تھے پروفیسر بلاکمین صاحب لکھتے ہین کہ "وہ اپنی ہندو رعایا کی قدر

دل مین ہوگئی تھی تو اس زمانہ مین کہ شام کے وقت فتحپور سیکری مین
ھر پر بیٹھکر غور کیا کرتا تھا اُسنے یہ رلے قایم کرلی تھی کہ اپنی سلطنت
ب کے ساتھ یکسان برتاو رکھونگا" مگر چونکہ علما و فقہا کے جو بہتے
ے ہوے خیالات بجاے مرہم رکھنے کے چرکے لگانے پر مجبور
تھے اسلیے اُسنے مباحثے شروع کیے کیونکہ اُسے یقین تھا کہ مین
پر ہون اور بحیثیت بادشاہ ہونے کے وہ تحقیق کرنا اپنا فرض سمجھتا تھا
ے ہر پنجشنبہ کو رات کے وقت فتحپور سیکری کے ایوان عبادتخانہ مین ہوا
تھے کہ ایوان مذکور اسی غرض سے تعمیر ہوا تھا ۔

کچھ عرصہ تک تو ابوالفضل ان مباحثون مین دبا ہوا رہا اور اسی پر قناعت
ن مسلمان فرقون کے علما کو ایک دوسرے کے جواب مین قاطع دلیلین
با ان فرقون کے پیشواؤن سے جو تعصب اور تنگدلی کا اظہار
پر ہوتا تھا کہ باوجود اس امر پر متفق ہونے کے کہ ہندوون اور کفار
بچانا روا ہے یہ لوگ آپس مین ایک دوسرے پر کفر کے فتوے
تھے اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اکبر کی طبیعت بیزار ہوگئی ۔ اُسنے دیکھا کہ بجاے
کے اسلام مین بہت ساری تفرقین پیدا ہوگئی ہین نہ اُسکی بیزاری

کو اس سے اور بھی زیادہ ترقی ہوئی کہ اُن مختلف فرقون کے پیشوا ایک دوسرے
کے ساتھ بہت بدتمیزی سے لڑتے تھے حالانکہ اُن مین سے بعض بعض
سلطنت کے بڑے بڑے عہدون پر ممتاز تھے - اور ایک دفعہ تو مجبور ہو
کو اسکو یہ حکم دینا پڑا کہ آیندہ سے جو شخص ایسی بدتمیزی کا مرتکب ہوگا وہ ایوان
سے نکال دیا جاوے گا - آخر کار ایک دن پنجشنبہ کی شام کو کہ وہ شام
بھی یادگار رہیگی ابو الفضل نے معاملات کی صورت ایسی کر دی کہ فیصلہ ہی ہو
رہے - اس بات کا اندیشہ نہ تھا کہ اسکی ضرور مخالفت ہوگی اُسنے یہ مضمون
مناظرہ کے واسطے پیش کیا کہ بادشاہ اپنی رعایا کا محض دنیوی حاکم نہین ہے
بلکہ دینی پیشوا بھی ہے -

یہ مسئلہ اسلام کے اصل اصول سے متناقض تھا کہ اُسکے مطابق
قرآن مجید کو جملہ انسانی احکامات پر فوق ہے - ابو الفضل نے یہ مسئلہ اس بنیاد
پر پیش کیا تھا کہ اس سے پیشتر جو مسلمان علما کے مناظرے ہوے تھے
تو قرآن کی مختلف آیتون کی تفسیر ہی مین اختلاف نہین ہوے تھے بلکہ رسول
عربی کے اخلاق اوصاف کے بارہ مین بھی خیالات مختلف تھے - چنانچہ
ابو الفضل کے اس مسئلہ نے طوفان عظیم برپا کر دیا - جتنے علما و فضلا جمع

تھے سب سمجھ گئے کہ یہ اسلام کے بڑے اصول پر حملہ کیا جاتا ہے اور جو زیادہ
انجام بین اور بے تعصب تھے اُنھون نے یہ بھی سمجھ لیا کہ ہمارے پچھلے
مباحثون ہی سے انتہا درجہ کے صاف قانون اور اعلیٰ درجہ کے عقیدہ کی
مضبوط دیوارون کو توڑتا ہے۔

مگر وہ ایسے مسائل سے کس طرح اختلاف کرتے جسکا اثر اکبر کے
اختیارات پر پڑتا تھا اس مشکل کے حل کرنے کو ان لوگون نے جو فیصلہ کیا
اُسے وہ تو مصالحت ہی کہتے رہے مگر در اصل اس سے اس مسئلہ کو
بالکل ہی مان لینا پڑا۔ ایک محضر× طیار ہوا اور اسکی رو سے بادشاہ حاکم عادل
قرار پایا اور اس طور پر مجتہد کے درجہ کی فضیلت اُسکو ملی یعنی یہ کہ اسلام کے
متعلق جتنے امور ہون اسمین اُسکا حکم مختتم قرار پایا۔ اس مجتہد مان لینے سے
ابو الفضل کا جو مطلب تھا وہ حاصل ہو گیا۔ کیونکہ محضر کی رو سے "بادشاہ
عادل کی عقل پر قانون کا دارمدار ہو گیا اور سب علما و فقہا نے معاملات

× بلاکمین صاحب نے اپنی آئین اکبری کے صفحہ ۱۸۴ مین اس محضر کی بابت لکھا ہے کہ اسلام
کی مذہبی تاریخ مین یہ محضر بالکل جدید تھا۔ اور اسکی نقل بھی صاحب ممدوح نے اپنی مشہور
کتاب کے صفحہ ۱۸۶ مین درج کی ہے۔

مذہبی مین اکبر کے احکام کو محکم مان کر انکے بموجب عمل کرنے کا اقرار کرلیا"

ابو الفضل اکبر نامہ مین لکھتا ہے کہ اس محضر سے بڑے عمدہ عمدہ نتیجے پیدا ہوے "نخستین از فزونی شناسائی بارگاہ مقدس مجمع دانشوران ملل ونحل آمد وازانجا کہ ہر اٰین شایستگی چند باخود دارد ہر کدام نصیبہ آفرین برگرفت وازفرط انصاف گری نکوہیدگی ہیچ طائفہ پردہ بات نیکوان نتوانست شد۔ دوم ہنگامہ صلح کل درپیشگاہ خلافت رونق پذیرفت وگروہا گروہ مردم باگوناگون احوال کامروای صورت ومعنی گشتند۔ سوم تبادسرشتی وکج گرای فرومایگان روزگار از حیز پیسچی وحق سگالی گیہان خدیو درکمتر زمانی شرمسار نادانی گشتہ بیچارہ گری ایام بے دانشی تگاپوے نمودند وبسیاری بکیفر کردار خویش درشکنجہ ناکامی فروشدند۔ یہان یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ دو مسلمان فرقون کے پیشوا جو اس گروہ کے سرغنہ تھے جو غیر عقیدہ والون کو ایذا دینے کا حامی تھا انکو اس محضر پر دستخط کرنا بہت شاق ہوا مگر جبرًا قہرًا دستخط کرنے ہی پڑے بخلاف اسکے ابو الفضل کے باپ نے کہ وہ مذہب اسلام کے سارے دقائق کو ازبر کیے بیٹھا تھا اور اسکے مختلف فرقون کے علوم سے ماہر تھا خوشی خوشی دستخط کرکے اتنا زیادہ لکھا کہ این امریست کہ من بجان ودل خواہان وازـ

ے باز منتظر آن بودم -

س محضر پر دستخط ہوجانے سے اکبر کی زندگی اور سلطنت مین انقلاب عظیم
- یہ پہلا موقع تھا کہ وہ بالکل آزاد ہوگیا - بے تعصبی کے خیالات اور
پنے عقاید کے استحفاظ کی راے جو اُسکے دل مین تھی اب وہ اُسکی
بخوبی کرسکتا تھا - اب وہ ہندوُن پارسیون اور عیسایٔون کو اپنے
ن مین شریک کرسکتا تھا - وہ اپنے اُس ارادہ کی بھی تکمیل کرسکتا تھا
سے اُسنے دل مین سوچ رکھا تھا کہ اس ملک کے راجاؤن کے
و آگرہ کی حکومت مرکزی سے وابستہ کردے - سچ پوچھیے تو یہ محضر اُسکی
کا یگنا چار ٹا تھا -

مجھے امید ہے کہ ناظرین معاف فرماینگے کہ مین نے اس محضر کے
ونے کا حال کسی قدر طوالت کے ساتھ لکھا ہے کیونکہ اسی محضر کی
وشاہ کو یہ بات حاصل ہوئی تھی کہ آیندہ اپنے قوانین نافذ کرے
لام کے تنگ قیود سے باہر نکال سکے - اسی کی بدولت ابوالفضل
بن گئی - یعنے یہ اکبر اور ابوالفضل مین ہمیشہ کو رہنے والی دوستی
- بخلاف اسکے اسی محضر کا یہ بھی اثر ہوا کہ سب متعصب لوگون کو ابوالفضل

سے نفرت ہوگئی اور انجام کار اسی کی بدولت جیسا کہ ہم پچھلے باب مین ذکر کر چکے ہین وہ قتل بھی ہوا۔

اکبر کو جو اختیار اس طور پر حاصل ہوا اس سے پہلا کام اُسنے یہ لیا کہ عدالت ہاے دیوانی و فوجداری کو درست کیا۔ اپنے میر عدل کو جو بہت غالی سنی تھا اور جسنے اپنے اختیارات سے یہ کام لیا تھا کہ شیعون کو اور اور سب غیر عقیدہ والون کو جنمین ابوالفضل کا بھائی فیضی بھی شامل تھا تنگ کرتا رہا تھا ظاہری طور پر بعزت تمام مکہ کو جلاوطن کیا۔ ایک اور ذی رتبہ عہدہ دار کو کہ وہ بھی ایسا ہی متعصب تھا اسی طرح کا حکم ملا اور یہ قاعدہ سب کے ذہن نشین کر دیا گیا کہ قانون جملہ اختلافات مذہبی کو نظرانداز کریگا اور سب آدمی عام اس سے کہ وہ سنی ہون یا شیعہ ہندو ہون یا مسلمان یکسان سمجھے جاینگے مختصر یہ کہ جو مسئلہ ناظم فوجداری یا عامل دیوانی کے سامنے پیش ہوگا اُس مین مذہب کو کوئی دخل نہوگا۔

اُسی زمانہ سے یہ دونون بھائی فیضی اور ابوالفضل تدابیر استحکام و قیام سلطنت مین اکبر کے خاص مشیر ہوگئے۔ اُسنے ان دونون کو جنگی خدمات پر مامور کر دیا کہ اسی خدمت کی بدولت دربار مین اعلی درجہ کی وقعت نصیب

ہو سکتی تھی - یہ دونون اکثر لیغارون مین بھی اکبر کے ہمرکاب رہتے تھے اور آئین مالگزاری کی اصلاح کی تدبیرین بھی بتلاتے تھے اور بادشاہ کو صلاح دینے اور اسکی رائے کی تائید کرنے کو بھی آمادہ رہتے تھے -

اس عرصہ مین تقاضائے زمانہ کے مطابق اور اپنی محکوم رعایا کے خیالات کے لحاظ سے اکبر ایک ایسا مذہبی طریقہ مرتب کرکے شایع کرنے کی طیاری کر رہا تھا جسکو وہ سمجھتا تھا کہ میری رعایا کے بیشتر حصہ کو مرغوب ہوگا اس طریقہ کا جو دین الٰہی کے نام سے موسوم تھا لب لباب یہ تھا کہ خدا کو ایک مانو اور اکبر کو اُسکا خلیفہ یعنی دنیا کا نائب الٰہی جانو - اسلامی نمازین اٹھادی گیئن کہ تنگ بہت ہین اور سمجھ مین نہین آتی ہین اور بجائے اُنکے وہ نمازین قایم ہوئین جو بہ نسبت اسلامی نمازون کے زیادہ عام طرح کی تھین اور پارسیون کے طریقہ پر مبنی تھین اور رسوم عبادت ہنود کے طریقہ سے اقتباس کی گئی تھین - جملہ کاغذات سرکاری مین اور نیز شاہی جلسون مین نئے سنہ تاریخ قایم ہوے کہ یہ بالکل پارسیون کے طریقہ کے مطابق تھے ان باتون پر مسلمانون کی طرف سے کھلے خزانے تو کچھ زیادہ مخالفت نہین ہوئی مگر جو متعصب اور کٹّے مسلمان تھے وہ اپنے دلون مین اُس شخص سے

بہت سخت نفرت کرتے تھے جسکو بادشاہ کا خاص صلاح کار سمجھتے تھے۔
علاوہ اسکے ہندو راجاؤن اور سردارون کا فوج کے اعلےٰ عہدون پر ممتاز
ہونا اور دربار مین اونچی جگہ پانا بھی ان لوگون کو بہت شاق تھا۔ انکو اس سے
کچھ بحث نتھی کہ بھگوانداس مانسنگہ ٹوڈرمل اور بیربل سے لوگ غیر معمولی
قابلیت والے ہین۔ آخر یہ لوگ ہندو تو تھے۔ اور محض اس وجہ سے کہ ہندو
تھے مسلمان مورخون کو کسی طرح گوارا نہ تھا کہ جہان کہین انکا نام آئے وہان انکے
مذہب پر طعنہ نہ دین یا عقبی مین جو کچھ انکا حال ہونا ہے اُسکا مذکور نہ کرین۔
یہ امر کہ اکبر کے دل مین تحقیقات کا شوق تھا اس بات سے ظاہر ہوتا
ہے کہ اُسنے یہ چاہا تھا کہ پرتگال والے جو گوا مین آن کر آباد ہوے تھے اُنکے
مذہب کی معقول معلومات حاصل کرے۔ چنانچہ فیضی کو حکم ہوا کہ انجیل کا صحیح
ترجمہ فارسی زبان مین کرکے پیش کرین اور ایک مسیحی جا سلیق پادری ردولفوایکوا دیوا
نامی مشنری کو گوا سے آگرہ بلایا۔
پادری مذکور کے آگرہ آنے کے زمانہ ہی کا ذکر ہے کہ ایوان عبادتخانہ
مین وہ مشہور مذہبی مناظرہ ہوا جس مین قابل قابل مسلمان حکما و فقہا و برہمن و جین
و تناسخ کے ماننے والے ہنود و عیسائی و یہودی و زردشتی یعنے پارسی سب

نے باری باری سے تقریرین کین - ابوالفضل نے اسکا قصہ یون لکھا ہے
کہ "ہر شخص بے خوف اپنے اپنے اصول اور دلیلین بیان کرتا تھا اور بہت بہت
دیر تک بہت سرگرمی کے ساتھ بحث مباحثے ہوتے تھے - ہر فرقہ والے اپنے
غرور و پندار کے باعث اپنے مخالفون کے بیانات پر معترض ہوتے تھے اور انکی
تردید کرتے تھے - ایک رات عبادتخانہ پادری ردولفو کے قدوم میمنت لزوم
سے منور ہوا کہ یہ شخص عقل و فراست مین تمامی حکماے مسیحی مین لاثانی تھا
بہت سے نکتہ چین متعصب لوگ پادری مذکور سے بھڑ گئے اور اسکا موقع آگیا
کہ سب لوگ جو جمع تھے وہ غور و انصاف کے ساتھ بلا رو رعایت اپنی راے
ظاہر کرین - ان لوگون نے وہی پرانے اصول پیش کیے جنکو زمانہ ماسبق سے
مانتے چلے آتے ہین اور عقلی دلائل سے حق کے دریافت کرنے کی کوشش نہ
کی - انکی تقریرون کی خوب خوب دھجیان اڑین اور قریب قریب ندامت کے
درجہ کو پہونچ گئے - تب انھون نے انجیل کے اختلافات پر اعتراض کرنے
شروع کیے مگر اپنے اعتراضات کے ثابت کرنے سے قاصر رہے - پادری
صاحب بہت خاموشی کے ساتھ اپنے برسرحق ہونے پر بھروسہ کرکے ان کی
دلیلون کے جواب دیتے رہے اور پھر یون گویا ہوے کہ " اگر ان لوگون کی

ہماری کتاب کی نسبت یہ رائے ہے اور اگر انکو قرآن کے کلام الٰہی ہونے کا
یقین ہے تو آگ روشن کیجائے اور مین انجیل ہاتھ مین لیکر اور علما اپنی مقدس
کتابین ہاتھ مین لیکر اُس آزمایش کے مقام مین در آئین جھوٹ سچ آپ ہی
کھل جائیگا۔ سیہ قلب کم ظرف معترض اس تجویز پر بغلین جھانکنے لگے اور ناملائم
الفاظ سے جواب دینے لگے۔ اس تعصب اور زیادتی سے بادشاہ کا
قلب صافی مکدر ہوگیا اور انتہاے شعور و دانش سے یون ارشاد فرمایا
کہ اگر آدمی محض ظاہری طور پر اسلام کا قائل ہوا اور دلی اعتقاد نہ ہو تو اس سے
کچھ فائدہ نہین ہوسکتا مین نے بہت سے برہمنون کو اپنی طاقت کے خوف سے اپنے
آبا و اجداد کا مذہب اختیار کرنے پر مجبور کیا ہے۔ مگر اب کہ میرا دل حق کی
شعاعون سے منور ہوگیا ہے مجھے اسکا پورا یقین ہے کہ ہٹ دھرمی
اور خودی کا تاریک ابر تمھارے دلون پر چھایا ہوا ہے اور بغیر ثبوت کی مشعل
کے ایک قدم بھی آگے بڑھنا محال ہے۔ طریقہ وہی اچھا ہوگا جسے ہم عقل
سلیم کے اتباع پر اختیار کرین۔ مذہبی آیات کا پڑھنا ختنہ کرانا یا خوف
شاہی سے سربسجدہ ہونا خدا کے سامنے کچھ کام نہ آئیگا۔ عبادت کے معنے
یہ نہین ہین کہ آدمی سجدۂ زمین بوس کیا کرے۔ خلوص کو اپنا شیوہ کرنا چاہیے

کیونکہ صدق کسی کی پیشانی پر نہین لکھا ہوتا ہے"

اس مباحثہ اور عیسائی پادری کی آگ سے جانچ کرنیکی تجویز کی بابت جو چاہے کہا جاے مگر کم سے کم اس لحاظ سے تو ضرور اسکو اچھا سمجھینگے کہ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ایوان عبادتخانہ مین پوری آزادی کے ساتھ مباحثے ہوتے تھے اور نیز اسکا پتہ چلتا ہے کہ اکبر کی طبیعت کا رجحان کس طرف تھا۔ واقعی بات یہ ہے کہ اُسنے عقل کی رہبری سے سب مسلم مذہبون اور طریقتون کی جانب سے اعتقاد اُٹھا دیا تھا۔ بجاے اُن طریقتون اور مذہبون کے وہ صرف قادر مطلق وآفریدگار عالم کا قایل تھا اور اپنے تئین یہ سمجھتا تھا کہ اس دنیا مین خدا کا نائب اور سب سے زیادہ ذی اختیار مین ہون اور میرا کام یہ ہے کہ خدا کے احکام کریمہ یعنے بے تعصبی عدل گستری اور ایسی آزادی کہ کوئی عقاید کو جو دوسرون کی جان کو معرض خطر مین نہ ڈالے اس دنیا مین پھیلاؤن۔ مسلمانون کے ساتھ وہ بہت سخت تھا کیونکہ وہ خوب جانتا تھا کہ جو فرقہ سربرآوردہ ہوتا ہے اسکے علماے مذہب ہمیشہ ایذارسانی کی طرف مائل رہتے ہین۔ مگر سنتا سب کی تھا اور چونکہ سب مین اس خطرناک نقص کا رنگ پاتا تھا کہ ہر فرقہ کے متعصب علماے دین قادر ذوالجلال کی رحیمی وکریمی

دیکسان فیض گستری کی صفات مین بٹہ لگاتے تھے اسلیے وہ سب کے خدا کے سامنے سر جھکاتا تھا مگر سب کے پیشوایان دین سے نفرت کرتا تھا۔
لوگون نے اسکو مجوسی بھی مشہور کیا ہے کیونکہ وہ آفتاب کو ذات آلہی کا مظہر مانتا تھا۔ اور ہمین تو شبہ بھی نہین کہ پارسیون کے طریقہ کی سادگی کے جانب اسکو بہت رجحان تھا۔ خود جو آئین اُسنے جاری کیا تھا اس مین علماے دین کو کوئی دخل نہ تھا۔ وہ اپنے تئین اس دنیا مین نائب خدا سمجھتا تھا اور ہر مذہب کا بہترین حصہ اقتباس کر لیا تھا تاکہ مذہب کے ذریعہ سے سب کو مدد ملے نہ یہ کہ وہ دوسرون کی ایذا رسانی کا ذریعہ ہو۔ اُسکے آئین کا رتبہ عالی اسی طرح اُس زمانہ کے لوگون کی عام فہم و فراست سے کہین بالاتر تھا جیسے کہ اُسکے بلند ملکی خیالات تھے۔ ساری دنیا کو اپنا ہمخیال کر لینے کے لیے یہ ضروری تھا کہ اکبر کا جانشین بھی کوئی اکبر ہی ہوتا۔ یہ نہ کبھی ہوا ہے نہ ہوگا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اُسکے مرنے کے بعد اُسکا نظام ملکی رفتہ رفتہ پھر اُسی پرانے اور تنگ جوف تکلے جا گھسا جسمین سے کہ اُسنے اسے باہر نکالا تھا اور اُسکا آئین مذہبی تو اُسکے ساتھ ہی فنا ہو گیا۔ اُسکے بعد جو اُسکے دو جانشینون نے سلطنت کی وہ مسلمان ضرور تھے مگر بہت کٹّے نہ تھے۔ تاہم اسی زمانہ سے غیر مذہب والون کی

ایذا رسانی نے پھر زور پکڑا اور اکبر اعظم و عاقل نے جو اچھے کام کیے تھے
ان سب پر پانی پھیر دیا اور جو اصول اس خاندان کی جان تھا اس مین زوال
آنے لگا اور اُس قوم کی حکومت کے لیے مصالح جمع ہونے لگا جسنے پھر اکبر
کے ہمیشہ قایم رہنے والے اصول یعنی سب کے ساتھ یکسان عدل گستری
اور بے تعصبی سے برتاؤ رکھنے کو پھر از سر نو تازہ کیا۔

ہم اوپر لکھ چکے ہین کہ اکبر آزادی عقاید کو اس حد تک جائز رکھتا تھا کہ
دوسرون کی جان معرض خطر مین نہ پڑنے پائے۔ ہندوون کی رسم ستی
کے متعلق جو کچھ اُسنے کیا وہ اس بات کا پورا ثبوت دیتی ہے۔ اسکے بتلانے
کی تو ضرورت معلوم نہین ہوتی کہ لفظ "ستی" کا مرادف اردو زبان مین "پاک اور
سچا ہے" اور ستی اُس عورت کو کہتے ہین جو اپنے شوہر کی نعش پر اپنے تئین
جلا کر فنا کر دیتی ہے۔ اہل ہنود کے اونچے درجہ کی عورتون مین یہ رسم اسقدر
عرصہ دراز سے چلی آتی تھی کہ اسکی پابندی نہ کرنے سے یہ سمجھا جاتا تھا کہ گویا
بیوہ کی پاکدامن زندگی مین اپنے آپ دھبہ لگا لیا جاے۔ پھر بھی جان بہت
پیاری ہوتی ہے۔ بیوہ کو اپنی نیکی پر بھروسہ ہوتا تھا۔ اور وہ ایک خیالی بات
پر اپنی جان قربان کرنی پسند نہ کرتی تھی۔ اور کبھی کبھی کھلم کھلا چتا پر چڑھنے مین

تامل کا اظہار رہوتا تھا - ایسی حالتون مین اکثر یہ ہوتا تھا کہ پوجاری لوگ اُسے
ترغیب دیکر آمادہ کرتے تھے - کبھی عذاب آخرت کی دھمکیون سے کام
نکالتے کبھی اخلاقی باتون سے اُسکا دل بڑھاتے اور اسکو رضامندی کے
سیدھے ڈھرے پر لے آتے -

اکبر کی رحم دل طبیعت ایسی باتون سے نفور تھی اور جس جس طرح
اس سے بن پڑا اُسنے اس دستور کو اُٹھا دینے کی فکر کی - راجپوتانہ کے
راجے اس رسم کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اکبر کے تعلقات
اُن راجاؤن کے ساتھ ایسے تھے کہ اس سے یہ نہین بن پڑتی تھی کہ اُن کی
قدیم الایام رسوم کی جو اب مذہبی احکام کی طرح سمجھی جاتی تھین اس درجہ مخالفت
کرے کہ اگر بیوہ در اصل اپنی جان دینے پر آمادہ ہو تو بھی اُسکی ممانعت ہو
وہ جانتا تھا کہ اس طرح کی ممانعت کرنے کے لیے ایک زمانہ درکار ہے تاکہ
جو آزادی کے اصول مین قایم کر رہا ہون اُنکی روشنی چھن چھن کر محلون کے
اندرونی حصون مین بھی پہونچ جاے - تاہم یہ فرمان اُسنے جاری کر دیا تھا
کہ جو بیوہ اپنی جان فدا کرنے مین ذرا سا بھی ہچکچاے وہ ستی نہ ہو -
اکبر نے محض لفظی فرمان پر قناعت نہین کر لی تھی - ایک دفعہ کا ذکر ہے

کہ وہ اجمیر مین تھا اور اُسکا رازدار جے مل راجہ بہاری مل والی اَنبیر کا بھتیجا امرا
بنگال کے پاس سفارت پر گیا ہوا تھا۔ خبر آئی کہ جے مل نے چوسہ مین وفات
پائی۔ جے مل اکبر کا بڑا رفیق تھا کیونکہ راجپوتانہ کے سردارون مین اسی نے
سب سے پہلے شرف ملازمت حاصل کیا تھا اور ہمیشہ سچی خیرخواہی کے
ساتھ خدمت کرتا رہا تھا۔ اسکی شادی راجہ اُدے سنگہ والی جودھپور کی بیٹی سے
ہوئی تھی اور یہ رانی بڑی مضبوط طبیعت کی عورت تھی۔ جب شوہر کے مرنے
کی خبر اَنبیر مین پہونچی تو رانی نے ستی ہونے سے بہت زور کے ساتھ انکار کیا
شاہنشاہی فرمان کے بموجب اُسے پورا حق اپنے اختیار تمیزی کو کام مین لانیکا
حاصل تھا۔ مگر جب اُسنے اس اختیار سے انکار کا کام لیا تو اُسکے خلاف
سب نے اور سب سے بڑھکر اسکے بیٹے نے بے حد شور و شر مچایا تو یہ
ٹھہری کہ رانی کو جبرًا لکڑیون کے انبار پر لیجائین۔ اکبر کو اسکی خبر لگی اور اُسنے
بھی ٹھان لی کہ یہ ظلم نہ ہونے دونگا۔ وہ بہت دقت سے پہونچا۔ انبار مین
آگ لگ چکی تھی کہ اُسکے آدمیون نے جن مین متوفی کا چچا بھی تھا موقع
پر پہونچکر اُدے سنگہ کو گرفتار کر لیا اور جو مجمع ہو گیا تھا اُسے منتشر کر دیا اور
رانی کی جان بچالی۔

اکبر کو اپنے لائق اور آزاد خیال دوستوں یعنے فیضی اور ابوالفضل سے تو بہت زیادہ انس تھا ہی - ویسے بھی جو لوگ سچے دل سے حصول علم کے شائق ہوتے تھے اور تعلیم کی طرف بالطبع راغب تھے اُنکی ہمت بڑھاتا رہتا تھا - اُسے تصنع اور ریاکاری سے نفرت تھی - تھوڑے ہی عرصہ مین یہ حال اُس پر کھل گیا تھا کہ میرے دربار مین جو علما ہین وہ اسی رنگ مین رنگے ہوے ہین - جب انکی حالت معلوم ہو گئی تو اسکا دل انکی طرف سے پھر گیا اور اُسنے ٹھان لی کہ انکی ریاکاری کی قلعی کھولنے مین کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھونگا -

پروفیسر بلاکمین صاحب لکھتے ہین کہ "وہ کسی شخص کے غرور اور خودپسندی سے درگزر نہ کرسکتا تھا - اور غرور کے سب اقسام مین اسے علم کے غرور سے سخت نفرت تھی" یہی وجہ ہے کہ جو لوگ اسکے اس طرح کے افعال سے متاثر ہوے اُنھون نے یہ مشہور کیا کہ اکبر کو اشاعت علم ناپسند تھی اور علما سے نفرت کرتا تھا - ہرگز اُسنے ایسی کوئی بات نہین کی - ہندوستان مین اُس سے زیادہ حق بات کا پھیلانے والا آج تک تو کوئی ہوا نہین - اس خصوص مین آج کل کے فرمانرواؤن کو اُسکی مثال سے تمتع اُٹھانا چاہیے - ایک شخص جو اسکے زمانہ مین تاریخ دانی مین یکتائے روزگار تھا اور جو بڑی قابلیت کا آدمی تھا

اور تحقیق کرنے والی طبیعت پائی تھی وہ اُسکی جا نیبتی انّا کا بیٹا خان اعظم مرزا
تھا۔ ایک عرصہ دراز تک یہ شخص بہت غلو کے ساتھ مذہبی عقاید پر جما رہا۔ اور
اکبر کے ”مذہب جدید“ کا مضحکہ اُڑایا کرتا تھا اور بالخصوص فیضی اور ابوالفضل
کی بہت تضحیک کرتا تھا اور انکے نام ایسے بگاڑ کر رکھے تھے کہ جن سے اُن کی
مکاری کا اظہار ہوتا تھا۔ مگر آگے چلکر اُسے حج بیت اللہ کا اتفاق ہوا اور وہان
علماے دین نے اسے ایسا لوٹا کہ اسلام کے ساتھ جو شغف اُسکو تھا وہ خود
بخود ٹھنڈا ہوگیا۔ آگرہ واپس آکر وہ بھی دین آلٰہی کے زمرہ مین داخل ہوگیا۔
نظم خوب لکھتا تھا اُسکی دانشمندی اور تقریر کی روانی مشہور ہے۔ اسکے بیشمار
لطائف مین سے ایک لطیفہ آج تک مشہور ہے اور وہ یہ ہے: ”آدمی کو
چار بیبیان کرنی چاہیین۔ بات چیت کے لیے ایرانی۔ خانہ سامانی کے
لیے خراسانی۔ بچون کے پالنے کو ہندوستانی۔ اور چوتھی ماوراءالنہر
کی ترکانی کہ اُسکو مارتے دھاڑتے رہین تو اور بیبیان ڈرتی رہین۔

اکبر کی ملازمت مین سب سے زیادہ قابل جنگی بہادر اور سب سے زیادہ
فیاض شخص اُسکے پرانے اتالیق بیرم خان کا بیٹا مرزا عبدالرحیم تھا۔ یہ شخص
کئی برس تک خانخانان کے منصب پر ممتاز رہا خانخانان کے لفظی معنی تھے

امیر الامرا ہین مگر عہدہ مذکور کمانڈر انچیف کے عہدہ کے برابر تھا - مگر جس لیاقت کا مرد میدان تھا اسی فضیلت کا عالم بھی تھا - توزک بابری جسکا ابو الفضل نے "عقل عملی کا قانون" خوب نام رکھا ہے بابر نے ترکی زبان مین لکھی تھی - مرزاے موصوف نے فارسی مین ترجمہ کیا کہ زبان مروجہ دربار فارسی ہی تھی - اور اکبر کے حضور مین نذر گزرانی - اور مصنفون مین مورخین مندرجہ ذیل بہت زیادہ نامی ہین - نظام الدین احمد مصنف طبقات اکبری جسمین اکبر کی سلطنت کے حالات ہین مصنفین تاریخ الفی جو اسلام کی ہزار سالہ تاریخ ہے - اور سب سے بڑھا ہوا وہ متعصب مورخ عبد القادر بدایونی ہے جسنے تاریخ بدایونی تصنیف کی اور تاریخ کشمیر کو ترتیب دیا اور نظر ثانی کی -

بدایونی بڑا نامی آدمی تھا - عمر مین اکبر سے دو برس بڑا تھا بچپن سے بہت سے علوم اپنے زمانہ کے بڑے مشہور عالمون اور زاہدون سے حاصل کیے تھے - موسیقی و تاریخ و نجوم مین صاحب کمال تھا - اس کی خوش الحانی کی بدولت جمعہ کو دربار کی امامت کی خدمت اسکے متعلق ہو گئی تھی - چالیس برس تک بدایونی شیخ مبارک اور اسکے بیٹون فیضی اور ابو الفضل

کے ساتھ دربار مین رہا۔مگران لوگون مین آپس مین کبھی دوستی نہ تھی کیونکہ
بدایونی بڑا کٹا مسلمان تھا اور وہ ہمیشہ ان لوگون کو رافضی سمجھتا رہا۔اکبر کی
فرمایش سے بدایونی نے رامائن اور نیز مہابھارت کے کچھ حصہ کا ترجمہ
سنسکرت سے فارسی زبان مین کیا۔اُسکی تاریخی تصنیف جسکا ذکر تاریخ بدایونی
کے نام سے اوپر آچکا ہے اور جو شاید اپنے دوسرے نام منتخب التواریخ
سے زیادہ مشہور ہے خاص کر اس اعتبار سے زیادہ قابل قدر ہے کہ
اسمین اکبر کے مذہبی خیالات اچھی طرح دکھلائے ہین اور دربار اکبری کے نامی
آدمیون کے تذکرے لکھے ہین۔

بدایونی بادشاہ سے تقریباً گیارہ برس پہلے مرا۔اُسکی مشہور تصنیف
جسکے اخفا مین وہ احتیاط بلیغ کرتا تھا جہانگیر کی سلطنت کے زمانہ سے پہلے
ظاہر نہین ہونے پائی۔متعصب مسلمان جو اکبر کی نئی نئی باتون سے نفرت
کرتے تھے اس کتاب کو بہت عزیز رکھتے تھے۔اور جون جون وہ نئی نئی باتین
اٹھتی گئین اور وہی پرانی غیر مذہب والون کی ایذا رسانی پھر نئے سرے سے
جاری ہوتی گئی اس کتاب کی قدر اور بڑھتی گئی کہ اسکے ذریعہ سے اُن پچھلی باتون
کے خیالات تازہ ہوتے تھے۔

اور لوگ بھی تھے جنھون نے اپنی قابلیت اور محنت اور علم سے
سلطنت اکبری کی ترقی علم کی شان بڑھائی - مگر شاید یہان ان لوگون کا ذکر
کرنا غیر ضروری ہوگا - آئین اکبری ہین جو ایسی کتاب ہے کہ کبھی اُسکا نام فنا
نہ ہوگا اس طرح کے چھوٹے بڑے سب لوگون کی پوری فہرست موجود ہے
لیکن بادشاہ نے جو اپنی ذات خاص سے علوم و فنون کی اشاعت کو ترقی
دی اُسکے متعلق چند الفاظ لکھنے ضروری ہین - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اکبر کو
اس طرف بہت توجہ تھی کہ اپنی سلطنت کے باہر سے کتابین منگا منگا کر اپنے
کتب خانہ ہین جمع کرے - اور ہندوون کی اصلی کتابون اور ترجمون سے
بھی بہت شوق تھا کہ یہ کتابین جمع کرتا رہتا تھا اور فارسی زبان ہین ترجمے
بھی ہوتے جاتے تھے - مصنف آئین نے لکھا ہے کہ اس کتب خانے
کے کئی حصے تھے "کچھ کتابین سرا کے اندر رکھی ہین - کچھ باہر ہین پھر
کتابون کی قدر و قیمت اور اُنکے علوم و فنون کے مضامین کے لحاظ سے
کتب خانہ کے ہر ایک حصہ کی علٰحدہ علٰحدہ تقسیم ہے - نثر - نظم - فارسی -
یونانی - کشمیری - عربی - الگ الگ رکھی ہین - اور اسی انتظام سے ان کی
موجودات لی جاتی ہے - اہل دانش روز کتابین لاتے ہین اور جہان پناہ

کے سامنے پڑھتے ہین اور وہ شروع سے آخر تک ہر کتاب کو سنتے ہین۔ جس صفحہ پر پڑھنے والے ٹھہر جاتے ہین جہان پناہ دست خاص سے صفحون کی تعداد کا نشان بنا دیتے ہین۔ اور جتنے ورق جسنے سنائے ہین اسی کے حساب سے اُسکو نقد یا زر وسیم انعام ملتا ہے۔ مشہور کتابون مین بہت کم ایسی ہونگی جو جہان پناہ کے حضور مین پڑھی نہ گئی ہون۔ اور گزشتہ زمانہ کی تاریخی سرگزشتین علوم کے عجائب وغرائب یا حکمت وفلسفہ کے دلاویز نکتے ایسے نہ تھے جن سے جہان پناہ کہ بے تعصب داناؤن کے سرغنہ ہین ماہر نہون۔" اسکے بعد ایک لنبی چوڑی فہرست ان کتابون کی دی ہوئی ہے جو جہان پناہ کو بالطبع مرغوب تھین۔ ان مین سے بعض وہی کتابین ہین جنکا ذکر ہم اوپر کے صفحات مین لکھ چکے ہین۔

ہم سمجھتے ہین کہ جو کچھ ہم اوپر لکھ چکے ہین وہ اس بات کے دکھلا دینے کے واسطے کافی ہے کہ اس سلطنت کی تاریخ پر نمایان علوم و ماہران فنون کا کس قدر اثر پڑا۔ یہ اثر برابر قایم رہا اور خصوصاً دونون بھائیون فیضی اور ابوالفضل کا اثر ان کی زندگی بھر رنگ دکھاتا رہا۔ ابوالفضل کا اثر اُسکے مرنے کے بعد بھی قایم رہا کیونکہ جو تعلیم اُسنے دی تھی اسکی وجہ سے اُسکے آقا کے قدرتی

جو ہر طبیعت اور بھی راسخ ہو گئے تھے۔ جو اصول ان دونون بھائیون کو دل سے پسند تھے وہ اکبر کی طبیعت کے بالکل موافق واقع ہوے تھے وہ اصول یہ تھے کہ آزادی رائے پوری پوری قایم رکھی جاوے۔ سب کے ساتھ بلا لحاظ مذہب و ملت پورا پورا عدل کیا جاوے۔ اس ملک کے باشندون پر جو بار ہین وہ ہلکے کیے جائین۔ رعایاے ملک کے سب فرقون مین یکجہتی پیدا کر دی جاوے اور راجپوت راجا جو اپنی قدامت نسل پر فخر کرتے اور مسلمان فاتح کو بے دھرم اور غیر سمجھتے ہین اور ازبک اور مغل سردار جو فتح کرنے کے حق سے ملک کو اپنی ملک سمجھتے اور یہان کی رعایا کو صرف اپنی غلامی کے لائق جانتے تھے اور نوآباد افغان لوگ جو چار صدیون سے یہان رہتے رہتے اسی ملک کے باشندون مین شمار ہونے لگے تھے اور یہان کے اصلی باشندے جن پر ہمیشہ مہربانی اور سلوک کا بہت عمدہ اثر پڑتا تھا سب ملا کر ایک کر دیے جائین۔

ایک فرقہ ایسا تھا کہ اسکا ملا لینا ناممکن تھا۔ یعنے وہ مسلمان شاہزادے جنکے خاندانون مین ہندوستان کی سلطنت رہ چکی تھی اور جو اب خود سلطنت کرنی چاہتے تھے یہ لوگ بنگال اڑیسہ بہار و مغربی ہندوستان کے بہت سے

حصون مین بہت ذی اختیار تھے اور بڑی بڑی فوجین رکھتے تھے - یہ لوگ
اپنے حق کو اکبر کے حق پر فائق سمجھتے تھے اور چونکہ اس سے بیخبر تھے کہ
بخلاف انکے مورثون کے کہ انھون نے سطح کے اوپر ہی اوپر سلطنت
کی تھی اکبر سلطنت کی جڑون کو زمین کے اندر پیوست کرتا جاتا ہے یہ لوگ
اکبر کے دعوے باطل کرنے چاہتے تھے اور اُسکی قوت کا مقابلہ کرتے
تھے - یہ مضمون کہ اکبر نے کس طرح ان لوگون کے ملا لینے کی کوشش کی
اور کس طرح ان لوگون نے اپنے طرز عمل سے اسکو اس بات پر مجبور کر دیا
کہ انکو بالکل نکال باہر کرے ہم پچھلے باب مین نذر ناظرین کر چکے ہین -

اب ہم یہ بیان کرنا چاہتے ہین کہ کس طرح اکبر کے مزاج کے قدرتی
اصول جو فیضی اور ابو الفضل کی صحبت مین اور بھی زیادہ مستحکم ہو گئے تھے
اس نظام و انتظام مین مد ہوے جسکی بنیاد اس اصلاح کرنے والے
بادشاہ نے قایم کی تھی - اسی باب مین ہم نے خود بدولت کا ایک مقولہ
نقل کیا ہے کہ ارشاد فرمایا تھا کہ ہم نے اپنے زمانہ سلطنت مین ایک دفعہ
برہمنون کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا تھا -

چونکہ خود اکبر کا یہ بیان ہے اسلیے ضرور ایسا ہوا ہوگا - مگر ہمنے جبر

کے ساتھ تبدیل مذہب کرانے کا حال کہین لکھا نہین دیکھا - یہ اُس زمانہ کا
واقعہ ہوگا کہ اکبر ہنوز نابالغ تھا اور اختیارات اعلٰے بیرم کے ہاتھ مین تھے
جس وقت سے کہ اُسنے اختیارات اپنے ہاتھ مین لیے یعنے جس دن سے
اُسنے اُسوقت کے مختار کل بیرم خان کو مکہ چلے جانے کی اجازت دی
اسی دن سے اُسنے یہ ارادہ ظاہر کردیا تھا کہ ہندو مسلمان دونون کو ایک
سمجھونگا - اور اُسنے اس ارادہ مین کبھی تزلزل نہین آنے دیا - اپنی سلطنت
کے ساتوین ہی برس کہ وہ اُسکی عمر کا اکیسوان سال تھا اکبر نے اس رائج الوقت
دستور کو موقوف کیا کہ فاتح کی فوج والے مفتوح کی بی بیون بچون اور متوسلین کو
زبردستی لیکر بیچ ڈالتے تھے یا لونڈی غلام بنا لیتے تھے - عام اس سے کہ غنیم
کا قصور کسی درجہ کا ہو اُسکے بچون اور متعلقین کو فرمان شاہی کی رو سے یہ اجازت
دیدیجاتی تھی کہ جہان جی چاہے اپنے گھرون کو یا اپنے رشتہ دارون
کے گھرون کو چلے جائین - کوئی شخص بڑا ہو یا چھوٹا غلام نہین بنایا جاتا تھا
اس آزادمنش بادشاہ کی دلیل یہ تھی کہ "اگر شوہران براہ شقاوت گرفتند زنان
راچہ تقصیر و اگر پدران طریق مخالفت گزیدند فرزندان راچہ گناہ"
اسی فیاضی اور مآل اندیشی کی حکمت عملی سے اکبر نے بڑی مستعدی

کے ساتھ اور بڑے دستوروں کی اصلاح مین کام لیا۔ اگلے ہی سال
یعنی اپنی سلطنت کے آٹھوین برس اکبر نے وہ محصول موقوف کردیا جو
باوجود بہت زرخیز ہونے کے اُسکی رائے کے مطابق اُسکی ہندو رعایا کے
ایمانون مین خلل انداز تھا۔ دنیا مین ہندون سے زیادہ کوئی قوم تیرتھ جاترا
کی شایق نہین ہے۔ اس قوم کے پاک مندر جنمین سے ہر ایک کے خاص
اوصاف الگ الگ ہین ہندوستان کے ہر صوبہ مین بکثرت پائے جاتے ہین
جاتریون کو جو سفر کرنے پڑتے ہین وہ اکثر بڑے بڑے اور دشوار ہوتے
ہین اور اکثر ان سفرون کے فائدہ کی کمی بیشی مسافت کی مقدار پر منحصر ہوتی
ہے۔ مغلون سے پہلے جو افغان فرمانروا تھے اُنھون نے ان جاترا ؤن
کو کثیر اور مستقل آمدنی کا ذریعہ سمجھکر سب جاتریون پر محصول لگا دیا تھا کہ جو حالت
اسکی دولتمندی کی مشہور ہو یا تحقیقات سے ثابت ہو اُسی کے مطابق
وہ محصول ادا کرے۔

ابو الفضل نے لکھا ہے کہ اس محصول سے بڑی کثیر آمدنی تھی
اور کروڑون روپیہ سالانہ خزانہ مین آتا تھا۔ مگر اسکو سب لوگ بڑا ظلم سمجھتے
تھے۔ ہندو لوگ جاترا کرنے کو اپنا فرض سمجھتے ہین کہ یہ اُن کے مذہب

نے یا یون کہو کہ اُن کے مذہب کے علما یعنے برہمنون نے اُن پر لگا
رکھا ہے - ہندؤن کی حجت یہ تھی کہ اگر ہم اپنے جسم پر سخت تکلیف برداشت
کرتے ہین اور سیکڑون کوس زمین اپنے قدسے ناپتے چلے جاتے ہین
تو سرکار کو کون ساحق ہے کہ ہمارا پیٹ کاٹے - ہندو رعایا کے یہ خیالات
بہت جلد اکبر کے کانون تک پہونچ گئے - جو لوگ اس محصول کو آسان
ذریعہ آمدنی کا سمجھتے تھے اُنھون نے حضور مین عرض کی کہ تیرتھ جاترا کرنا
ہندؤن کا ایک فضول عقیدہ ہے اور اس سے وہ باز بھی نہین آنے کے
لہذا ایسے محصول کو موقوف کر دینا - کہ جسکی آمدنی کثیر اور یقینی ہو تحصیل مالگزاری
کی حکمت عملی کے خلاف ہوگا - اکبر نے یہ تو تسلیم کر لیا کہ یہ محصول عوام کے
عقاید باطل ہی پر ہے اور ہندو گھر بیٹھے رہین تو اسکی ادائی سے بھی محفوظ
رہ سکتے ہین تاہم اُسکی یہ حجت باقی رہی کہ چونکہ تیرتھ جاترا کرنا ہندؤن کے
مذہب کا جزو ہو گیا ہے اور ایک طرح پر ہندؤن کا طریقہ پرستش ایزدی
یہی قرار پا گیا ہے اسلیے وہ لوگ جس بات کو حکم آلہی سمجھتے ہون اُس کی
تعمیل مین نام کو بھی سدراہ ہونا ناجائز ہے چنانچہ اُسنے یہ محصول
موقوف کر دیا -

ایسا ہی سمجھکر اکبر نے جزیہ بھی موقوف کردیا جو مسلمان بادشاہون نے
غیر مذہب والون پر لگا رکھا تھا۔ یہ محصول اسلامی فتوحات کے ابتدائے
زمانہ مین ہندوستان کے افغان فرمانروایون نے لگایا تھا۔ کوئی اور
محصول ایسا نہ ہوگا جو ادا کرنے والون کو اسقدر الکھرتا ہو اور نہ کوئی اور محصول
ایسا ہوگا جس سے اسقدر زیادہ موقع ظلم و تعدی کا ملتا ہو۔ اسی محصول کے
متعلق کارروائیون کا حال پڑھ لینے سے اس بات کی وجہ سمجھ مین آجاتی ہے
کہ اکبر سے پہلے جو مسلمان فرمانروا ہوے وہ اس ملک والون کے دلون
کو کیون نہ تسخیر کرسکے۔ مصنف تاریخ فیروز شاہی لکھتا ہے کہ ووجب عامل
ہندؤن سے محصول طلب کرین تو بہت عجز و انکسار کے ساتھ ادا کرین۔
اور اگر عامل اُن کے مُنھ مین تھوکنا چاہے تو چھوت کا بالکل خیال نہ کرین اور
مُنھ کھول دین تاکہ عامل تھوک دے۔.... غرض اس تذلیل سے اور منھ مین
تھوکنے سے یہ ہے کہ کافر رعایا کی اطاعت ثابت ہوتی ہے اور شوکت
اسلام کہ وہی سچا مذہب ہے بڑھتی جاے اور جھوٹے مذہبون کی تحقیر ہوتی
جاے الخ بیان (بخیال اسکے کہ عیان را چہ بیان) یہ لکھنے کی ضرورت
نہین معلوم ہوتی کہ جو اہل کار اس طرح کی حرکتین کرتے تھے وہ مذہب اسلام

کے واقعی احکام سے انحراف کرتے تھے۔ دنیا مین کوئی مذہب ایسا نہین ہے جسے اُسکے پرجوش اور متعصب حامیون نے بدنام نہ کیا ہو اور مذہب اسلام بھی کم سے کم اور مذہبون کے برابر ضرور بدنام ہوا ہے۔ مگر جو عبارت ہمنے اوپر لکھی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کس حد تک ایک غیر معمولی روشن خیال بادشاہ کے نوکر چاکر مذہب کے حیلے سے مذہب کے واقعی احکام کو اپنے افعال سے اس طرح بدل بدل کر قوم مفتوح پر ظلم کر سکتے اور دُکھ پہونچا سکتے تھے۔

اکبر نے یہی نہین سمجھ لیا کہ ایسے محصول کے وصول کرنے مین ایسی ایسی خرابیان ہونی لازمی ہین بلکہ اُسنے یہ بھی سمجھ لیا تھا کہ یہ محصول بطور خود بہت خراب ہے۔ کافر کے لفظ ہی سے اُسکو چڑ تھی۔ وہ ہمیشہ پکار پکار کر کہتا تھا کہ کون یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ ہم حق پر ہین۔ وہ سمجھتا تھا کہ اچھی باتین سب مذہبون مین ہین اسلیے وہ کسی شخص کے مذہبی عقاید پر کسی طرح کا محصول لگانا نہ چاہتا تھا چنانچہ اپنی سلطنت کے نوین برس اپنی عمر کے تیئیسوین سال مین (اور یہ بھی یاد رہے کہ تین برس قبل اسکے کہ دو نامور بھائیون یعنی فیضی اور ابوالفضل کی صحبت کا اثر اُسپر ہوا ہو)

اکبر نے خود اپنی رائے صائب سے موقوفی جزیہ کا فرمان جاری کردیا۔ اسکے بعد سے عقاید کے معاملہ مین خدائے برتر کے سب بندون کے حقوق برابر ہوگئے۔

اکبر نے ہندؤن کے ساتھ یہی نہین کیا کہ جو محصول اُنکے عقاید مذہبی مین خلل انداز تھے اُنکو اُٹھا دیا ہو بلکہ اُسنے یہ بھی کوشش کی کہ بغیر کسی اظہار حکومت کے وہ قیود بھی دور کردی جایئن جو رعایا کی بہبودی خوشنودی کی سدراہ تھین۔ ستی کے معاملہ مین جو کار نمایان اُسنے کیے اُنکا ذکر اوپر ہوچکا ہے۔ اسی کے ساتھ کے دوسرے مسئلہ شادی بیوگان کو بھی اُسکی حمایت سے بہت تقویت پہونچی۔ بلکہ اُسنے یہان تک کیا کہ یہ فرمان جاری کردیا کہ بیوہ کی شادی جائز ہے۔ اسی طرح کے خیالات سے اُسنے سن بلوغ سے پہلے شادی کرنے کی ممانعت کی کہ یہ رسم ہندؤن مین پوری طرح رواج پکڑچکی تھی اور آج تک چلی جاتی ہے۔ حالانکہ ان ہی کے مذہب کے عقلا اصولاً اسکی مذمت کرتے آئے ہین۔ قربانی کی خاطر جانورون کی جان لینی اور جسمانی تکلیف پہونچاکر جھوٹ سچ کی جانچ کرنے کی بھی ممانعت ہوگئی۔ اسی طرح جس مذہب مین وہ پیدا ہوا تھا اسکے مقلدون کے لیے بھی

قاعدے منضبط کردیے تھے۔ ان لوگون کے ساتھ اُسکا طریقہ یہ تھا کہ

بجاے احکام صریحی کے زیادہ تر اپنی مثال کے دکھلانے اور ترغیب دینے

اور سمجھانے سے کام نکالتا تھا۔

اکبر اعتدال سے بڑھی ہوئی نماز روزہ زکوۃ حج وزیارات مین

تخفیف کرنی چاہتا تھا مگر ممانعت نہین کرتا تھا۔ یہ باتین اپنے اپنے شوق

کی تھین مگر اکبر خوب جانتا تھا کہ بیشتر صورتون مین اظہار عبادت محض ریاکاری

کے پردہ کا کام دیتا ہے۔ اور بڑی لنبی چوڑی نمازین پڑھنے اور متقی صورت

بنائے رہنے کے علاوہ اور بھی بہت سے کام ہین جنمین انسان کی زندگی

عمدہ طور پر مصروف رہ سکتی ہے۔ ختنہ کی رسم کی ممانعت تو مسلمانون مین

ہو نہین سکتی تھی۔ اکبر نے یہ حکم دیدیا تھا کہ جب تک لڑکا بارہ برس کا نہو جاے

تب تک یہ رسم ادا نکی جاے۔ ہندؤن کا دل خوش کرنے کے لیے

گاوکشی کی بھی ممانعت ہوگئی تھی۔ بخلاف اسکے سور مارنا اور اُسکا گوشت

کھانا جائز قرار دیا تھا۔ مسلمان لوگ کتون کو ناپاک سمجھتے تھے اور غالی مسلمان

تواب تک ایسا ہی سمجھتے ہین اکبر نے کتون کو بھی پاک قرار دیا تھا۔ مسلمانون

مین شراب ممنوع ہے۔ اکبر نے اعتدال کے ساتھ پینا جائز رکھا تھا۔

اپنی سلطنت کے آخر حصہ (۱۵۹۲ع) مین داڑھی منڈانے کی رسم کو رواج دیا اور اس سے اُسکے دربار کے متعصب لوگ بہت ناراض ہوے - ہندوستان سے گرم ملک مین اُسترے کے استعمال کے فواید ظاہر ہین اور اسکی نسبت بحث کرنے کی ضرورت نہین معلوم ہوتی - اگرچہ اس حکم کی پابندی لازمی نہتھی تاہم اسکی تعمیل کرنے یا نہ کرنے پر دربار شاہی مین خاص امتیاز ہوتا تھا بہت کم باتین ایسی ہونگی جن سے کٹّے مسلمان اس قدر نفرت کرتے ہون جتنی داڑھی منڈانے سے کرتے ہین - یہی حال اُس زمانہ مین بھی تھا اور یہی حال اس زمانہ مین بھی ہے - بادشاہ نے جوخود اپنے ٹئین تقلید کے واسطے نمونہ بنایا تو دل ہی دل مین لوگ بہت ناخوش ہوے اور بُرا بھلا کہنے لگے -

اکبر کی قدرتی صفات مین یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اُسکو اپنے رشتہ دارون سے بہت اُنس تھا - اُسکا کوکا اُسکو اکثر دق کیا کرتا تھا - ایک دن بہت ہی معمولی سی سزا دی تو یہ فرمایا کہ "میرے اور عزیز کے بیچ مین دودھ کا ایک دریا بہتا ہے کہ مین اُسے کسی طرح عبور نہین کرسکتا" جو لوگ اُسکے ساتھ کسی رشتہ سے وابستہ تھے اُن سب کے ساتھ اُسکا یہی رنگ تھا - سوا

ایسی صورت سے کہ اُن لوگون مین اصلاح کی صلاحیت ہی نہ رہے یا یہ کہ دوسرون کے
خون مین اپنے ہاتھ آلودہ کرچکے ہون اکبر کی ہمیشہ یہی کوشش ہوتی تھی کہ اپنی
دریادلی اور فیاضی سے انکو راہ راست پہ لے آئے۔ اُسکو عفو کرنے بحال
کرنے اور معتمد بنا لینے مین مزہ آتا تھا۔ اور اگرچہ ان اوصاف حمیدہ کے کام مین
لانے سے اُسنے کبھی کبھی دھوکے بھی کھائے تاہم آخر کار انکا نتیجہ اچھا
ہی ہوا۔ اکبر سعادت مند بیٹا تھا محبت والا شوہر تھا اور شاید ضرورت سے
زیادہ شفیق باپ تھا۔

اُسکے بیٹے اونچے گھر مین پیدا ہونے کی خرابی مین مبتلا تھے۔ اُن
مین سے ایک شہزادہ دانیال بہت ہی ہونہار تھا مگر جو موجبات ترغیب
اُسکے چارون طرف پھیلے ہوے تھے اس سے اُستادون نے بھی نہ روکا
نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑی ہی سی عمر مین قبر مین جا سویا۔ شہزادہ مراد کا بھی یہی حال ہوا۔
اکبر کا جانشین جہانگیر بہت سی باتون مین بالکل اپنے باپ کے برعکس تھا۔
سلطنت اکبری کے آخر زمانہ مین اُسنے ایک ایسی نظیر قایم کی جسکی تقلید برابر
مغلیہ خاندان مین ہوتی چلی آئی۔ یعنے یہ کہ اپنے باپ کے جیتے جی بادشاہ
بن بیٹھنے کی کوشش کی اور باپ کے سب سے عزیز دوست ابوالفضل

کو قتل کرا ڈالا - اکبر نے جس صبر و تحمل کے ساتھ اپنے نا خلف بیٹے سے کام
لیا اس سے بڑھکر کوئی مثال نہین ملیگی - مگر ساتھ ہی اسکے یہ بھی تھا کہ اکبر
کو ظلم سے نفرت تھی اور اپنا فرض ادا کرنے کو خدا کی عبادت کرنے کے برابر
سمجھتا تھا -

اس اعتبار سے وہ چھوٹے بڑے معاملات مین کچھ فرق نہ کرتا تھا -
وہ اسی پر قناعت نہ کرتا تھا - کہ یہ حکم صادر کر دے کہ اس مضمون کا فرمان جاری
ہو جاوے - وہ یہ دیکھا کرتا تھا کہ اس فرمان پر عمل کس طرح ہو رہا ہے اور اگر کام
چلتا نظر آتا تو اسمین ترقی بھی کرتا جاتا تھا اور یہ غور کیا کرتا تھا کہ مختلف قومین جو میری
رعایا ہین اُنمین سے ہر ایک پر اسکا کیا اثر ہو رہا ہے - اپنی مردم شناسی پر
اسکو بہت بھروسہ تھا - اور یہ تو سب مانتے ہین کہ اُسے قیافہ شناسی مین اچھا
دخل تھا - ابوالفضل نے لکھا ہے کہ وہ ایک نظر دیکھکر آدمی کو پرکھ لیتا تھا -
اور بدایونی نے بھی اس دعوے کی تصدیق کی ہے اگرچہ حسب عادت
کے بے ہندوون پر طعن کیے زمانہ جاتا تھا یہ بھی لکھا ہے کہ اکبر نے باطن کا
حال معلوم کر لینا جوگیون سے سیکھا تھا -

باوجود اسکے کہ طبیعت اسقدر فیاض پائی تھی اور خیالات اسقدر وسیع

تھے اکبر کا بھی دل وسوسات باطل سے خالی نہ تھا۔ وہ مبارک دونکا قایل تھا۔ بالکمین صاحب لکھتے ہین کہ یہ عقیدہ اکبر کو پارسی مذہب کی تعلیم سے ہوا تھا کہ مذہب مذکور مین یہ بات خاص ہے۔ اکبر کے دربار والے خصوصًا وہ لوگ جو اُسکی مذہبی اختراعات سے خفیہ طور پر مخالف تھے اُسکی مسلم کامیابی کو خوبی تقدیر کی طرف منسوب کرتے تھے۔ ملاے بدایونی نے جابجا لکھا ہے کہ "اقبال شاہی نے حسب معمول دشمنون پر ظفر پائی" دراصل اُسکی کامیابی کی وجہ یہ تھی کہ اُسکی بڑی توجہ اس بات پر تھی کہ جو قواعد وضوابط اُسنے اور اُسکے مشیرون نے پورے طور پر غور وفکر کے بعد مرتب کیے تھے اُنکی چھوٹی چھوٹی باتون مین بھی پورے طور پر پابندی کیجاے۔

اکبر کو جنگی کھیلون خصوصًا شکار سے بہت شوق تھا۔ لیکن اپنے جانشین بیٹے کی پیدایش کے بعد سے جمعہ کے دن شکار کھیلنا ترک کر دیا تھا۔ اگر جہانگیر بادشاہ کا بیان سند مین قابل تسلیم ہے تو اکبر نے یہ منت مانی تھی کہ اگر والد جہانگیر کے یہان ولادت بخیر وخوبی ہوجاے تو یوم مبارک کو شکار کھیلنا بالکل چھوڑ دونگا اور آخر عمر تک برابر اپنے عہد پر قایم رہا۔

اس بات کی بھی بہت شہادت ملتی ہے کہ اکبر موسیقی کا شایق ہی نہین تھا

بلکہ ماہر بھی تھا - پرانے خوارزمی راگون مین اُسکو بہت لطف آتا تھا - اور ابوالفضل
نے لکھا ہے کہ بادشاہ نے خود بھی دو سو گیت تصنیف کیے تھے جنمین
بوڑھے جوان سب کو مزہ آتا ہے - اُسی نے یہ بھی لکھا ہے کہ جہان پناہ کو
علم موسیقی کی اس قدر واقفیت تھی کہ اچھے اچھے استادون کو بھی نہ ہوگی -
ہر روز دربار مین خوب خوب گانا ہوتا تھا کہ بادشاہان مشرق کو ہمیشہ سے
نغمہ و سرود سے خاص ذوق رہا ہے - اکبر مین ایجاد کا مادہ بھی خداداد
تھا - آئین کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسنے ایک گاڑی ایجاد کی
تھی - ایک چرخی توپون کے صاف کرنے کی بنائی تھی اور ہاتھیون
کی جھولین بھی نئی وضع کی نکالی تھین - اور اپنی فوج اور توپخانہ والون کی وردی
مین بہت ترقی کی تھی -

اکبر کی خوراک بالکل سادہ ہوتی تھی - اور دن مین صرف ایک دفعہ
کھانا کھاتا تھا - گوشت مرغوب نہ تھا - اکثر مہینون نہ چھوتا تھا - میوہ جات بہت
کھاتے تھے اور اُنکی زراعت کی طرف بھی توجہ رہتی تھی - ابوالفضل نے
لکھا ہے کہ گیتی خداوند میوہ کو "گرامی نعمت دادار بیاں" تصور فرماتے
تھے - اور ایران و توران سے باغبان بلوا کر آگرہ اور فتحپور سیکری مین نسا

تھے - "در خربزہ و انگور فراوانی پذیرفت و گزیدگی یافت و ہمچنان تربز و شفتالو و بادام و پستہ و انار و جز آن پیدائی گرفت" یہ بھی لکھا ہے کہ کابل و قندھار و کشمیر و بدخشان اور سمرقند تک سے میوے آتے تھے - آئین مین میوہ جات کی فہرست مفصل دی ہوئی ہے اور جو ناظرین ملک ہندوستان سے واقف ہین انکو ضرور اسکے پڑھنے مین لطف آئے گا - یہ لکھنا خالی از دلچسپی نہوگا کہ اُس زمانہ مین بھی ہندوستان کے شیرین میوون مین آم ہی کا نمبر اول ہے - اس میوہ کی تعریف مین لکھا ہے کہ "در رنگ و بو و طعم کم ہمتا - بر خی مشکل پسندان توران و ایران از خربزہ و انگور پایۂ او برتر نہند"

اب ہم اکبر کی عادات کا بہت مختصر ذکر کرنا چاہتے ہین اور یہ دکھلانا منظور ہے کہ معمولی طور سے آگرہ یا فتحپور سیکری مین وہ اپنا دن کس شغل مین صرف کرتا تھا - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ رات کو دیر کرکے سوتا تھا اور سر شام سے آخر حصہ شب تک بات چیت اور بحث مباحثون مین بسر ہوتی تھی - ابو الفضل نے لکھا ہے کہ ایسے معاملات مین جہان پناہ پہر رات رہنے تک مشغول رہتے تھے - پھر گانے والے طلب ہوتے تھے - صبح کو جہان پناہ خلوت مین چلے جاتے تھے - وہان حمام کرکے پوشاک

بدستے تھے اور تقریبا ایک گھنٹہ بعد درباریون کا مجرئی سینے کو تشریف لاتے
تھے - پھر دن کا کاروبار شروع ہوتا تھا - یہ کام اکثر دو پہر سے پہلے ہی
پہلے ختم ہوجاتا تھا اور پھر خاصہ تناول فرماتے تھے - معمولا ایک ہی وقت
کھاتے تھے مگر کوئی وقت مقرر نہ تھا - تیسرے پہر کو آرام فرماتے تھے -
کبھی کبھی علے الصباح سیر وشکار کی طرف بھی توجہ ہوجاتی تھی - اور کبھی رات
تک چوگان بازی ہوتی رہتی تھی اور پلاس کے گیندون سے کھیلتے رہتے
تھے - جو سب سے زیادہ گرمی کا وقت ہوتا تھا وہ محلون مین رہنے اور آرام
کرنے مین صرف ہوتا تھا -

اکبر کو سلطنت کرتے تھوڑاہی عرصہ گزرا تھا کہ اُسنے اس ضرورت کو
سمجھ لیا کہ راجپوتانہ کے ہندو راجاؤن کو محض اپنے تعلق سے تخت شاہی
سے وابستہ کرنا چاہیے جو خالی دوستی سے زیادہ قوی ہو - اس بات
پر غور کرنا خالی از لطف نہوگا کہ اکبر نے کس طرح راجستان کے اونچے گھرانے
والون کے دل سے تعصب نکال کر اُن کو اُن رشتون پر راضی کرلیا جنکا اُن
مین کے بہت سے لوگ دل سے بُرا سمجھتے تھے اور اپنے لیے باعث
توہین جانتے تھے - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسکے باپ ہمایون نے اس

کام کی راہ تھوڑی سی کھول دی تھی - کرنیل ٹاڈ صاحب نے اپنی نادر و دلاویز تصنیف× مین ہمایون کے اپنے آغاز سلطنت مین چتور کی رانی کرناوتی کا خادم بننے اور اوسکے خدمت کا وعدہ کرنیکا حال لکھا ہے - یہ خدمت ہمایون نے بہت وفاداری کے ساتھ ادا کی - وہ رانی مذکور کو ہمیشہ پیاری اور نیک بہن کے خطاب سے یاد کیا کرتا تھا - اُسنے راجہ بہاری مل والی آمبر کے دل مین بھی جگہ کر لی تھی - یہ راجہ اُسی بھگوانداس کا باپ تھا جسکا ذکر اس کتاب مین کئی جگہ آیا ہے -

بعد مین اکبر نے اسکی بیٹی سے شادی کی - اور اس طرح آمبر (جے پور) کے گھرانے سے تعلق کرکے بھگوانداس اور اُسکے بھتیجے اور متبنے بیٹے مانسنگہ کو جو اُسکے اعلے درجہ کے سپہ سالارون مین سے تھا اپنا پکا دوست بنا لیا - ایک اور مقام پر کرنیل ٹاڈ صاحب بھگوانداس کی نسبت لکھتے ہین کہ وہ "اکبر کا دوست تھا اور اکبر ایسے لوگون کو اپنے تخت سے وابستہ کرنے کی قدر خوب جانتا تھا" کرنیل صاحب موصوف کہ اُن سے

× تاریخ راجستان مصنفہ لفٹنٹ کرنیل جیمس ٹاڈ - طبع ثانی (مطبوعہ مدراس) صفحات ۲۶۲ و ۲۶۳ و ۲۶۳ ملاحظہ طلب -

زیادہ عمدہ مواقع راجگان راجپوتانہ کے دلی خیالات کے معلوم کرنے کے بہت کم لوگون کو ملے ہونگے آگے چلکر لکھتے ہین کہ "بھگوانداس کے نام پر لعنت کی جاتی ہے کہ یہی پہلا شخص تھا جس نے راجپوتون کے پاک دامن پر اسلامیون سے تعلق ازدواجی کرنے کا دھبہ لگایا" تعصب بڑی سخت چیز ہے اور جس طرح کتا قے کرکے پھر اُسے کھالیتا ہے اسی طرح یہ بھی عود کر آتا ہے۔

راجپوتانہ مین بھگوانداس اور اُسکے بھتیجے سے بڑھکر بلند خیال اور بڑے پایہ کا آدمی کوئی نہین ہوا۔ اکبر کا اُنکے ساتھ گہری دوستی ہوجانا اور سب باتون سے زیادہ اس مین ممد ہوا کہ راجپوت لوگ مغلون کی برتری تسلیم کرنے لگے۔ اس دوستی کو شہزادہ سلیم کی راجہ بھگوانداس کی بیٹی کے ساتھ شادی ہوجانے سے اور بھی قوت ہوگئی۔ یہ بات کہ اکبر کے انتظام کا اس جری قوم پر کیا اثر پڑا اُس مختصر بیان کے پڑھنے سے معلوم ہوگی جو کرنیل ٹاڈ صاحب نے جو راجپوتون سے بھی بڑھکر راجپوتون کے ہمدرد ہین اکبر کے حالات مین لکھا ہے۔

صاحب موصوف لکھتے ہین کہ "اکبر سلطنت مغلیہ کا اصلی بانی تھا

اور وہی پہلا شخص تھا جو کامیابی کے ساتھ راجپوتون کی خودمختاری
آیا - اس مقصد کے حصول مین اُسکو اپنی خوبیون سے بہت قوی مد
اُسنے اپنی ہوشیاری اور تسخیر قلوب کے کمال سے جن زنجیرون
جکڑا انکو سنہری کر دیا - یہ لوگ رفتہ رفتہ اِسکے عادی اور مانوس ہو
خصوصًا ایسے وقت مین کہ جب تخت شاہی نے اپنی قومی شان و
چاہی یا جب اس سے بھی زیادہ بڑی خواہشون کے پورا کرنیکی غر
بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کرنیل ٹاڈ صاحب اُس اصول
نہین پہونچے جس پر اکبر کی حکمت عملی مبنی تھی یعنی یہ کہ وہ اس غرض سے
کہ اتفاق پیدا ہو - اور صاحب ممدوح اُسکو بھی مثل اِسکے افغان مت
(جن کو انھون نے واقعی ٹھیک طور پر سمجھا تھا) سمجھکر اُسکی ملک گ
اعتراض کرتے ہین - مگر کرنیل صاحب کو بھی آگے چلکر یہ لکھتے ہی
کہ وہ آخر الامر اکبر کو اسمین کامیابی ہوئی کہ جو زخم اُسکے ملک گیری کی
لگائے تھے اُن کا اندمال کر دیا اور کروڑون آدمیون کی زبان -
تعریفین نہین جو اُسکی قوم کے اور کسی شخص کو سننی نصیب نہ ہوئی تھا
یہان ہمارا یہ لکھنا فضول ہوگا کہ اگر کروڑون آدمیون کی خوشنودی ا

کا مقصد اصلی ہے اور اگر اس مقصد کے حصول کے واسطے ملک بہ سبب
سے اتفاق کا پیدا کرنا ضروری ہے تو جو ذرایع اس مقصد کے حصول مین
کام مین لائے جائین وہ سب مباح ہین - اکبر نے راجپوتانہ مین فتوحات اس
غرض سے نہین کی تھین کہ اُسے راجپوتانہ مین فرمانروائی کرنی مقصود تھی -
اسکی غرض ان فتوحات سے یہ تھی کہ سب راجپوت راجا اپنے اپنے راج مین
اُس امن و امان کا لطف اُٹھائین جو اسکی برتری سے جو کبھی طرح ظالمانہ نہین
معلوم ہوتی تھی سارے ملک کو حاصل ہو گیا تھا -

اُدے سنگہ راجہ جودھپور اُس زمانہ کے راجپوت راجاؤن مین بہت
سربرآوردہ تھا - اکبر نے شہزادہ سلیم کی شادی اُسکی بیٹی سے ٹھہرائی - یہ رانی
اُس شہزادہ کی مان تھی جو جہانگیر کے بعد شاہجہان کے لقب سے بادشاہ ہوا
اسکی وجہ سے راجپوتون کی نسل کو وہ عزت حاصل ہوئی جو اب تک ہندوستان
مین کسی کو نصیب نہ ہوئی تھی - اسی شادی کی بابت کہ جسکے نتیجے ایسے مبارک
ہوے کرنیل ٹاڈ صاحب نے لکھا ہے کہ اکبر نے رشوت دیکر یہ شادی ٹھہرائی
تھی اور چار صوبے جاگیر مین عطا کیے تھے جس سے مارواڑ یعنی جودھپور
کا علاقہ دونا ہو گیا تھا - صاحب موصوف آگے چلکر لکھتے ہین کہ وہ آمبر اور مارواڑ

کی نظیروں سے ہے اور لاکہ بن نہ لانے کی طاقت کے کم ہو جانے سے راجستان کے چھوٹے چھوٹے سردار جنکے ساتھ بہت سے بہادر وابستہ تھے تخت دہلی کے نائب بن گئے اور اس تبدیلی سے اکثر سرداروں کی توقیر بڑھ بھی گئی " واقعی مغل مورخ نے سچ لکھا ہے کہ " وہی لوگ تخت دہلی کے ستون بھی تھے اور ان ہی سے اُسکی زیبائش بھی تھی -

راجپوتانہ کے راجاؤن کے ساتھ جو اکبر کی حکمت عملی رہی اُسکے مناسب حال ہونے کی کیفیت اس مصنف کی تحریرات سے بہترین طور پر ظاہر ہوتی ہے کیونکہ اس مصنف کی تمامتر ہمدردی راجپوتون کے ساتھ تھی -

شاہی شادیون کے تذکرہ کے ذیل مین یہ ذکر کرنا مناسب ہوگا کہ اکبر کی بہت سی بیبیان تھین مگر صرف آٹھ کا حال مستند طور پر معلوم ہوتا ہے پہلی بی بی اُسکی چچا زاد بہن یعنے ہندال مرزا کی بیٹی تھی - اس سے کوئی اولاد نہین ہوئی - یہ اُسکے بعد تک زندہ رہی اور چوراسی برس کی ہو کر مری دوسری بی بی بھی رشتہ کی بہن تھی یعنی بابر کی نواسی اور مرزا نورالدین محمد کی بیٹی تھی - یہ بیگم شاعرہ تھی اور مخفی کے فرضی تخلص سے شعر کہتی تھی

تیسری بی بی راجہ بہاری مل کی بیٹی راجہ بھگوانداس کی بہن تھی یہ ۱۵۶۲ع
مین شادی ہوئی تھی - چوتھی بی بی حسن مین شہرۂ آفاق تھی - پہلے اسکی شادی
عبدالواسع سے ہوئی تھی - پانچوین بی بی جہانگیر کی مان جودھپور کی رانی جودھ
بائی تھی - ولیعہد کی مان ہونے کے باعث حرم مین اسکی عزت سب سے زیادہ
تھی - چھٹی ساتوین اور آٹھوین بی بیان مسلمان تھین -

مالی قانون - اکبر کو طریقہ وصول مالگزاری کی جانب بہت
توجہ تھی - جب وہ بادشاہ ہوا ہے تو وہی دستور رائج تھا جو اُسکے باپ کو
شکست دیکر نکالنے والے شیر شاہ نے جاری کیا تھا - اس دستور کی بنیاد
ان اصولون پر تھی - اولاً - اراضی کی پیمایش ٹھیک کیجاے - ثانیاً -
ہر قطعہ زمین کی اوسط پیداوار فی بیگہ* دریافت کیجاے - ثالثاً - جو حصہ رسدی
سرکار کو ادا ہو اُسکا بندوبست کیا جاے - رابعاً - جنس مین جو حصہ رسدی
سرکار کا قرار پاے اُسکی قیمت بحساب نقد تجویز کردی جاے - اکبر نے
اس دستور مین مزاحمت کرنی مناسب نہ سمجھی بلکہ اسی کو ترقی دینا پسند کیا

* ممالک مغربی و شمالی مین بیگہ قریب قریب ⅝ ایکڑ کے برابر ہوتا ہے اور بنگال مین ایک
ایکڑ کے ⅓ حصہ سے بھی کچھ کم ہی رہتا ہے -

چنانچہ اُسنے مختلف طریقون کو جو اب تک مستعمل تھے موقوف کرکے سب جگہ ایک ہی طریقہ کردیا۔

آئین اکبری مین لکھا ہے کہ اس قابل ستایش آئین سے عاملان مالگزاری کے دل سے بھی شبہہ کا غبار جاتا رہا اور رعایا بھی طرح طرح کے مظلمون سے محفوظ ہوگئی اور آمدنی بھی فراوان ہوگئی اور سلطنت بھی سرسبز ہوتی گئی اکبر نے آلات پیمایش بھی پہلے کی بہ نسبت عمدہ بنوائے اور اُنکے ذریعہ سے پیمایش کراکر اپنی سلطنت کی قابل زراعت زمین کا بندوبست نئے سرے سے کیا۔ آئین مین یہ بھی لکھا ہے کہ فی بیگہ خداوند بیگہ پیچھے دس سیر غلہ حق شاہی لیا کرتے تھے۔ آگے چلکر یہ حق بھی نقد ادا ہونے لگا تھا۔ ہر ضلع مین ذخیرے بنے ہوے تھے کہ سرکاری جانورون کے واسطے خوراک وہان جمع ہو کاشتکارون کو بسار دیا جاوے اور اگر قحط پڑے تو رسد موجود رہے اور غربا کو کھانے کو دیا جاوے۔ ان ذخیرون پر خاص طور پر اعتماد کے قابل لوگ متعین ہوتے تھے۔

آغاز سلطنت مین زمین باعتبار زرخیزی تین درجون مین منقسم تھی اور ہر قسم کا ایک بیگہ لیکر تین بیگہ کی اوسط پیداوار پر جمع تشخیص ہوتی تھی

لیکن اگر کاشتکار اس اوسط پر راضی نہ ہو تو اُسکو اختیار تھا کہ اپنی ہی فصل کی قیمت کا تخمینہ کرالے۔ اسی طرح اس غرض سے کہ باعتبار قسم زمین تعداد مالگزاری کا تناسب یکسان رہے اور سیلاب وغیرہ سے جو نقصان ہو اسکی تلافی ہوجائے زمین کی پانچ قسمین قرار دی گئی تھین مختلف قسم کی اراضی کی شناخت کے لیے اور قواعد منضبط ہوے تھے اور ان سب قاعدون مین یہ بات ملحوظ رکھی گئی تھی کہ ایسے طریقہ سے کام لیا جائے جو رعایا اور سرکار دونون کے حق مین قرین انصاف ہو۔

جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے جب سلطنت اچھی طرح جم گئی تو اس سے بھی بہتر طریقہ مالگزاری سرکاری کے مقرر کرنے کا جاری کیا گیا۔ اور اس کام کے واسطے پیمایش سے پہلے انیس برس کے نرخنامے قانون گو کے مقدمون سے طلب ہوے۔ انکا اوسط نکال کر پیداوار کی قیمت بحساب شرح مروجہ نکالی گئی۔ پہلے پہلے تو بندوبست سالانہ رہا مگر جب ہر سال ہی شرح لگانے مین دقت معلوم ہوئی تو پچھلے دس سال کے اوسط کے حساب سے دہ سالہ بندوبست کردیا گیا۔

اس قانون زراعت کی تکمیل کی غرض سے اکبر نے اغراض مالگزاری

کے واسطے ملک کی ایک نئی تقسیم کی - یعنی یہ کہ جسقدر زمین کا محصول ایک کرور دام یعنے پچیس ہزار روپیہ قرار پایا اسکو علیحدہ ایک حصہ قرار دیا ایسے ہر حصہ کا عامل کروری کے لقب سے ملقب ہوا - جب کروری کے پاس دو لاکھ دام* جمع ہوجائین تو خزانہ دار اعظم کے پاس صدر مین بھیجدے - مگر کچھ عرصہ کے بعد معلوم ہوا کہ اس تقسیم سے جو محض حسابی اصول کی بنیاد پر کی گئی تھی گڑبڑ زیادہ ہوگئی اور پرانے طریقون مین ہرج پڑنے لگا کہ یہ پرانے طریقے ہندوون کو بہت زیادہ عزیز تھے - چنانچہ کچھ عرصہ کی آزمایش کے بعد یہ مصنوعی تقسیم چھوڑ کر یہان والون کے پرانے طریقہ کے مطابق زمین کی تقسیم باعتبار ملک کی قدرتی حالت کے موضع وار کردی گئی -

اکبر مالگزاری کا اجارہ دیدینے کا سخت مخالف تھا کہ اس طریقہ سے ظلم بہت ہوتا تھا - عاملون کو تاکید تھی کہ جہان تک ممکن ہو بجاے اسکے کہ گانؤن کے مکھیا سے واسطہ رکھین براہ راست کاشتکارون سے معاملہ کرین - یہ تجدید اگرچہ بڑی اچھی نیت سے کی گئی تھی مگر افسوس ہمیشہ کو

* دو لاکھ دام کے پانچہزار روپیہ ہوے - دام تانبے کا ایک سکہ ہوتا تھا جو روپیہ کے چالیسوین حصہ کے برابر تھا - دمڑی جو آج تک حساب لگانے مین مروج ہے دام کے آٹھوین حصہ کو کہتے تھے -

چلنے والی نہ تھی - ہندوستان مین رسم ورواج کا بڑا اثر رہا ہے - اور رسم ورواج کے مطابق گانون کے کھیا کا زور ماننا ہی پڑتا تھا - اور آخر کار یہ بات لازمی ہوگئی تھی کہ اور کچھ نہ ہو تو کم سے کم ان لوگون کی شرکت مین کام کیا جاے -

بادشاہ نے جب اپنی توجہ معافی دارون کی حالت کی طرف مبذول فرمائی تو معلوم ہوا کہ علاوہ اسکے کہ فرمانروایان سابق نے نااہل لوگونکو معافیان دے رکھی ہین یہ بات بھی ہے کہ خود اسکے ناظم رشوتین لیکر طرح طرح کی بدعتون کے مرتکب ہوے ہین - فیضی کے دربار مین داخل ہونے اور زور پکڑنے کے تھوڑے ہی عرصہ بعد بادشاہ کی آنکھین کھل گئین اور سب بدعتون کا حال معلوم ہوگیا - اُسکو یہ دیکھکر بہت عبرت ہوئی کہ ان زیادتیون کے کرنے والے وہی لوگ تھے جو بہت تقدس کی لیتے تھے - چنانچہ اسکے بعد ہی یہ لوگ خوبصورتی کے ساتھ مکہ کو جلاوطن کر دیے گئے اور اس محکمہ مین تحقیقات ہونے لگی - چار فرقے ایسے سمجھے جاتے تھے کہ بادشاہ پر واجب ہے کہ انکی سرکاری طور پر اعانت کرے - پہلے فرقہ مین تو وہ لوگ تھے جو تحصیل علم کی طرف راغب تھے اور خود اتنی دستگاہ نہ رکھتے تھے - یہ مناسب

خیال کیا جاتا تھا کہ ان لوگون کو روٹیون کی محتاجی کی فکر نہ ستانے پائے - دوسرے فرقہ مین وہ لوگ تھے جنھون نے ریاضت اور نفس کشی اپنا شیوہ کر رکھا تھا اور نفس انسانی کی خودغرضانہ خواہشون سے لڑتے رہتے تھے اور انسانون کی صحبت سے کنارہ کش ہوگئے تھے - تیسرے فرقہ مین کمزور اور غربا تھے کہ محنت کرنے کی طاقت نہ رکھتے تھے - چوتھے فرقہ مین وہ شرفا تھے جو اچھے گھرون مین پیدا ہوے تھے مگر بے علمی کی وجہ سے اس قابل نہ تھے کہ تجارت کرکے اپنے لیے معاش حاصل کرسکین -

ان فرقون کے سائلون کے حالات کی تفتیش کے واسطے ایک تجربہ کار افسر مقرر ہوا تھا جسکی نسبت یہ خیال تھا کہ آدمی نیک نیت ہے - یہ عہدہ دار صدر کہلاتا تھا اور اسکا مرتبہ قاضی اور منصفون سے زیادہ سمجھا جاتا تھا - جب فیضی کے ایما کے مطابق تحقیقات شروع ہوئی تو پتہ چلا کہ محکمہ مین بداعمالی کا بازار گرم ہے - چنانچہ اکبر نے صدر سے لیکر چھوٹے سے چھوٹے قاضی تک سب عہدہ دارون کو یکقلم موقوف کردیا اور ایک اور فرقہ کے لوگون مین سے انتخاب کرکے نئے عہدہ دار مقرر کیے اور انکے کام پر سخت سخت قاعدون کی پابندی کی قیدین لگا دین -

مگر اکبر کو بلحاظ ایسے بادشاہ ہونے کے جو شاہی خدمات کا صلہ دیتا رہے اس بات کی بھی ضرورت تھی کہ جو لوگ وفاداری کے ساتھ اُسکی خدمت بجا لائے تھے اُنکو بڑی بڑی جاگیرین دے - چنانچہ بجائے اسکے کہ روپیہ تنخواہ مین دیا جائے چند روزہ طور پر جاگیرین عطا ہو جاتی تھین - اکبر کو یہ بھی معلوم ہوا کہ اسکے قریبی متقدمین مین سے سب سے بڑے فرمانروا شیر شاہ نے جو اُسکے باپ ہمایون کو یہان سے نکال چکا تھا بڑی فضولی کے ساتھ اپنے جان نثارون کو جاگیرین دے رکھی تھین اور یہ لوگ اکثر افغانون کی نسل سے تھے - اکبر نے تحقیقات کی کہ کن خدمتون کے صلے مین یہ جاگیرین ملی تھین اور اکثر جاگیرین ضبط کر کے اپنے جان نثارون کو عطا کر دین -

ایسا کرنے مین اکبر نے اُن ہی نظیرون کی تقلید کی جو بادشاہان ماسبق سے ہوتی چلی آئی تھین - بلکہ علاوہ نظائر کے موجود ہونے کے اکبر کو ایسا کرنے کی ایک اور بھی وجہ معقول تھی - اُسے معلوم ہوا کہ شاہی ایسا ہوتا تھا کہ جسقدر اراضی کی فرمان مین صراحت ہو اُسی قدر واقعی طور پر معافی دار کے قبضہ مین ہو - کبھی یہ بھی مبہم ہوتا تھا کہ فرمان کی عبارت ایسی مبہم ہوتی تھی کہ معافی دار قاضیون اور صدر صوبہ کو رشوت دیکر جتنی اراضی

اس سے لیئے ہین پڑتی مٹی سب کی سب لے لیا تھا - اس لحاظ سے کیا
انصاف اور کیا حقوق سرکار اور حقوق رعایا کی نگہداشت سب باتین
اسکی مقتضی تھین کہ تحقیقات مناسب کے بعد جو اراضی قاغل نکلے وہ
ضبطی مین آجاے - علاوہ برین بادشاہ کو یہ حال بھی کھلا کہ علما نے (جو
انجیل کے پھیلانے والے جاسلیفون کے انداز کے لوگ تھے) جن
سے اسکو قلبی نفرت تھی اُسکے زمانہ نابالغی مین اور قبل اسکے کہ وہ فیضی کی
ترغیب سے تحقیقات کی طرف متوجہ ہو طرح طرح سے اپنا فائدہ نکالا تھا
چنانچہ اُسنے اُنکے حقوق کی تحقیقات کماحقہ کی - اور جب یہ حقوق ناقص
پائے گئے یا بادشاہ کو یہ باور کرنے کی وجہ ملگئی کہ یہ حقوق بے ایمانی سے
حاصل کیئے گئے ہین تو اسنے معافیان ضبط کر کے معافی داران ساقط
الملکیت کو صوبہ سندھ کے مقام بھکر اور صوبہ بنگال کو جلا وطن کردیا کہ ان
مقامات کی آب و ہوا اُس زمانہ مین بہت خراب سمجھی جاتی تھی - اسی اصلاح
کے زمانہ مین بادشاہ نے صدر کے اختیارات مین بھی بہت کمی کردی
اور جو اختیارات ان لوگون کو حاصل تھے اُنکا بیشتر حصہ خود بدولت کے
نفس نفیس سے وابستہ ہوگیا -

جو اصلاحین اکبر نے اپنی سلطنت کے ملکی انتظام کی ایجاد کی تھین انکے
عام رجحان اور نتایج کی نسبت ایک نامی مصنف[×] نے اپنی رائے یہ لکھی ہے
کہ اگرچہ ان سے رعایاے وقت کی بہبودی مین بہت افزایش ہوئی تاہم اُن
اصلاحون مین رفتہ رفتہ ترقی کرتے جانے کے اصول بالکل نہ تھے۔ اور انکے
ذریعہ سے کسانون کے واسطے وہ راستے نہ کھلے تھے جن سے اُن کو کچھ
امید ہوتی کہ انکے پھیلانے سے ہمارا فائدہ ہوگا یا یہ کہ ہم ذاتی محنت کے
ذریعہ سے ترقی کر سکینگے" مین بکمال عجز و انکسار اس رائے سے اختلاف
کرتا ہون۔ یہ بات مسلم ہے کہ اکبر نے رعایاے وقت کی خوشحالی کو بہت ترقی
دی۔ اگر وہ ان طریقون پر چلتا جو الفنسٹن صاحب بتاتے ہین تو ضرور اُس
اصول کے خلاف پڑتا جو اس زمانہ کی ہندو سوسایٹی کی جان تھا۔ اکبر نے
ایک دفعہ بڑی خطرناک غلطی کی تھی کہ بجاے لگانون کے مکھیا لوگون کے
براہ راست کاشتکارون سے واسطہ کرنا چاہا تھا۔ بارے خیر ہوئی
کہ تھوڑے ہی عرصہ مین وہ یہ سیکھ گیا کہ چونکہ رسم و رواج کو قانون کی قوت
حاصل ہو گئی ہے اسلیے اسمین بہت سوچ بچار کر مداخلت کرنی چاہیے۔ اور

× آنریبل ماونٹ اسٹوارٹ الفنسٹن صاحب مصنف ہسٹری آف انڈیا۔

اسپنے حکم کو منسوخ کر دیا۔

معاملات مالگزاری وخراج وامور مالی مین راجہ ٹوڈرمل جسکا ذکر پچھلے باب مین آچکا ہے اکبر کا مشیر خاص تھا۔ یہ راجہ بڑی قابلیت اور آزمودہ دیانت کا آدمی تھا۔ باوجود ایک مسلمان بادشاہ کی سرکار مین ملازم ہونے کے ٹوڈرمل بڑا سچا ہندو تھا اور اپنے مذہبی رسوم پورے اعتقاد کے ساتھ ادا کرتا تھا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ اکبر کے ہمرکاب پنجاب جاتا تھا۔ کوچ کی عجلت مین ٹھاکرون کا آسن پیچھے بھول آیا۔ چونکہ بغیر پوجا کے کوئی کام نہ کرتا تھا کئی دن برابر بے دانہ پانی فاقون پر فاقے کرتا رہا اور آخر کو بڑی مشکل سے بادشاہ نے سمجھا بجھا کر فاقہ توڑا۔

فوج مین بڑی طاقت رسالہ کی تھی۔ میدان جنگ مین ہاتھیون کی قطارین بھی بڑی شان وشوکت دکھاتی تھین۔ عموماً ہاتھیون کے ہونے سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ بادشاہ بھی موجود ہے یا یون سمجھیے کہ عوام کا خیال یہ تھا کہ بغیر ہاتھیون کے بادشاہ کی موجودگی ناممکن ہے۔ پچھلے باب مین ہم ذکر کر چکے ہین کہ کس طرح پر بادشاہ کے غنیم سے حسن اتفاق سے اسی غلط العام کے دھوکے مین ایک خطرناک غلطی سرزد ہوئی تھی۔

سلسلہ کوہ وندھیاچل کے شمال کے ملک ؛ اکبر نے بارہ صوبون
مین تقسیم کیا تھا۔ اُن مین سے ہر صوبہ مین ایک نائب السلطنت رہتا تھا جو
صرف بادشاہ کا ماتحت ہوتا تھا۔جب تک وہ بداعمالی نہ کرتا تھا اپنے عہدہ پر
برقرار رہتا تھا اور ہر کام مین اپنے مالک کی ہدایتون کے بموجب عمل کرنا اُسپر
فرض ہوتا تھا۔ اسکی ماتحتی مین مقامی جنگی افسر ہوتے تھے جو فوجدار
کہلاتے تھے۔ یہ لوگ پولیس کے بھی افسر اعلے ہوتے تھے اور جنگی فوج
کے بھی۔ ان کے کام یہ تھے کہ اپنے اپنے ضلعون مین امن قائم رکھین۔ اپنے
اضلاع کے فوجی کارخانون کی نگرانی کرین۔ جو فوج وہان تعینات ہو اُسپر کمان کرین
اور عام طور سے ہنگامون کو فرو کرین۔

اکبر کے مقرر کیے ہوے افسر بھی مقدمات اُن ہی اُصولون کے
مطابق فیصل کرتے تھے جو اسکے افغان متقدمین کے وقت سے چلے
آتے تھے۔ قانون کا دارمدار قرآن پر تھا۔ مگر نظیرون سے اکثر سخت تفسیرون
مین ترمیم ہوجاتی تھی۔ علاوہ اسکے جہان جہان قانون مین زیادہ سختی معلوم
ہوئی تھی اُنمین بادشاہ یا مشیران شاہی کی تحریری ہدایات کے مطابق ترمیم
کردی گئی تھی۔ ان ہدایات کا لب لباب یہ تھا کہ عدل کے ساتھ رحم بھی مخلوط

رکھا جائے ۔ اعلے عہدہ دارون کو تاکید تھی کہ سزائے موت بہت کم دیا کرین ۔ گجرات کے حاکم کو کہ وہ صوبہ بہت دور دراز تھا فرمان جاری ہوا تھا کہ جب تک خود بدولت تمھاری کارروائی کو ملاحظہ فرما کر منظوری دین تم کسی کو سزائے موت نہ دو۔

سلسلہ وندھیاچل کے جنوب یعنے ملک دکن مین اولاً شاہی عملداری تین صوبون مین تقسیم ہوئی ۔ بعدہ جب اور ممالک و اضلاع عملداری شاہی مین شامل ہو گئے تو چھ صوبے کر دیے گئے ۔ اکبر کے مرنے کے بعد ان صوبون کا حاکم ایک صوبہ دار کر دیا گیا کہ وہی صوبہ دار بعد مین نظام کہلانے لگا ۔ اُسکے ساتھ اسکا ایک ماتحت دیوان بھی رہتا تھا جو امور مالی و انتظامی کا نگران رہتا تھا۔

اکبر بڑی شان و شوکت کا بادشاہ تھا ۔ اُسکی عادتون مین سادگی ضرور تھی ۔ تاہم وہ خوب سمجھتا تھا (جیسا کہ اسکے بعد برٹش گورنمنٹ کے سب سے بڑے وایسرائے نے سمجھا) کہ مشرقی لوگون پر حکومت کرنے کے لیے نمایش کی بہت ضرورت ہے ۔ اس غرض سے کہ انکھین اُس طرف خواہ مخواہ اُٹھ جائین یہ ضروری ہے کہ طاقت کی شوکت بھی دکھائی جائے

اور جو مختار سلطنت ہو اور جسکے اشارہ پر سلطنت کا کاروبار چلتا ہو اُسکے ساتھ
حشم خدم بھی ہو اور وہ اُنکی آنکھوں مین نمونۂ قدرت آلہی نظر آئے - یہ محض خیالی
بات نہین ہے - آج تک جو القاب آداب ہندوستانی لوگ استعمال
کرتے ہین اُن سے اُنکے اس طرح کے خیالات کی تصدیق ہوتی ہے -
اُن کا یہ عقیدہ ہے کہ جو شخص برسر سلطنت ہو اور سب سے بڑی قوت والا
ہو اُسے خدا کی جگہ سمجھنا چاہیے - اسی کی خوشی پر وہ اپنے آرام و تکلیف
اور بہبودی و بربادی کا دار مدار سمجھتے ہین - خاص خاص تقریبات کے دنون
مین ان لوگون کا یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ سب سے زیادہ طاقت
دکھلائے گا اور جو جاہ و جلال اُسکی ریاست کو شایا[ن]
اکبر ان باتون کو خوب سمجھتا تھا اور ان ہی کے م[...]
کچھ مصنف آئین ہی نے ہمکو ان جشن[...]
کی تصویرین نہین دکھلائی ہین - ہندوست[...]
اکبر کے پاس پانچہزار ہاتھی تھے -
سامان سفر مین بڑے بڑے نفیس
کے واسطے شامیانے عنایتون

لمبے لمبے راستے آرام کے واسطے خلوت خانے بنے ہوے تھے او
سب نفیس نفیس بیش قیمت رنگ برنگ کے کپڑون سے طیار کیے گیے
تھے - ان لوگون نے لکھا ہے کہ خاص جشن کے دن بادشاہ بیش قیمت
خیمہ مین اپنے تخت پر جلوس فرماتا تھا - سراپردے اُٹھا دیے جاتے
تھے - بیچ مین کم سے کم دو ایکڑ زمین پر قالین کا فرش ہوتا تھا اور سردا
حاضر ہوکر نذرین پیش کرتے تھے - سردارون کے بھی خیمے بڑے
نفیس اور صرف بادشاہ کے خیمون سے کم درجہ کے ہوتے تھے
ا کے سامنے مختلف چیزون مین تلتا تھا اور وہ محتاجون کو تقسیم
سالگرہ پر عمر کے برسون کے شمار کے مطابق بھیڑ بکریا
و دیدہ جاتی تھین - چھوٹے چھوٹے جانور بہت
اہ اپنے درباریون کو اپنے ہاتھ سے بادام
تھا -
کا دن ہوتا تھا اکبر ہیرون مین جگمگا
سردار لباس فاخرہ زیب تن کیے
تھے - جلوس سامنے سے گزرتا

ہاتھیون کے سینہ اور مستک پر یاقوت وجواہرات چمکتے تھے - گھوڑے نفیس ساز و سامان سے مرصع ہوتے تھے - گینڈے - شیر ببر - ہندوستانی شیر - تیندوے - شکاری چیتے - تازی کتے - باز - سب نکلتے تھے - اور سب کے پیچھے رسالہ کی فوج ہوتی تھی اور سوار بڑی عمدہ عمدہ وردیان پہنے ہوتے تھے - ناکنس صاحب ورد صاحب وٹیری صاحب اسی طرح کے جلوس اکبر کے جانشین بیٹے کے وقت مین اپنی آنکھون سے دیکھ گئے تھے - چنانچہ سیاحان موصوف نے ان جلوسون کی عظمت و شوکت کی گواہی اپنی تحریرون مین دی ہے -

یہ جلوس خاص خاص جشن کے دنون مین نکلتے تھے - معمولاً اکبر بہت سادہ مزاج تھا - بناوٹ چھو نہ گئی تھی - بڑا سیدھا سادھا آدمی تھا - ہمیشہ تحقیق حق مین کوشان رہتا تھا کہ اسکا ثبوت اُسکے کیے ہوے کام سے برابر ملتا ہے - وہ کام یہ تھا کہ اس سلطنت کے منتشر اجزا کو جمع کرے جو چار صدیون مین مسلمان فاتحون نے جابجا فتح کر لی تھی مگر ابتک یکجا نہوئی تھی اور پوری طرح تسلط مین نہ آنے پائی تھی - ان چار صدیون مین افغان فاتحون نے قرآن کے اصولون کو تعصب کی

آنکھون سے پڑھ کر ایسے غلط معنی اس مین پہنائے تھے کہ ہندو رعایا کو لوٹنا اور تباہ کرنا بھی جائز ہو گیا تھا - اکبر کے قریب کے متقدمین مین سلطان فیروز شاہ سب سے زیادہ روشن خیال بادشاہ تھا - اسکی نسبت ایک انگریز مصنف نے لکھا ہے کہ اسکا مزاج رحیم تھا اور طبیعت مین فیاضی تھی یہ بادشاہ خود لکھتا ہے کہ اُسنے کس کس طرح ان لوگون کو ایذائین پہونچائین جنھون نے مذہب اسلام قبول نہین کیا - جب اکبر تخت نشین ہوا تو یہ اختلاف اعتقاد کے باعث ایذا رسانی کرنے کا بازار بہت گرم تھا - اور اکبر نے خود ہی اسکو ٹھنڈا کر دیا -

اکبر کو بڑا خیال اس بات کا تھا کہ سارا ہندوستان ایک ہی سلطنت کے تابع ہو جائے - یہ بات شروع ہی مین اُسکی سمجھ مین آگئی تھی کہ سب کے عقاید کا ایک کر دینا بالکل ناممکنات سے ہے - اسلیے لازمی ہوا کہ اغراض ایک کر دیے جائین - اور اس یکجہتی کے لیے ضروری تھا کہ اول تو ملک فتح کیا جائے دوسرے سب کے عقاید اور طریق عبادت الٰہی کا پورا پورا ادب کیا جائے - اس منصوبے کے پورا کرنے مین اکبر نے مسلمانی طریقون کی اصلاح کر کر کے کام لیا - بجائے اُس کلمہ

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ سے کہ جسکے منسوخ کرنے کے لیے بہت سارے قواعد اور قانون کے طریقے ایجاد ہوئے تھے اکبر نے لا الہ الا اللہ اکبر خلیفۃ فی الارض کا کلمہ جاری کیا۔ اکبر کی دلیل یہ تھی کہ رسول مقبول بت پرستوں کو وحدانیت کی تلقین کرنے آئے تھے۔ اور ان لوگوں کے واسطے خوشخبری لائے تھے۔ مگر جو ہدایتیں رسول موصوف نے جاری فرمائیں اور قرآن میں منضبط ہوئیں ان میں یہ معنی پیدا لیے گئے ہیں کہ خدا کی وحدانیت کی اشاعت بزور شمشیر کرنی چاہیے۔

اکبر کا خیال تھا کہ اس غلط معنی سمجھ لینے کا نتیجہ یہ ہوا کہ کم از کم ہندوستان میں ناکامی ہی ہوئی۔ اس ناکامی کی شہادتیں چار صدیوں سے اوپر ہی اوپر کی موجود تھیں۔ اکبر نے اکیسوین ہی سال میں قدم رکھا تھا کہ یہ بات اسکی سمجھ میں آگئی کہ ان اصولوں پر سلطنت کی گئی تو لامحالہ اسکو زوال ہوگا۔ ہم کئی بار لکھ چکے ہیں اور پھر لکھتے ہیں کہ اکبر کا منشا یہ تھا کہ اتفاق پیدا کرے یکجہتی قایم کرے سب کو ایک کردے اور ایسا طریقہ ایجاد کرے کہ اسکی ساری رعایا ایک دوسرے سے وابستہ ہو جاوے اس طریقہ کا اصول اُسنے مذہب اسلام کی اس ترمیم کو قرار دیا جسکا ذکر

اوپر آچکا ہے۔ رسول عربی کی کتابون مین غلط معنی لگانے اور اُن کو بیجا طور پر کام مین لانے سے نااتفاقی پھیلتی تھی۔ چنانچہ اُسنے کہا کہ اپنے زمانہ سلطنت مین مین خود رسول کا کام کرونگا۔ اور قادر مطلق کے فیاض اور رحیم احکام کے معانی کا شارح ہونگا۔

وہ کہتا تھا کہ جب تک مین اس مذہب عالی کا مفسر ہون اس مذہب کو بزور شمشیر نہ پھیلنے دونگا۔ بخلاف اسکے مین یہ کرونگا کہ اس مذہب کا شفا بخش اثر سارے ہندوستان مین پھیلاؤن گا۔ اور پچھلے زمانہ کی ایذا رسانی کی یاد لوگون کے دلون سے مٹاؤن گا۔ آزادی عقاید کی منادی کرون گا اور بے تعصبی سے کام لون گا۔ اور جب یہ تغیر عام طور پر سمجھ مین آجاے گا تو ہندوستان کے راجاؤن اور رعایا سے درخواست کرون گا کہ تم سب اپنا ایک ایسا سردار مان لو جو تمھاری حفاظت کرے اور تمکو ایذا نہ پہونچنے دے۔ اور ان ہی سے یہ بھی درخواست کرونگا کہ جو اصلاح مین کر رہا ہون اس مین مجھے مدد دو کہ مین یہ کام اپنے ذاتی نفع کے واسطے نہین کرتا ہون بلکہ اُن کروڑون بندگان خدا کی فلاح منظور نظر ہے جو چار صدیون سے مختلف حملون اور خانہ جنگیون سے پریشان ہوتے آئے ہین

اور ایذائین پاتے رہے ہین۔

اکبر نے یہ درخواست کچھ بے سمجھ اور ضدی آدمیون سے نہین
کی تھی۔ سوائے ایک والی چتوڑ (اودے پور حال) کے اور سب راجپوت
راجا اور ہندوستان کے بہت بڑے حصہ کی رعایا نے اُسکے ہاتھ پر
بیعت کرلی۔ جو لوگ ان مین سب سے زیادہ طاقت والے تھے یعنے
والی جے پور جودھپور وہ اُسے معتمد ہند و فوجی افسرون اور سپاہیون سے
مدد دیتے تھے۔ اکبر کی مخالفت زیادہ تر اُس کے دربار کے متعصب
لوگون اور نیز ان افغان حملہ آورون کی نسل والون نے کی جو بنگال اڑیسہ
و مغربی ہندوستان مین آباد ہو گئے تھے۔ اپنے فیض رسان طریقہ کی تکمیل
کے لیے اکبر کو ضروری ہوا کہ ان کو بھی مطیع کرلے۔ چنانچہ پہلے تو اُ سنے
ان لوگون کو بھی ترغیب دی کہ اُسکی برتری تسلیم کرلین اور انھون نے ایسا
کیا بھی مگر موقع کے منتظر رہے اور جب موقع ملا باغی ہو گئے۔ اس حالت مین
سوائے ملک گیری کے اور کیا چارہ تھا۔ چنانچہ اکبر نے ملک لے لیا۔ اور نتیجہ
یہ ہوا کہ بے تعصبی برابری حقوق اور یکسان عدل گستری سے ملک آباد اور رعایا
خوش حال ہو گئی۔

غرض اکبر پہلا مسلمان فاتح تھا جسنے ممالک مفتوحہ کو اپنی فتوحات کی حد تک (کیونکہ ایک حصہ جنوبی ہندوستان کا ہنوز تسخیر نہوا تھا) یکجا کرکے ایک سلطنت کردی - اس اعتبار سے وہ ضرور اسکا مستحق ہے کہ اسکے بعد جو لوگ ہوں وہ اسکی قدر کرین - ہم نے چونکہ اُسکے کام کو بغور دیکھا ہے اور اُسکے دلی خیالات پر عبور حاصل کیا ہے اسلیے ہم اُسکی نیت کی پاکی اور خلوص کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہین - جیسا کہ اُسکے دربار کے متعصب لوگون نے مشہور کیا ہے اکبر اسکا آرزومند نہ تھا کہ لوگ اسکی عبادت کرین اور اُسکو اپنا خدا سمجھین - نہین - وہ صرف رسول عربی کے مذہب کا شارح ہونے کا دعویدار تھا اور اسکا مقصود یہ تھا کہ اُسکے حقایق اعلے و فیاضی و بے تعصبی و عدل کے بلا لحاظ عقاید اشاعت کرے - اُسکا قانون سب فرمانرواؤن کے قانون سے بڑا تھا اور فی الواقع ایک بانی سلطنت کا قانون تھا -

اُسکا مقولہ تھا کہ "اچھی باتین سب مذہبون مین ہین - جو اچھی ہون انھین سے لو اور باقی کو چھوڑ دو" - ہندوون کے رحیم اور فیاض طریقہ مین جو رشتہ دارون کی حفاظت کی تاکید تھی اور اپنے مذہب مین خواہ مخواہ